آسمانِ رسالت ﷺ کے نجوم وکواکب کا زرّیں سلسلہ -۳

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

الدین کا خصوصی شمارہ

به عنوان

پندرہ ۱۵ جنّتی صحابیات رضی اللہ عنہن

بیادگار

محسنِ قوم وملّت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ھٰذا)

حسبِ ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی

(مہتمم جامعہ ھٰذا)

مجلسِ مشاورت

- حضرت مولانا احمد بزرگ سملکی (مہتمم جامعہ ہٰذا)
- حضرت مفتی ابوبکر صاحب پٹنی (استاذ جامعہ ہٰذا)
- حضرت مفتی معاذ صاحب بمبوی (استاذ جامعہ ہٰذا)

مجلسِ ادارت

- عبدالرحیم کشمیری
- ثناءاللہ ایم پی
- طاہر ٹنکاروی

ناشر

شعبۂ تقریر و تحریر

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

تفصیلات

کتاب کا نام : پندرہ جنّتی صحابیاتؓ (الدین کا خصوصی شمارہ)

کاوش : طلبۂ جامعہ ڈابھیل

زیر سرپرستی : حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

حسبِ ایماء : حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی

صفحات : ۲۸۸

سن اشاعت : جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ/ مارچ ۲۰۱۸ء

ناشر : شعبۂ تقریر وتحریر، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

اجمالی فہرست

نمبرشمار	عناوین	مضمون نگار	صفحہ
❁	تقریظ	حضرت مولانا خالدسیف اللہ مدظلہ	۱۹
❁	آغازِ سخن	مفتی معاذعبدالرزاق چارولیہ	۲۱
۱	حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہا	عبدالرحیم کشمیری	۲۵
۲	حضرت اُمِّ ہشام بنتِ حارثہ رضی اللہ عنہا	محمد ثاقب نوادوی	۴۱
۳	حضرت اُمِّ عمارہ بنتِ کعب رضی اللہ عنہا	معاویہ پالن پوری	۵۷
۴	حضرت اُمِّ ایمن برکہ بنتِ ثعلبہ رضی اللہ عنہا	یاسر عبدالوہاب دساڑا	۹۳
۵	حضرت رُبیع بنتِ معوّذ رضی اللہ عنہا	محمد زبیر عبدالمجید بیڑوی	۱۱۹
۶	حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا	شہزادا ورنگ آبادی	۱۳۵
۷	حضرت فُرَیعہ بنتِ مالک رضی اللہ عنہا	محمد اطہر محمد اسماعیل بمبوی	۱۵۵
۸	حضرت کبشہ بنتِ رافع رضی اللہ عنہا	عثمان غنی اکل کوا	۱۶۵
۹	حضرت سمیّہ بنتِ خباط رضی اللہ عنہا	محمد زاہد عبدالغفار کوڈینار	۱۷۹
۱۰	حضرت اُمِّ ورقہ بنتِ عبداللہ رضی اللہ عنہا	محمد سعد بن اصغر احمد آبادی	۱۹۱
۱۱	حضرت اُمِّ حرام بنتِ ملحان رضی اللہ عنہا	لطف الرحمٰن مولانا یعقوب انکلیشوری	۱۹۹
۱۲	حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا	رمّان اختر گلزار احمد مالیگانوی	۲۰۹
۱۳	حضرت اُمِّ سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا	ریحان بمبوی	۲۳۹
۱۴	حضرت سلمٰی بنتِ قیس رضی اللہ عنہا	محمد سعد شکیل کولھاپوری	۲۶۱
۱۵	حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا	زبیر دیواوی	۲۷۳

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
❁	**حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہا**	❁
۱	سوانحی خاکہ	۲۶
۲	نام ونسب اور خاندان	۲۷
۳	قبولِ اسلام، بیعت اور اس کا پس منظر	۲۸
۴	غزوات میں شرکت اور جنت کا پروانہ	۳۱
۵	غزوۂ خندق	۳۳
۶	جنگِ یرموک	۳۳
۷	اوصاف وکمالات اور خصوصیات	۳۴
۸	فقاہت کی بین مثال	۳۴
۹	دلہنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سہیلی	۳۵
۱۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے مکان پر	۳۶
۱۱	تبرکِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسماءؓ	۳۶
۱۲	پہلی مطلقہ	۳۶
۱۳	مہمان نوازی	۳۷
۱۴	خوفِ خدا اور فکرِ آخرت	۳۷
۱۵	عینی گواہ	۳۸
۱۶	محدثانہ شان	۳۸
۱۷	مرویاتِ اسماءؓ اور ان کی ایک جھلک	۳۸
۱۸	سفرِ آخرت	۴۰

❁	حضرت اُمِّ ہشام بنتِ حارثہ رضی اللہ عنہا	❁
۱۹	سوانحی خاکہ	۴۲
۲۰	نام ونسب اور خاندان	۴۴
۲۱	مغزز ننھیالی رشتہ	۴۵
۲۲	قبولِ اسلام کا واقعہ	۴۶
۲۳	والدِ بزرگوار کا تعارف	۴۶
۲۴	بے جگری اور دلیری اور اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعریف فرمانا	۴۷
۲۵	جذبۂ خدمت	۴۷
۲۶	والدہ کی خدمت گزاری اور بشارتِ جنت	۴۸
۲۷	دیدارِ جبرئیل اور دوبارہ بشارتِ جنت	۴۹
۲۸	صدقات وخیرات کا اہتمام	۵۰
۲۹	وفات	۵۰
۳۰	حضرت اُمِّ ہشامؓ کی زندگی کے کچھ اہم اور قابلِ رشک گوشے	۵۰
۳۱	کاشانۂ نبوت کے ساتھ تنور میں شرکت	۵۱
۳۲	خانوادۂ نبوت کا نہایت قریب سے مشاہدہ	۵۱
۳۳	علمی مقام	۵۲
۳۴	اشاعتِ علم	۵۳
۳۵	آپؓ کی مرویات اور اس کے راویان	۵۳
۳۶	دوسری بیعت اور جنت کی بشارت	۵۴
۳۷	خصوصی بشارتِ جنت بہ زبانِ جبرئیل	۵۴
۳۸	عمومی بشارت جنت قرآن وحدیث کے حوالہ سے	۵۵
❁	حضرت اُمِّ عمارہ بنتِ کعب رضی اللہ عنہا	❁
۳۹	سوانحی خاکہ	۵۸

۴۰	نام ونسب اور خاندان	٦٠
۴۱	آپؓ کے نام کی تحقیق	٦٠
۴۲	خاندانی شرافت	٦١
۴۳	ولادت	٦٢
۴۴	نکاح اور اولاد	٦٢
۴۵	واقعۂ قبولِ اسلام کا پس منظر	٦٢
۴٦	بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں شرکت کی سعادت	٦٣
۴۷	غزوات میں شرکت	٦۴
۴۸	غزوۂ اُحد	٦۵
۴۹	اگر وہ پاپیادہ ہوتے	٦۵
۵٠	ابن قمئہ سے مقابلہ	٦٦
۵۱	جذبۂ فنائیت	٦۷
۵۲	اُمّ عمارہ کا مقام بہ زبانِ خیرالانام ﷺ	٦۸
۵۳	اُحد میں مشرک سے مڈبھیڑ	٦۸
۵۴	حضرت اُمّ عمارہ کی شجاعت وصلابت کی ستائش حضور ﷺ کی زبانی	٦۹
۵۵	قسمت جاگ اُٹھی	۷٠
۵٦	ہر طرف شجاعت کے جلوے	۷۱
۵۷	خواتینِ قریش کی حالت بہ زبانِ اُمّ عمارہؓ	۷۱
۵۸	حمراء الاسد	۷۲
۵۹	غزوۂ بنو قریظہ	۷۳
٦٠	بیعتِ رضوان	۷۴
٦۱	صلح حدیبیہ	۷٦
٦۲	غزوۂ خیبر	۷۷

۶۳	عمرۃ القضاء میں شرکت	۷۸
۶۴	غزوۂ حنین میں آپؓ کی شجاعت	۷۸
۶۵	صبر وضبط کا دامن تھامے رہنا	۸۰
۶۶	جنگِ یمامہ	۸۳
۶۷	حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی شہادت	۸۶
۶۸	اوصاف وکمالات اور فضائل ومناقب	۸۶
۶۹	حضور ﷺ سے عشق ومحبت کا ایک پرتو	۸۶
۷۰	آپؓ کا مقام حضور ﷺ کی نظر میں	۸۷
۷۱	حضرت اُمّ عمارہؓ کا مقام صحابہؓ کی نظر میں	۸۷
۷۲	نمایاں وصف شجاعت وجواں مردی	۸۸
۷۳	حضرت اُمّ عمارہؓ اور قرآنِ کریم	۸۹
۷۴	مرویات	۸۹
۷۵	جنت کی بشارت	۹۰
۷۶	وفات	۹۱
❁	**حضرت اُمّ ایمن برکہ بنتِ ثعلبہ رضی اللہ عنہا**	❁
۷۷	سوانحی خاکہ	۹۴
۷۸	نام ونسب	۹۶
۷۹	عہدِ جاہلیت اور حضور ﷺ کی خدمت	۹۶
۸۰	حضرت اُمّ ایمنؓ اور جنابِ عبدالمطلب	۹۷
۸۱	اُمّ ایمنؓ اور خواجہ ابوطالب	۹۸
۸۲	آزادی اور نکاح	۹۹
۸۳	جنت کی بشارت اور نکاحِ ثانی	۹۹
۸۴	زوجِ ثانی حضرت زید بن حارثہؓ کے مختصر احوال	۱۰۰

۸۵	قبولِ اسلام اور ہجرت	۱۰۱
۸۶	ایک عجیب کرامت	۱۰۱
۸۷	شجاعت اور شوقِ جہاد	۱۰۲
۸۸	غزوۂ احد	۱۰۲
۸۹	حضرت اُمّ ایمنؓ کا بدلہ	۱۰۳
۹۰	غزوۂ خیبر	۱۰۴
۹۱	غزوۂ موتہ اور شوہرِ نامدار کی شہادت	۱۰۵
۹۲	غزوۂ حنین اور صاحبزادۂ محترم کی شہادت	۱۰۶
۹۳	جیشِ اسامہ سے گفتگو	۱۰۶
۹۴	وفات رسول کا صدمۂ جانکاہ	۱۰۷
۹۵	شیخینؓ کا حضرت اُمّ ایمنؓ کی تسلّی دینا	۱۰۹
۹۶	حضرت اُمّ ایمنؓ کی وفات	۱۰۹
۹۷	فضائل ومناقب	۱۱۰
۹۸	حضور ﷺ سے تعلق	۱۱۱
۹۹	حضرت اُمّ ایمنؓ کا اصرار اور حضور ﷺ کا اس کو قبول کرنا	۱۱۱
۱۰۰	ایک کے بدلے دس	۱۱۲
۱۰۱	حضور ﷺ بحیثیت معلم	۱۱۳
۱۰۲	حضرت اُمّ ایمنؓ کا حضور ﷺ کے افرادِ خانہ کے ساتھ تعلق	۱۱۴
۱۰۳	حضرت اُمّ ایمنؓ کا مقام حضور ﷺ کی نظر میں	۱۱۴
۱۰۴	احفادِ اُمّ ایمنؓ کا مقام	۱۱۷
❁	**حضرت رُبیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا**	❁
۱۰۵	سوانحی خاکہ	۱۲۰
۱۰۶	نام ونسب اور خاندان	۱۲۱

۱۰۷	ولادت	۱۲۲
۱۰۸	قبولِ اسلام	۱۲۲
۱۰۹	رحمتِ عالم ﷺ کا مدینہ میں نزولِ اجلال	۱۲۲
۱۱۰	حق وباطل کا پہلا معرکہ	۱۲۳
۱۱۱	آپ کے والد کا بے مثل کارنامہ اور شہادت	۱۲۳
۱۱۲	عفراء کے بیٹوں پر آپ ﷺ کی شفقت	۱۲۵
۱۱۳	نکاح	۱۲۵
۱۱۴	غزوات میں شرکت	۱۲۵
۱۱۵	رضا کا پروانہ اور جنّت کی بشارت	۱۲۶
۱۱۶	آپ ﷺ سے محبت وعقیدت	۱۲۷
۱۱۷	سرکار ﷺ میرے غریب خانے میں	۱۲۸
۱۱۸	غیرتِ اسلامی وحمیتِ دینی	۱۲۹
۱۱۹	خاوند کے ساتھ کشیدگی	۱۲۹
۱۲۰	اخلاق وعادات	۱۳۰
۱۲۱	علم وفضل	۱۳۰
۱۲۲	روایتِ حدیث	۱۳۱
۱۲۳	فضائل ومناقب	۱۳۲
۱۲۴	اولاد	۱۳۳
۱۲۵	وفات	۱۳۴
۱۲۶	خلاصہ	۱۳۴
❁	**حضرت اُمّ رومان رضی اللہ عنہا**	❁
۱۲۷	سوانحی خاکہ	۱۳۶
۱۲۸	نامِ نامی اسمِ گرامی اور کنیت	۱۳۷

۱۲۹	سلسلۂ نسب	۱۳۷
۱۳۰	نکاحِ اوّل کا پس منظر،	۱۳۸
۱۳۱	سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نکاح	۱۳۸
۱۳۲	سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف	۱۳۹
۱۳۳	ازواج واولاد	۱۴۰
۱۳۴	آپ کی چند خصوصیات	۱۴۰
۱۳۵	قبولِ اسلام	۱۴۱
۱۳۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سیّدہ اُمّ رومانؓ کا مکان	۱۴۱
۱۳۷	باہمی تعاون وتناصر	۱۴۲
۱۳۸	ازدواجی ذمہ داری	۱۴۳
۱۳۹	مصائب پر صبر	۱۴۳
۱۴۰	حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت	۱۴۳
۱۴۱	ہجرتِ مدینہ	۱۴۵
۱۴۲	سیّدہ عائشہ صدیقہؓ پر بہتان عیاذاً باللہ	۱۴۷
۱۴۳	سیّدہ اُمّ رُومانؓ کے کھانے کی کرامت	۱۴۹
۱۴۴	اجمالی اوصاف	۱۵۰
۱۴۵	سیّدہ اُمّ رومانؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت	۱۵۱
۱۴۶	سیّدہ عائشہؓ کے لیے دعا کی درخواست	۱۵۱
۱۴۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اُمّ رومانؓ کے ساتھ حسن سلوک	۱۵۱
۱۴۸	حورِ جنت کی وفات	۱۵۲
۱۴۹	تدفین	۱۵۳
۱۵۰	حاصلِ زندگی	۱۵۴

❁	**حضرت فُرَیعہ بنتِ مالک رضی اللہ عنہا**	❁
١٥١	سوانحی خاکہ	١٥٦
١٥٢	نام ونسب اور خاندان	١٥٨
١٥٣	استقبالِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نکلنا	١٥٩
١٥٤	ازدواجی زندگی اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	١٥٩
١٥٥	سیّدہ فریعہؓ کے والد کے مختصر حالات	١٦٠
١٥٦	حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا نکل جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ	١٦٢
١٥٧	حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی جہاد سے محبت	١٦٢
١٥٨	سیّدہ فریعہ رضی اللہ عنہا کی بیعتِ رضوان میں شرکت	١٦٣
١٥٩	روایتِ احادیث	١٦٣
١٦٠	جنت کی بشارت	١٦٤
❁	**حضرت کبشہ بنتِ رافع رضی اللہ عنہا**	❁
١٦١	سوانحی خاکہ	١٦٦
١٦٢	نام ونسب	١٦٩
١٦٣	آپ کا نکاح اور آپ کے فرزندِارجمند	١٦٩
١٦٤	مکی ومدنی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؓ کی عقیدت	١٦٩
١٦٥	آپؓ کی اور آپؓ کی بہنوں کی بیعت	١٧١
١٦٦	حضرت کبشہؓ کا رشتہ مؤدت	١٧١
١٦٧	آپؓ کی صفاتِ حمیدہ	١٧٢
١٦٨	آپؓ کا اپنے بیٹوں کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے پیش کرنا	١٧٢
١٦٩	حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت	١٧٣
١٧٠	غزوۂ خندق	١٧٤

۱۷۱	غزوۂ بنوقریظہ	۱۷۶
۱۷۲	شہادت	۱۷۶
۱۷۳	بنوقریظہ میں شرکت اور مالِ غنیمت	۱۷۷
۱۷۴	جنت کی خوشخبری	۱۷۷
۞	**حضرت سمیّہ بنتِ خبّاط رضی اللہ عنہا**	۞
۱۷۵	سوانحی خاکہ	۱۸۰
۱۷۶	نام ونسب اور خاندان	۱۸۱
۱۷۷	رشتۂ زوجیت	۱۸۱
۱۷۸	مسِ خام کو جس نے کندن بنادیا	۱۸۲
۱۷۹	داستانِ ظلم وستم کی ابتدا	۱۸۳
۱۸۰	کسی کے شوق میں مزے ستم کے لیے	۱۸۳
۱۸۱	وہی ظلم وستم کی داستاں وہی بے کسی کا عالم	۱۸۴
۱۸۲	آلِ یاسر کے لیے عذابِ نار سے بچنے کی دُعا	۱۸۴
۱۸۳	زباں بے ساختہ بول اُٹھی کہ کب تک یہ ظلم ہوگا	۱۸۴
۱۸۴	صبر کی تلقین اور جنت کی بشارت	۱۸۵
۱۸۵	تیرے عزم واستقلال کو ہو صد سلام	۱۸۵
۱۸۶	ایک مسکراہٹ تھی جو ظالم کو بے چین کیے دیتی تھی	۱۸۶
۱۸۷	چل دیے یاسر وعبداللہ کوئے یار سے سوئے دار	۱۸۶
۱۸۸	خدا کی لاڈلی مل گئی اپنے خدا سے جا کر	۱۸۷
۱۸۹	سمیہ رضی اللہ عنہا کے قاتل کا قتل	۱۸۸
۱۹۰	دامن اُسی کا تھامنا جب بھی ہو اختلاف	۱۸۹
۱۹۱	ابنِ سمیہؓ کا وِردِ لسانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر	۱۸۹

❁	**حضرت اُمّ ورقہ بنتِ عبداللہ** رضی اللہ عنہا	❁
۱۹۲	سوانحی خاکہ	۱۹۲
۱۹۳	نام ونسب	۱۹۳
۱۹۴	قبولِ اسلام	۱۹۳
۱۹۵	عابدہ وحافظہ	۱۹۴
۱۹۶	شرفِ امامت	۱۹۴
۱۹۷	سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا کی تشریف آوری	۱۹۴
۱۹۸	شہادت کی بشارت	۱۹۵
۱۹۹	خلعتِ شہادت	۱۹۵
۲۰۰	صدق اللہ ورسولہ	۱۹۷
۲۰۱	مدینۂ منوّرہ میں پہلی پھانسی	۱۹۷
۲۰۲	روایتِ حدیث	۱۹۸
❁	**حضرت اُمّ حرام بنتِ ملحان** رضی اللہ عنہا	❁
۲۰۳	سوانحی خاکہ	۲۰۰
۲۰۴	نام ونسب	۲۰۱
۲۰۵	قبولِ اسلام	۲۰۲
۲۰۶	عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ جھلکیاں	۲۰۲
۲۰۷	غزوات میں شرکت	۲۰۳
۲۰۸	نکاح	۲۰۳
۲۰۹	اولاد	۲۰۴
۲۳۰	بشارتِ عظمیٰ	۲۰۴
۲۳۱	وفات اور قبر	۲۰۶

۲۳۲	فضائل ومناقب	۲۰۷
❁	**حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا**	❁
۲۳۳	سوانحی خاکہ	۲۱۰
۲۳۴	نام ونسب اور خاندان	۲۱۱
۲۳۵	پیدائش	۲۱۲
۲۳۶	والدِ ماجد	۲۱۲
۲۳۷	ایں خانہ ہمہ آفتاب است	۲۱۳
۲۳۸	نکاح	۲۱۳
۲۳۹	قبولِ اسلام	۲۱۴
۲۴۰	قربانیاں	۲۱۴
۲۴۱	ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قربانی	۲۱۵
۲۴۲	ہجرتِ نبوی اور ذات النطاقین	۲۱۶
۲۴۳	ہجرتِ مدینہ	۲۱۷
۲۴۴	حضرت عبداللہ کی پیدائش	۲۱۸
۲۴۵	ایامِ عُسرت	۲۱۹
۲۴۶	تنگ دستی کا ایک دلچسپ واقعہ	۲۱۹
۲۴۷	اندوہ ناک واقعہ یعنی طلاق	۲۲۰
۲۴۸	عہدِ خلافت راشدہ	۲۲۲
۲۴۹	عہدِ خلافت بنواُمیہ	۲۲۲
۲۵۰	حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حجاج	۲۲۳
۲۵۱	غیرت مند ماں کا مشورہ	۲۲۳
۲۵۲	ماں بیٹے کی الوداعی ملاقات	۲۲۴

۲۵۳	عظیم ماں، عظیم بیٹا اور حضرت ابن عمرؓ	۲۲۵
۲۵۴	کلمة حقٍ عند سلطانٍ جائر	۲۲۶
۲۵۵	شہسوار کو سلام	۲۲۶
۲۵۶	صبر و استقامت کا پہاڑ	۲۲۷
۲۵۷	شہادتِ عبداللہؓ پر علامہ شبلی کے اشعار	۲۲۸
۲۵۸	وفات اور تدفین	۲۲۹
۲۵۹	حلیہ	۲۳۰
۲۶۰	اولاد	۲۳۰
۲۶۱	اوصاف و کمالات	۲۳۰
۲۶۲	عبادت کی جھلکیاں	۲۳۰
۲۶۳	بیماری کا علاج: دعا و صدقہ اور تبرکاتِ رسول ﷺ	۲۳۱
۲۶۴	جود و سخا کی جھلکیاں	۲۳۲
۲۶۵	سادہ زندگی اور تواضع کی جھلکیاں	۲۳۴
۲۶۶	والدہ سے حسنِ سلوک	۲۳۴
۲۶۷	شرم و حیا	۲۳۵
۲۶۸	جرأت و بے باکی	۲۳۶
۲۶۹	فہم و فراست	۲۳۶
۲۷۰	قوتِ حافظہ	۲۳۷
۲۷۱	حضرت اسماءؓ اور قرآن	۲۳۸
❁	**حضرت اُمّ سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا**	❁
۲۷۲	سوانحی خاکہ	۲۴۰
۲۷۳	نام و نسب	۲۴۱

۲۷۴	نکاح واولاد	۲۴۲
۲۷۵	قبولِ اسلام کا پس منظر	۲۴۲
۲۷۶	بیٹے کی اسلامی تربیت	۲۴۲
۲۷۷	مشرک شوہر سے علیحدگی	۲۴۳
۲۷۸	دیکھیں کیا گزری ہے قطرے پہ گُہر ہونے تک	۲۴۳
۲۷۹	خادمِ رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ	۲۴۴
۲۸۰	یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے	۲۴۵
۲۸۱	دوسرا نکاح اور سب سے انوکھا ونرالا مہر	۲۴۵
۲۸۲	مہمان کی آمد	۲۴۶
۲۸۳	پیکرِ صبر وتحمل	۲۴۷
۲۸۴	اور قسمت جاگ اٹھی	۲۴۹
۲۸۵	غزوۂ احد	۲۵۰
۲۸۶	غزوۂ خیبر	۲۵۰
۲۸۷	غزوۂ حنین	۲۵۱
۲۸۸	دیگر غزوات میں شرکت	۲۵۲
۲۹۹	قابلِ رشک ایثار وقربانی	۲۵۲
۳۰۰	توکّل ومہمان نوازی	۲۵۳
۳۰۱	سخاوت اور خدمتِ اقدس میں ہدیہ پیش کرنا	۲۵۴
۳۰۲	حضرت انسؓ کے لیے دُعا کی درخواست	۲۵۵
۳۰۳	انس رضی اللہ عنہ کو رازداری کی نصیحت کرنا	۲۵۶
۳۰۴	سیّدہ اُمّ سلیمؓ کا عشقِ رسول	۲۵۶
۳۰۵	روایتِ حدیث میں آپؓ کا مقام	۲۵۷

٣٠٦	حضور ﷺ کی حضرت اُمّ سلیم سے محبت	٢٥٨
٣٠٧	جنت کی بشارت	٢٥٩
٣٠٨	وفات	٢٦٠
٣٠٩	خلاصہ	٢٦٠
۞	**حضرت سلمیٰ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا**	۞
٣١٠	سوانحی خاکہ	٢٦٢
٣١١	نام ونسب	٢٦٣
٣١٢	نکاح واولاد	٢٦٣
٣١٣	قبولِ اسلام	٢٦٤
٣١٤	وقت نے جس پہ بٹھائے تھے فنا کے پہرے	٢٦٤
٣١٥	پہلی بیعت کے بعد کا ایک واقعہ	٢٦٥
٣١٦	حضرت سلمٰی بنتِ قیس رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور ﷺ کا نکاح	٢٦٥
٣١٧	آخر وہ شاہیں زیرِ دام آیا	٢٦٦
٣١٨	سلمٰی بنتِ قیسؓ کا آپ ﷺ سے تعلق	٢٦٧
٣١٩	حضرت اُمّ المنذرؓ کے برادر سلیط بن قیس کی شجاعت وشہادت	٢٦٨
٣٢٠	خصوصی نسبتیں	٢٦٩
٣٢١	بیعتِ رضوان اور بشارتِ جنّت	٢٧١
۞	**حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا**	۞
٣٢٢	سوانحی خاکہ	٢٧٤
٣٢٣	نام ونسب اور خاندانی پس منظر	٢٧٦
٣٢٤	حضور ﷺ کے ساتھ رشتۂ قرابت	٢٧٦
٣٢٥	تربیت	٢٧٧

۳۲۶	نکاح	۲۷۷
۳۲۷	کیوں لہو کے چراغ جلتے ہیں	۲۷۷
۳۲۸	قسمت جاگ اُٹھی	۲۷۸
۳۲۹	حضرت علیؓ کی کفالت	۲۷۹
۳۳۰	اسلام کے سایۂ عاطفت میں	۲۷۹
۳۳۱	حق پرستی کے جرم میں	۲۸۰
۳۳۲	مدینہ کی طرف ہجرت	۲۸۱
۳۳۳	مدینہ پہنچ کر حضرت علیؓ کا نکاح	۲۸۱
۳۳۴	سفرِ آخرت	۲۸۲
۳۳۵	حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کے لیے آپ ﷺ کا خود قبر کھودنا	۲۸۳
۳۳۶	تجہیز و تکفین اور جنت کی بشارت	۲۸۳
۳۳۷	پانچ خواتین جن کی قبر میں آپ خود اُترے	۲۸۳
۳۳۸	تدفین کے وقت دُعا	۲۸۴
۳۳۹	قبر تک جاتے ہوئے رسول ﷺ کا عمل	۲۸۴
۳۴۰	خراجِ تحسین	۲۸۵
۳۴۱	اخلاق و عادات	۲۸۵
۳۴۲	فضائل و مناقب	۲۸۶
۳۴۳	حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کا ذکر اشعار میں	۲۸۷
۳۴۴	اولاد	۲۸۷
۳۴۵	خلاصۂ کلام	۲۸۸

تقریظ

صاحبِ طرز انشا پرداز
حضرت اقدس **مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی** دامت برکاتہم
(ناظم: المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد)

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل (گجرات) ایک تاریخی درسگاہ ہے، جہاں ہمارے اکابر نے اپنی مسندِ درس بچھائی اور یہاں سے دُور دُور تک ان کے علم و معرفت کا فیض پہنچا، اہم بات یہ ہے کہ یہاں تعلیم کے ساتھ بحث و تحقیق کا کام بھی ہوتا رہا ہے، یہیں مجلسِ علمی قائم کی گئی اور بڑے اہم علمی ذخائر اس ادارے کے ذریعے مخطوطات کے دفینہ سے طباعت کے سفینے تک پہنچے اور اہلِ علم کو اس سے استفادہ کا موقع ملا۔

یہ بات بہت خوش آئند ہے کہ یہاں اب بھی تعلیم اور عملی و اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ فکری و قلمی تربیت بھی کی جاتی ہے اور اس کا ایک طریقہ طلبہ سے مضامین لکھانا، اُن میں سے انتخاب کرنا، اساتذہ کے ذریعے ان کی اصلاح کرنا اور پھر منتخب مضامین کے مجموعے کو زیورِ طبع سے آراستہ کرنا ہے۔ گزشتہ دو سال سے اس پروگرام کے تحت صحابۂ کرامؓ کے تذکرے مرتب کرائے گئے ہیں اور یقیناً یہ بڑا اچھا موضوع ہے؛ کیوں کہ صحابہؓ نے امتِ محمدیہ کے استاذِ اوّل خود پیغمبر ﷺ سے کسبِ فیض کیا تھا اور امت کو اسلام سے متعلق جو کچھ علوم حاصل ہوئے ہیں، وہ امتِ اسلامیہ کے اِن ہی اوّلین طالبانِ علومِ نبوت کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔ انھوں نے اللہ کی رضا کو اپنی رضا بنا لیا؛ اسی لیے انھیں اللہ کی طرف سے سند دی گئی کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ راضی ہیں

اور یہ اللہ سے راضی ہیں — رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہ۔

خوشی کی بات ہے کہ اسی طرح کا یہ تیسرا مجموعہ ''صحابیاتِ رسول'' کے بارے میں مرتب کیا گیا ہے۔ صحابہؓ کے بارے میں تو لوگوں کو کچھ واقفیت بھی ہوتی ہے؛ لیکن صحابیاتؓ کے بارے میں اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کی معلومات بھی بہت کم ہوتی ہیں۔ یہ بہت ہی مبارک سلسلہ اور بڑی ہی قابلِ تحسین کاوش ہے، میں اس کام پر مجموعہ کے مقالہ نگار طلبہ، ان کے اساتذہ بالخصوص مفتی ابوبکر صاحب اور مفتی معاذ صاحب (جنھوں نے ان مقالات پر نظرِ ثانی کی ہے) اور جامعہ کے ذمہ داران کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور شایانِ شان اجر عطا کرے، نیز ان عزیز بچوں سے دین اور علم دین کی بہترین خدمت انجام پائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡم

خالد سیف اللہ رحمانی

(خادم: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

۲۷ ؍صفر ۱۴۳۹ھ، ۱۷ ؍نومبر ۲۰۱۷ء

آغازِ سخن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاتِ محمدی ﷺ کا اگر گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کی آمدِ باسعادت سے قبل کے عرب اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کے عرب میں تباین کی نسبت ہے کہ آپ سے پہلے اہلِ عرب میں اخلاق وصفات، عادات واطوار، معاشرہ وسماج، تہذیب وتمدن ہر اعتبار سے تنزلی اور زوال، گراوٹ اور ادبار تھا؛ مگر آفتابِ رسالت ﷺ نے جب اپنی ضیا پاش کرنیں اس خطے پر ڈالنا شروع کیں تو کچھ ہی سالوں میں ایک ایسا صالح معاشرہ وجود میں آگیا کہ فرشتے تک، چوپایوں سے بدتر زندگی بسر کرنے والے لوگوں کی نقالی کرنے لگے۔

اگر اس پوری انقلاب آفریں محنتِ نبوی ﷺ اور محیرالعقول جدوجہد کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ نے اپنے جاں نثار صحابہؓ اور متبعین کی تربیت کے لیے جگہ جگہ ترغیب وترہیب اور تبشیر وانذار کا سہارا لیا تھا۔

کبھی یوں فرما کر سامعین کو تشویق دلائی کہ تین اشخاص ایسے ہیں جنھیں دوگنا اجر ملے گا: پہلا اہلِ کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور پھر حضور ﷺ کو نبی آخرالزماں تسلیم کیا، دوسرا وہ غلام جس نے اللہ اور اپنے آقا دونوں کے حقوق ادا کیے، تیسرا وہ شخص جس نے اپنی باندی کو بہترین علم وادب کے زیور سے آراستہ کیا، پھر اسے آزاد کر کے اچھی جگہ شادی کروائی تو ایسے آدمی کو بھی دوگنے اجر سے نوازا جائے گا۔

عن أبی موسی –رضی الله عنه– قال: قال رسول الله –صلی الله علیه وسلم–: ثلاثة لهم أجران: رجل من أهل الکتاب آمن بنبیه وآمن بمحمد – صلی الله علیه وسلم– والعبد

المملوك إذا أدى حق الله وحق مواليه، ورجل كانت عنده أمة يطؤها فأدبها فأحسن أدبها وعلمها فأحسن تعليمها ثم أعتقها فتزوجها فله أجران.

کبھی ارشاد ہوتا ہے:

بڑا خوش نصیب ہے وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ خیر کے پھیلنے اور شر کے رکنے کا ذریعہ بنائے۔

فطوبى لمن جعل الله مفاتيح الخير على يديه، وويل لمن جعل الله مفاتيح الشر على يديه. (سنن ابن ماجه)

کبھی یوں لب کشا ہوئے:

وہ آدمی جنت میں بے خطر چلا جائے گا جو سلام پھیلائے، کھانا کھلائے اور راتوں کو جب لوگ خوابِ غفلت میں سرشار ہو اللہ کے سامنے راز و نیاز کی باتیں کرے:

يَاايها الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا والناس نيام تدخلوا الجنة بسلام. (ترمذى، ابواب الرقائق)

تو کبھی اِنذار کا اَنداز اپنا کر لوگوں کو متنبہ کیا کہ: پانچ چیزوں سے قبل پانچ چیزیں غنیمت جانو: اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی تندرستی کو بیماری سے پہلے، مالداری کو فقر سے پہلے، فرصت کو مشغولی سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

عن ابن عباس أن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم قال لرجل وهو يعظه: اغتنم خمسا قبل خمس: شبابك قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحياتك قبل موتك. (رواه أحمد فى مسنده)

کبھی فرمایا:

وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جو قطع رحمی کے جرم کا مرتکب ہو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یدخل الجنۃ قاطع رحم. (رواہ الترمذی)

کبھی اس طرح وعید سنا کر دھمکایا گیا: وہ مؤمن نہیں جو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

وعن ابن عباس – رضی اللّٰہ عنہما – قال: سمعت رسول اللہ – صلی اللہ علیہ وسلم – یقول: لیس المؤمن بالذی یشبع وجارہ جائع إلی جنبہ.

اسی ترغیب وتبشیر کا ایک پہلو جنت کی بشارت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہؓ کو ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت سنائی تھی، جن میں عشرۂ مبشرہ معروف ہیں؛ ان کے علاوہ اور بھی صحابۂ کرامؓ کو متفرق طور پر بشارت سنائی ہے اور یہ سلسلۂ بشارت صرف حضرات صحابہؓ تک ہی محدود نہ رہتے ہوئے صحابیاتؓ تک متجاوز ہوتا گیا اور انھیں بھی مختلف مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت سنائی، جن کا تذکرہ مختلف احادیث میں موجود ہے۔

یہ رسالہ بھی انھیں متفرق مبشرات بالجنۃ کے ذکرِ خیر میں ترتیب دیا گیا ہے۔

سرِدست اس کتاب میں ہم پندرہ صحابیاتؓ کے ذکر سے بزم سجائیں گے، ویسے ان جنّتی صحابیاتؓ میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بناتِ طاہرات اور بعض ازواجِ مطہرات بھی شامل ہیں؛ مگر ان کا تذکرہ مستقل کتاب ''بناتِ طیبات'' اور ''ازواجِ مطہرات'' میں آنے والا ہے؛ اس لیے اس فہرست میں ان کا نام شامل نہیں کیا گیا ہے۔ نیز ہمارا دعویٰ یہ بھی نہیں کہ براہِ راست نبوت سے جنت کی بشارت پانے والی صحابیات صرف اور صرف پندرہ ہی ہیں بلکہ اس سلسلے میں ہم نے عرب کے مشہور عالم دکتور احمد خلیل جمعہ کی کتاب نساء مبشرات بالجنّۃ کو سامنے رکھا ہے، اس میں جتنے نام تھے تقریباً وہی نام یہاں بھی رکھے گئے ہیں۔

اس شمارے کے لیے مقالات کا انتخاب ایک بڑے مسابقے کے ذریعے کیا گیا جس میں درجۂ علیا کے متعدد طلبہ نے حصہ لیا، پھر منتخب شدہ مقالات کو نگران استاد کی نظر سے گزار کر اب طباعت کے حوالے کیا جا رہا ہے۔

اس موقع سے بندۂ ناچیز اپنا ذاتی فریضہ سمجھتا ہے کہ ''الدین'' کے سرپرست سیدی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری ادام اللہ فیوضہم علینا، مشفق و کرم فرما حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ سملکی دامت برکاتہم، شعبۂ تقریر و تحریر کے روحِ رواں استاذی المکرّم حضرت اقدس مفتی ابوبکر پٹنی صاحب زید مجدہ، مفید مشوروں اور حوصلہ افزائیوں سے نوازنے والے اساتذۂ کرام، خیر خواہوں، محسنوں اور 'الدین' کے ذمے دار طلبہ سمیت جملہ مقالہ نگار طلبہ کا شکریہ ادا کروں کہ ان سب حضرات کی مشترکہ محنت، جدو جہد، توجہات اور دعاؤں سے یہ خصوصی شمارہ تیار ہو کر زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ دامے، درمے، قدمے، سخنے؛ ہر قسم کی اعانت کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے، علم و عمل اور صلاح و تقویٰ سے نوازے، مزید خدماتِ علمیہ و دینیہ کے لیے موفق فرمائے اور ہمارے بہی خواہ اساتذۂ کرام اور اکابرین کے سایۂ شفقت کو بعافیت و سلامت تا دیر ہم خُردوں کے سر پر قائم دائم فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

کتبہ: معاذ عبد الرزاق چارولیہ
خادم شعبۂ تقریر و تحریر جامعہ ڈابھیل
مورخہ ۱۵/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ، وقت: شب ساڑھے بارہ بجے

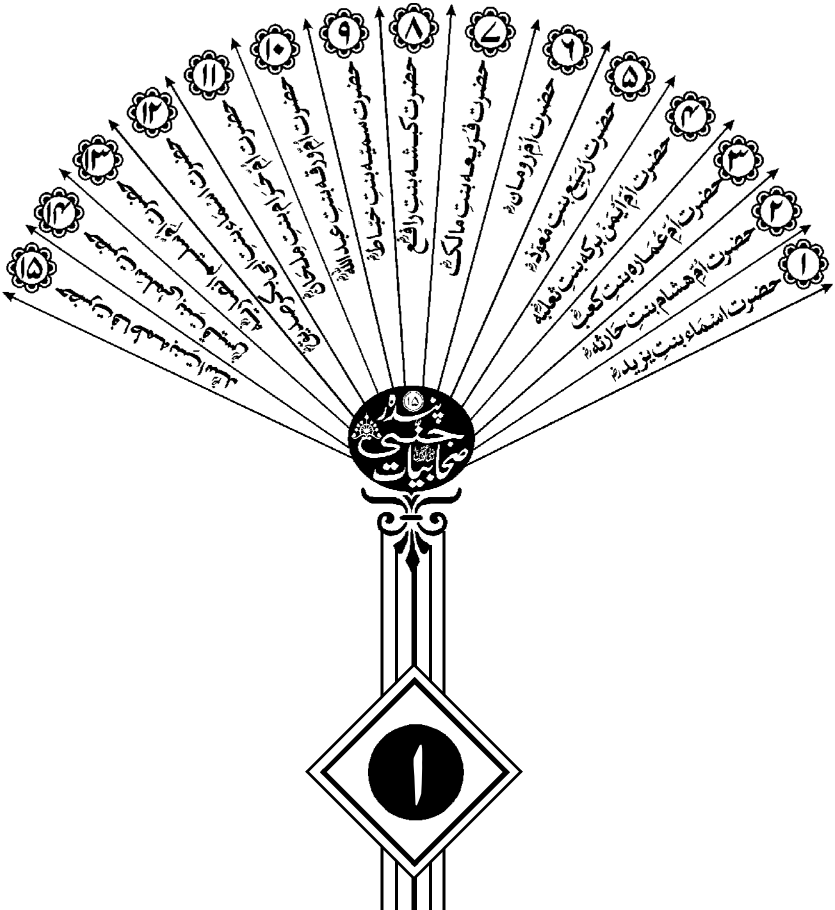

حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

نام	:	اسماء بنت یزید
کنیت	:	اُمّ سلمہ واُمّ عامر
لقب	:	خطیبۃ النساء
قبیلہ	:	قبیلۂ اوس کا خاندان۔ بنوعبدالاشہل سے تعلق رکھتی تھیں۔
قبولِ اسلام	:	ہجرتِ نبوت سے پہلے پورے قبیلے کے ہمراہ اسلام قبول کرلیا تھا۔
خصوصیات	:	سرکار ﷺ کی نہایت معتمد اور محبوب تھیں، دینی مسائل کے دریافت کرنے میں خواتین کی ترجمان شمار ہوتی تھیں، صحابیات میں حضرت عائشہؓ واُمّ سلمہؓ کے بعد سب سے زیادہ حدیثیں روایت کرنے کا شرف انھیں حاصل رہا۔
خدمات	:	بہت سے غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ جنگ یرموک میں بھی شریک رہیں۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کی بھی بہت خدمتیں کی ہیں۔
وفات	:	یزید بن معاویہ کے دورِ حکومت میں انتقال ہوا اور دمشق میں باب الصغیر پر واقع قبرستان میں آسودۂ خواب ہیں۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا

عبدالرحیم کشمیری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہم پرستی، قبر پرستی، جاہلانہ مراسم، غم وشادی کے مواقع پر مسرفانہ مصارف اور جاہلیت کے دوسرے آثار صرف اور صرف اس لیے ہمارے گھروں میں زندہ ہیں کہ آج مسلمان بیٹیوں کے قالب میں تعلیماتِ اسلامی کی روح مردہ ہوگئی ہے، شاید اس کا سبب یہ ہوا کہ ان کے سامنے مسلمان عورت کی زندگی کا کوئی مکمل نمونہ نہیں، ایک مسلمان عورت کے لیے صحابیات کی سیرت میں اس کی زندگی کے تمام تغیرات، انقلابات اور مصائب، شادی بیاہ، رخصتی، سسرال شوہر، خانہ داری؛ غرض اس کے ہر موقع اور ہر حالت کے لیے تقلید کے قابل نمونے موجود ہیں جس سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ایک مسلمان عورت کی زندگی کا حقیقی آئینہ کیا ہے:

وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے گردشِ دوراں

زیرِ نظر اوراق گلشنِ صحابیات میں سے ایک گلِ چیدہ میں حضرت اسماء بنت یزیدؓ کی حیاتِ مبارکہ کے چند نقوش پیش کیے جارہے ہیں:

نام ونسب اور خاندان

آپ کا نام: اسماء، کنیت: اُمّ سلمہ اور اُمّ عامر ہے۔ آپ کے والد کا نام: یزید، اور دادا کا نام سکن ہے۔ پورا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: اسماء بنتِ یزید بن سکن بن رافع بن امرؤ القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن حزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ آپؓ کا تعلق انصار کے دو مشہور قبلیوں: اوس وخزرج میں سے اوس کے

خاندان بنوعبد الاشہل سے ہے۔آپ کی والدہ کا نام: امِ سعد بنت خریم اشہلیہ ہے۔ آپ کے خاوند کا نام حضرت ابوسعید انصاری ہے۔آپ کی اولاد کے تعلق سے کتبِ سیر وتاریخ میں کوئی وضاحت نہیں ملتی۔جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت معاذ بن جبلؓ آپ کے چچازاد بھائی ہوتے ہیں۔آپ کے والد یزید بن سکن کوایک روایت کے مطابق صحابی بتایا گیاہے؛لیکن یہ حتمی اور فیصلہ کن بات نہیں ہے۔چوں کہ عام اصحابِ سیر اس بارے میں خاموش ہیں؛البتہ یزید کے سگے بھائی (حضرت اسماءؓ کے چچا) حضرت زید بن سکن اوران (یزید) کے بھتیجے حضرت عمارہ بن زیادؓ نہایت مخلص اور قدیم الاسلام صحابی تھے۔اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماءؓ کی بہن اُمّ بُجید حواء بنت یزید بن سکن بھی ان کے ہمراہ مشرف بہ اسلام ہوئیں تھیں اور یہ ان صحابیات میں سے ہیں جو بیعتِ رضوان میں شریک ہوئیں۔

(نساء حول الرسول:ص۲۰۰،سیر الصحابیات:ص۱۶۶،صحابیات:ص۱۸۱،تذکارِ صحابیات:ص۴۳-۴۴،صحابیات:۱۰۴)

آپؓ کا گھرانہ قبیلۂ اوس کا شریف اور معزز ترین گھرانہ تھا۔سرداری، سرفرازی، شرافت، زعامت اورقبائل کی سیادت وراثتاً چلی آرہی تھی۔آپ کا سلسلۂ نسب ’امرؤ القیس‘ پرسید الاوس صدیقِ انصار حضرت سعد بن معاذؓ سے اور ’رافع‘ پرجلیل القدر صحابی اسید بن حضیر الکتائب اشہلی سے جاملتا ہے۔حضرت سعدؓ رشتہ میں آپؓ کے چچا اور حضرت اسید بھتیجے ہوتے ہیں۔

سیدہ حضرت اسماءؓ بڑی دانشور، دیندار اور فصیح و بلیغ خاتون تھیں۔عورتوں میں کوئی آپ کے پائے کی فصیح و بلیغ خاتون نہ تھی، آپ نہایت زود فہم اورحسّاس تھیں، جہاد سے بڑا عشق اورلگاؤ تھا، نیز خطابت میں بھی بڑی مہارت تھی؛اسی خوبی کی وجہ سے ’خطیبۃ النساء‘ کے نام سے مشہور ومعروف تھیں۔ (حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو:ص۱۷۱،تذکارِ صحابیات:۵۰۲)

قبولِ اسلام، بیعت اوراس کا پس منظر

تاجدارِ مدینہ ﷺ نے مکے سے رختِ سفر باندھ کر مدینۂ منوّرہ میں نزولِ اجلال

فرمایا، آپ ﷺ کے مدینہ میں جلوہ افروز ہوتے ہی باشندگانِ مدینہ میں سے جو لوگ بیعتِ عقبہ سے پیچھے رہ گئے تھے آپ ﷺ کے حضور آئے اور زیارت و بیعت کا سلسلہ چل پڑا۔ ایک دن سرورِ دوعالم ﷺ اپنے اصحابِ کرام کے درمیان رونق افروز تھے کہ خواتین کی ایک جماعت خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی، جن کی نمائندگی کے فرائض حضرت اسماءؓ انجام دے رہی تھیں، عرض پیرا ہوئیں: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں مسلمان عورتوں کی طرف سے ایک پیغام لے کر آئی ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مرد و زن سب کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا ہے۔ ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے ہیں؛ لیکن عورتوں اور مردوں کی حالت میں بڑا فرق ہے، عورتیں گھروں کے اندر رہتی ہیں؛ اس لیے مردوں کی طرح نماز باجماعت، نمازِ جمعہ اور نمازِ جنازہ میں شریک نہیں ہوسکتیں اور نہ حج اور جہاد میں عمومی طور پر حصہ لے سکتی ہیں؛ البتہ جب مرد باہر ہوتے ہیں تو وہ ان کی اولاد کی پرورش کرتی ہیں، ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کے اہل وعیال کے لباس و پوشاک کے لیے چرخہ کاتتی ہیں اور کپڑا بُنتی ہیں، کیا عورتوں کو بھی مردوں کے کارہائے خیر کا اجر وثواب ملے گا؟ رحمتِ عالم ﷺ اس خاتون کی فصاحت وبلاغت اور زورِ بیان سے بہت متأثر ہوئے۔ اس اندازِ گفتگو نے حضور ﷺ کو سوچنے پر مجبور کردیا، حضور ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کی جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: کیا تم نے کبھی دین کے بارے میں کسی عورت سے ایسی شاندار گفتگو سنی ہے؟ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے تو گوشۂ خیال میں بھی نہ آیا تھا کہ ایک عورت بھی ایسی گفتگو کرسکتی ہے۔ بہ خدا! اس عورت نے تو کمال کردیا۔ نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت اسماء بنتِ یزید بن سکنؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: اُن خواتین کو جاکر میرا یہ پیغام سنا دو جن کی تم نمائندہ بن کر آئی ہو کہ عورت کے لیے شوہر کی رضا جوئی بہت ضروری ہے، اگر ایک عورت فرائضِ زوجیت ادا کرتی ہے اور شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری کرتی ہے تو اس کو بھی مرد کے برابر اجر ملے گا۔ یہ فرمان سن کر آپؓ فرطِ

مسرت سے جھوم اٹھیں اور وفورِ مسرّت سے ''لا الٰہ الا اللہ'' کا صدا لگاتی ہوئی خواتین کے اس گروہ میں جا پہنچیں جس کی وہ نمائندگی کر رہی تھیں۔

مسندِ احمد میں ہے کہ حضرت اسماءؓ کے ساتھ ان کی خالہ بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں، انہوں نے ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور انگوٹھیاں پہن رکھیں تھیں، حضور ﷺ کی نظر ان پر پڑی تو پوچھا: ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ بولیں: نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم کو پسند ہے کہ آخرت کے دن خدا ان کے بدلے تمھیں آگ کے کنگن پہنائے؟ حضرت اسماءؓ نے اپنی خالہ سے کہا: خالہ! انھیں اتارو۔ انہوں نے سارے زیور اتار کر پھینک دیے اس کی پروا کیے بغیر کہ اسے کوئی دوسرا لے لے گا۔ پھر حضرت اسماءؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم زیور نہ پہنیں تو شوہر کی نظروں سے گر جائیں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو پھر چاندی کے زیورات بنواؤ اور ان پر زعفران مَل دو کہ سونے کی چمک پیدا ہو جائے۔

اس کے بعد حضرت اسماءؓ نے دوسری خواتین کے ہمراہ سرورِ دو عالم ﷺ سے بیعت کی اجازت چاہی اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنا دستِ مبارک بڑھائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا؛ البتہ تم ان باتوں کا اقرار کرو: (۱) اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی (۲) چوری نہ کرو گی (۳) کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ گی (۴) زنا سے بچو گی (۵) کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگاؤ گی (۶) اچھی باتوں سے انکار نہ کرو گی، تو بیعت ہو جائے گی۔ حضرت اسماءؓ اور ان کے ساتھ آنے والی تمام خواتین نے صدقِ دل سے ان مذکورہ بالا باتوں کا اقرار کیا اور اپنے گھر چل دیں۔

فقد ذكر عمرو بن قتادة قال: أول من بايع النبي ﷺ أم سعد بن معاذ كبشة بنت رافع وأم عامر بنت يزيد بن السكن وحواء بنت يزيد بن السكن.

ترجمہ: حضرت عمرو بن قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ: انصاری خواتین میں سب سے پہلے اُمِ معاذؓ کی والدہ، کبشہ بنت رافعؓ، اُمّ سلمہ بنتِ یزید بن سکن اور حواء بنت یزید بن

سکنؓ نے رسولِ اقدس کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ حضرت اسماءؓ اکثر و بیشتر اس اعزاز پر فخر کا اظہار کیا کرتی تھیں۔ (تذکارِ صحابیات: ص۴۰۲-۴۰۴-۴۰۵، صحابیات مبشرات: ص۳۲۸)

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ عام روایتوں کے مطابق حضرت اسماء بنتِ یزیدؓ نے ہجرتِ نبوی کے بعد اسلام قبول کیا؛ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرت سے قبل مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں؛ کیوں کہ تمام اہلِ سیر اس بات پر متفق ہیں کہ بیعتِ عقبۂ کبیرہ سے پہلے حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں سید الاوس حضرت سعد بن معاذ اور بنو عبد الاشہل کے دوسرے سردار حضرت اسید بن حضیر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے تھے اور ان دونوں کے اثر و رسوخ کی بدولت سوائے ایک دو آدمیوں کے ان کا سارا قبیلہ بھی اسی وقت سعادت اندوزِ اسلام ہو گیا تھا، عین ممکن ہے کہ آپ بھی اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئی ہوں جیسا کہ آپ کی مذکورہ تقریر سے بھی اس جانب اشارہ ملتا ہے۔ (تذکارِ صحابیات: ص۴۰۳-۴۴۴)

غزوات میں شرکت اور جنت کا پروانہ

حضرت اسماءؓ بنتِ یزید کا شمار ان نامور خواتین میں ہوتا ہے جو میدانِ کارزار میں پیش پیش نظر آئی، آپ اور آپ کے خاندان والوں نے ناقابلِ فراموش کارہائے نمایاں انجام دیے۔ حضرت اسماءؓ ایسے خاندان کی چشم و چراغ تھیں جنھوں نے اپنے آپ کو دفاعِ رسالت کے لیے وقف کر رکھا تھا اور جو دینِ حق کی خاطر اپنی جان و مال قربان کرنے کے لیے ہمہ تن کمر بستہ رہتے تھے۔ غزوۂ احد میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ دشمن نے حضور ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر لیا، اتنے میں انصار کی ایک جماعت آگے بڑھی جن میں خاندانِ سکن پیش پیش تھا، انہوں نے اس انداز سے دفاع کیا کہ عام طور پر اس طریقہ سے دفاع کرنے والا مغلوب نہیں ہوتا۔

مسلم شریف میں حضرت انسؓ کے حوالے سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ

اُحد میں سات انصاری اور دو قریشوں کے ساتھ الگ تھلگ رہ گئے، جب وہ آپ کے قریب آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو بھی دشمن کو ہم سے دور ہٹائے گا اس کے لیے جنت ہے، یا یہ فرمایا کہ: وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ یہ انصار میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کر گیا۔ اسی طرح ایک اور انصاری بڑھے یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہوگئے۔ اسی طرح سات انصاری حضور ﷺ کے دفاع میں لڑتے ہوئے مالکِ حقیقی سے جا ملے، رسول اللہ ﷺ نے یہ دلدوز منظر دیکھ کر ارشاد فرمایا: ہمارے صحابہؓ نے ہمارے ساتھ کس اخلاص کا ثبوت فراہم کیا۔ ان سات شہداء میں ساتویں نمبر پر آگے بڑھنے والے حضرت اسماءؓ کے چچا زاد بھائی عمارہ بن زیاد بن السکن تھے۔ ان جانبازوں میں ایک حضرت اسماءؓ کے چچا زیاد بن سکن اور آپؓ کے بھتیجے عمارہ بھی تھے، حضرت عمارہ نہایت ثابت قدمی سے لڑتے رہے، ان کے جسم پر تیرہ زخم لگ چکے تھے؛ لیکن پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے، آخر چودھویں زخم کے ساتھ طاقت جواب دے گئی اور گر پڑے، مشرکین ان پر حملہ آور ہوئے۔ اتنے میں لشکرِ اسلام کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی طرف آگے بڑھی اور انہوں نے مشرکین کو حضرت عمارہؓ سے دور ہٹایا اور آپ کو حضرت عمارہؓ کے زخمی ہو کر گر پڑنے کی اطلاع دی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے میرے قریب لاؤ۔ انہیں اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لٹا دیا گیا، انہوں نے فوراً رخسار کو رسول اللہ ﷺ کے پائے مبارک پر رکھ دیا، اسی حالت میں روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دِل کی حسرت یہی آرزو ہے

جب حضرت اسماءؓ کو والد، بھائی اور چچا زاد بھائی عمارہ بن یزیدؓ کی شہادت کے بارے میں بتایا گیا تو آپؓ اُس وقت بھی سرورِ دو عالم ﷺ کا حال پوچھ رہی تھیں کہ آقا کس حال میں ہیں؟ اتنے میں حضور ﷺ وہاں سے گزرے تو آپؓ نے بنفسِ نفیس حضور ﷺ کو دیکھ لیا، دیکھتے ہی اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یوں گویا ہوئیں: ”کل مصيبة بعدك

جـلـل“ آپ کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔قربان جائیں حضرت اسماءؓ پر، نعشوں کے اس ڈھیر کو دیکھ کر بھی نہ حضور ﷺ کو بھولیں اور نہ ہی جذبۂ جہاد میں کوئی کمی آئی؛ بلکہ مزید اضافہ ہی ہوتا۔

غزوۂ خندق

غزوۂ خندق میں بھی آپؓ شریک رہیں۔اسی غزوۂ خندق کے موقع سے آپؓ نے ایک تھال میں کھجور اور گھی کا بنا ہوا مرغوب کھانا رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیجا، اس وقت آپ ﷺ اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہؓ کے پاس تھے۔حضرت اُمّ سلمہؓ نے ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے غزوۂ خندق میں شریک مجاہدین کو کھانے کی دعوت دی، سب نے سیر ہو کر کھایا؛ لیکن کھانا جوں کا توں باقی رہا۔

نیز ان کے علاوہ آپ ﷺ فتحِ مکہ، صلحِ حدیبیہ و بیعتِ رضوان، غزوۂ خیبر، غزوۂ حنین وغیرہ میں بھی شریک رہیں۔مؤرخین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ آپؓ جنگِ یرموک میں بھی شریک تھیں۔

جنگِ یرموک

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں یرموک کا خوفناک معرکہ پیش آیا۔شوقِ جہاد نے آپؓ کو اس موقع پر بھی پیچھے نہ رہنے دیا، آپ ﷺ اپنے خاندان کے ہمراہ اس لڑائی میں شریک ہوئیں اور بڑی بہادری اور جانبازی سے لڑتی رہیں، نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ عیسائی مسلمانوں پر حملہ کرتے کرتے عورتوں کے خیمے تک آ پہنچے، حضرت اسماءؓ اور دوسری مسلمان خواتین نے خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر دشمن پر کاری وار کیا اور بھاگتے ہوئے مردوں کو غیرت دلائی، عورتوں کو اس سرفروشی کے ساتھ لڑتے دیکھ کر مرد حضرات ہمّت کر کے واپس پلٹے اور عورتوں کے ساتھ مل کر دشمن پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور

ہونا پڑا۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ: آپ ﷺ نے تنِ تنہا اپنی لکڑی سے نو رومیوں کو واصلِ جہنم کیا۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا:۵۵۸،صحابیات:۱۰۶-۱۰۷،صحابیات مبشرات:۳۳۳)

اوصاف وکمالات اور خصوصیات

حضرت اسماءؓ کو سرورِ دو عالم ﷺ سے انتہائی درجہ کی عقیدت ومحبت تھی، اکثر و بیشتر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں، احادیثِ مبارکہ سنتیں اور فقہی احکامات سے آگاہی حاصل کرتیں۔

فقاہت کی بین مثال

آپؓ کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب بھی دربارِ رسالت میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا تو دین کے متعلق ضرور استفسار فرماتیں۔ امام مسلمؒ نے ابراہیم بن مہاجر مکیؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت صفیہؓ سے سنا، وہ سیدہ عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ: ایک دفعہ حضرت اسماء بنت یزیدؓ نے نبی کریم ﷺ سے غسلِ حیض کے بارے میں پوچھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: حائضہ عورت جب حیض سے فارغ ہو تو پانی میں بیری کے پتے اُبال لے، پھر وہ غسل کے لیے اپنے سر پر پانی ڈالے اور سر کے بالوں کو خوب اچھی طرح مل لے، یہاں تک کہ پانی کا اثر پورے سر کے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، پھر پانی ڈالے، ساتھ ہی خوشبو لگی ہوئی روئی سے صفائی حاصل کرے، انہوں نے پوچھا کہ: وہ عورت کس طرح اس جگہ کو پاک کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! (میں کیا بتلاؤں) بس صفائی حاصل کر لیوے، تو حضرت عائشہؓ نے ان کو آہستہ سے کہا کہ روئی کو مقامِ حیض پر پھرا لے (گویا وہ بات چھپا رہی تھی تا کہ حاضرین نہ سن سکیں اور مخاطبہ سن لیں)

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے غسلِ جنابت کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت پانی سے اچھی طرح متأثرہ جسمانی

مقامات کو صاف کرے، پھر وہ اپنے سر پر پانی ڈال کر خوب اچھی طرح دھولے؛ یہاں تک کہ پانی بدن کے تمام حصوں پر پہنچ جائے، پھر وہ پانی اپنے سارے جسم پر اُنڈیلے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: انصاری خواتین بڑی بہتر ثابت ہوئی ہیں کہ دینی احکامات سمجھنے میں حیا ان کے مانع نہیں ہوتی۔

دلہن رسول ﷺ کی سہیلی

شوال ۱ھ میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی عمل میں آئی، چنانچہ حضرت اسماءؓ اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئیں اور حضرت عائشہؓ کا بناؤ سنگار کیا، اسی وجہ سے لوگ حضرت اسماءؓ کو 'اسماء مقینہ' کہہ کر پکارتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ انصاری عورتیں -جن میں حضرت اسماءؓ بھی تھیں- دلہنِ رسول ﷺ کو لینے کے لیے حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئیں، حضرت اُمّ رومانؓ حضرت عائشہؓ کو سنوار کر کمرے میں لے گئیں، جہاں انصار کی عورتیں دلہنِ نبوت کی منتظر تھیں، حضرت عائشہؓ اندر داخل ہوئیں تو انصاری خواتین نے "علی الخیر والبرکة وعلی خیر طائر" یعنی تمہارا آنا خیر و برکت اور فالِ نیک ہو، کہہ کر آپ کا پُرتپاک استقبال کیا۔

خود حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں بھی وہاں موجود تھی۔ حضور ﷺ نے پیالہ سے تھوڑا سا دودھ پی کر حضرت عائشہؓ کی طرف بڑھایا، وہ شرمانے لگیں، میں نے کہا: یہ سنہرے موقعے روز روز نہیں آتے، حضور جو دیتے ہیں اُسے ہاتھوں ہاتھ لے لیا کرتے ہیں، اسے واپس نہ کرو۔ چنانچہ انھوں نے شرماتے شرماتے دودھ لے لیا اور ایک گھونٹ پی کر آپ ﷺ کو واپس کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو دیا، انہوں نے پیالہ کو گھٹنے پر رکھ کر گردش دینا شروع کیا کہ جس طرف سے آنحضرت ﷺ نے نوش فرمایا تھا وہاں منہ لگ جائے، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی سہیلیوں کو بھی دو، سہیلیوں نے جواب دیا

کہ: ہم کو اس وقت خواہش نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا تجمعن جوعا و کذبا“ بھوک کے ساتھ جھوٹ بھی۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ۳۲-۳۴، تذکارِ صحابیات: ۴۶)

حضور ﷺ آپؓ کے مکان پر

آپؓ فرماتی ہیں کہ: ایک روز رسولِ اقدس ﷺ مغرب کے وقت میرے گھر تشریف لائے، ہمارے گھر کے صحن میں بنی ہوئی مسجد میں نمازِ مغرب ادا کی، نماز سے فراغت ہوئی تو میں نے حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ شوربا اور کچھ چپاتیاں پیش کیں، اور عرض کیا کہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ رات کا کھانا تناول فرمائیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو حکم دیا کہ تم بھی اللہ کا نام لے کر کھاؤ، رسول اللہ اور آپ کے ساتھ آنے والے صحابۂ کرامؓ اور اہلِ خانہ نے کھانا تناول کیا، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، سالن اور چپاتیاں پھر بھی بچ گئیں، جب کہ کھانے والے تقریباً چالیس افراد ہوں گے۔

تبرکِ رسول ﷺ اور حضرت اسماءؓ

حضرت اسماءؓ نے وہ پیالہ جس میں حضور ﷺ کو سالن دیا تھا صاف کر کے رکھ لیا تھا، جب کوئی بیمار ہوتا تو اس میں پانی ڈال کر اسے پلایا جاتا تو وہ مریض بھلا چنگا ہو جاتا اور بہت سی مرتبہ برکت حاصل کرنے کی غرض سے بھی اس سے پانی پیا جاتا تھا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مشکیزہ سے پانی بھی نوش فرمایا تھا، حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں: میں نے اس مشکیزے کو سنبھال کر رکھ دیا، جب کوئی بیمار ہو جاتا تو ہم اس مشکیزہ سے اس کو پانی پلاتے اور کبھی کبھار ہم بھی حصولِ برکت کے لیے اس سے پانی پیتے تھے۔

پہلی مطلقہ

آپؓ بیان فرماتی ہیں کہ: رسولِ اقدس ﷺ کی زندگی میں مجھے طلاق دے دی گئی، مجھ سے پہلے مطلقہ عورت کے لیے کوئی عدت مقرر نہ تھی، جب مجھے طلاق دی گئی تو اللہ

تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ.

(سورۂ بقرہ: ۲۲۸، صحابیات مبشرات: ص ۳۳۱)

علّامہ ابنِ کثیرؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اس طرف اشارہ کیا ہے، ابنِ کثیرؒ کا کہنا ہے کہ ابوحاتم کی ایک غریب روایت ہے کہ یہ آیت حضرت اسماء بنتِ یزید بن سکنؓ کے بارے میں نازل ہوئی، اس سے پہلے طلاق کی عدت نہ تھی، سب سے پہلے عدت کا حکم ان ہی کی طلاق کے بعد نازل ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر اردو: ۹۵)

مہمان نوازی

آپؓ بڑی مہمان نواز اور خدمت گزار تھیں۔ ایک مرتبہ مشہور تابعی شہر بن حوشبؒ آپ کے گھر آئے، آپ نے بڑی محبت وشفقت سے کھانا پیش کیا، انھوں نے کھانے سے عذر کیا، حضرت اسماءؓ نے بڑے فصیحانہ انداز میں حضور ﷺ کا ایک واقعہ بیان کر کے کہا: اب کوئی عذر؟ چنانچہ انھوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور ضیافتِ اسماءؓ پر لبیک کہا۔

(تذکارِ صحابیات: ۴۰۹)

خوفِ خدا اور فکرِ آخرت

آپؓ اکثر کاشانۂ نبوت میں حاضر رہتیں۔ ایک مرتبہ آنحضور ﷺ نے دجال کا ذکر کیا، گھر میں کہرام مچ گیا، آپ زار وقطار رونے لگیں۔ حضور ﷺ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے، کچھ دیر بعد آپ ﷺ دوبارہ تشریف لائے، تو حضرت اسماءؓ کی شدتِ گریہ بہ دستور قائم تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسماءؓ اتنی کیوں روتی ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ! ہم سے تو اتنی بھوک بھی برداشت نہیں ہوتی کہ لونڈی اطمینان سے آٹا گوندھ کر روٹی پکالے، دجال کے عہد میں جو قحط پڑے گا ہم ایمان پر کیسے ثابت قدم رہیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس وقت اللہ کے ذکر کی کثرت بھوک سے بچالے گی۔ پھر انہیں دلاسہ دیا کہ: گریہ وزاری کی ضرورت نہیں ہے، اگر میں اُس وقت زندہ رہا تو مسلمانوں کی حفاظت کے

لیے سینہ سپر ہو جاؤں گا، اگر دجّال کا ظہور میرے بعد ہوا تو ہر مسلمان کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود کرے گا۔

عینی گواہ

آپؓ حضور ﷺ سے بے انتہا محبت رکھتی تھیں، اکثر اوقات دربارِ رسالت میں حاضر رہتیں اور اکتسابِ فیض فرماتیں۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی اونٹنی 'عصباء' کی مہار تھامے کھڑی تھیں کہ سلسلۂ وحی شروع ہو گیا۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ: اونٹنی وحی کے بوجھ سے دبی جا رہی تھی، مجھے ڈر لاحق ہوا کہ کہیں اس کی ٹانگیں نہ ٹوٹ جائیں۔

(تذکارِ صحابیات: ص۴۰۸، سیر الصحابیات، ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا)

محدثانہ شان

آپؓ احادیثِ نبویہ کی حافظہ بھی تھیں، جو بات حضور ﷺ سے سنتیں اسے ازبر کر لیتیں، مزید برآں آپؓ کو علم سے بہت زیادہ شغف تھا، یہی وجہ ہے کہ انصاری خواتین میں آپؓ کو سب سے زیادہ احادیثِ مبارکہ روایت کرنے کا شرف حاصل ہے؛ بلکہ تمام ہی خواتین میں حضرت عائشہؓ وام سلمہؓ کے بعد سب سے زیادہ مرویات آپؓ کی ہیں۔ تقریباً آپؓ نے نبی کریم ﷺ سے ۱۸۱/احادیث روایت کیں۔ امام بخاریؒ نے حضرت اسماءؓ کے حوالے سے ایک روایت اپنی کتاب 'الادب المفرد' میں بیان کی ہے، ابنِ عساکر نے حضرت اسماءؓ کے روایت کرنے کی عمدگی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ: حضرت اسماءؓ نے نبی کریم ﷺ سے بہت عمدہ احادیث بیان کی ہیں۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت اسماءؓ نے تمام احادیث براہِ راست نبی کریم ﷺ سے بیان کی ہیں۔ (صحابیات: ص۱۰۸)

مرویاتِ اسماءؓ اور ان کی ایک جھلک

آپؓ کی مرویات کی تعداد ۸۱ ہے، جنھیں اسحاق بن راشد، شہر بن حوشب، مہاجر

بن ابی مسلم، مجاہد بن جبیر اوران کے بھانجے محمود بن عمرو الانصاری وغیرہ کو روایت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ سنن ابی داؤد، ابنِ ماجہ، ترمذی وغیرہ میں آپ کی مرویات موجود ہیں۔ تفسیر، اسبابِ نزول، احکام، شمائل، مغازی، سیرت اور فضائل پر مشتمل ہیں، نیز سیرت اور فقہ کے ضمن میں بھی آپؓ کی مرویات آئی ہیں۔

قالت: سمعتُ رسول اللہ ﷺ یقول: "إن اللہ یغفر الذنوب جمیعا ولا یبالی.

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اسے کوئی پروانہیں ہوتی۔

عن اسماء آن رسول اللہ ﷺ قال لأم سعد بن معاذ: ألا یرقأ سمعكِ ویذهب حزنكِ بأن ابنك أولُ مَن ضحكَ اللہ له واهتزَّ له العرش.

ترجمہ: کیا اس خوش خبری کو سن کر تمہارا غم دور نہ ہوگا اور تمہارے آنسو تھم نہ جائیں گے کہ تمہارا لختِ جگر وہ پہلا باسعادت انسان ہے جس کی خاطر اللہ جل جلالہٗ نے ضحک فرمایا اور جس کی آمد پر عرش جھوم اٹھا۔

وروت أسماء أیضاً أن النبی ﷺ قال: اسم اللہ الأعظم فیما بین الایتین.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیتوں ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰه وَّاحِد لَااِلٰه اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰن الرَّحِیم.

الٓمّٓ اَللّٰه لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوم.

ابنِ ماجہ میں آپ کے حوالے سے یہ روایت مذکور ہے:

ان النبی ﷺ وسلم توفی ودرعة مرهونة عند یهودی بطعام.

ترجمہ: نبیٔ کریم ﷺ نے وفات پائی دراں حالیکہ آپ کی زرہ اناج کے بدلے ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔

ابونعیم اصفہانی اپنی کتاب 'الحلیۃ' میں رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: جس نے دو دینار چھوڑے گویا اس نے دو داغ چھوڑے۔

(صحابیات طیبات:ص۱۱۰، حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو:۱۷۶)

سفرِ آخرت

آپؓ نے بڑی لمبی عمر پائی۔ حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ یرموک کے بعد ایک لمبے زمانہ تک زندہ رہیں۔ جناب محمود احمد غضنفر نے اپنی کتاب ’حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو‘ میں یہ بات بیان کی کہ آپ جنگِ یرموک میں شریک رہیں، چنانچہ آپ کو معمولی زخم بھی آئے جو جلد ہی ٹھیک ہو گئے، اور آپ اس کے بعد سترہ سال زندہ رہیں۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ: امِ سلمہ اسماء بنت یزید بن السکنؓ، یزید بن معاویہ کے دورِ حکومت تک زندہ رہیں۔ علامہ ذہبیؒ دوسری جگہ رقمطراز ہیں کہ: حضرت اسماءؓ دمشق میں رہائش پذیر ہوئیں اور وہیں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اور باب الصغیر پر واقع قبرستان میں دفن ہوئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

مآخذ و مراجع

(۱) تفسیر ابن کثیر
(۲) بخاری شریف
(۳) مسلم شریف
(۴) نساء مبشرات بالجنۃ
(۵) نساء حول الرسول
(۶) سیدات مبشرات بالجنۃ
(۷) صور من سیر الصحابیات
(۸) سیر الصحابیات
(۹) تذکارِ صحابیات
(۱۰) صحابیات مبشرات
(۱۱) ازواجِ مطہرات و صحابیات انسائیکلوپیڈیا
(۱۲) حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو
(۱۳) صحابیات طیبات
(۱۴) صحابیات

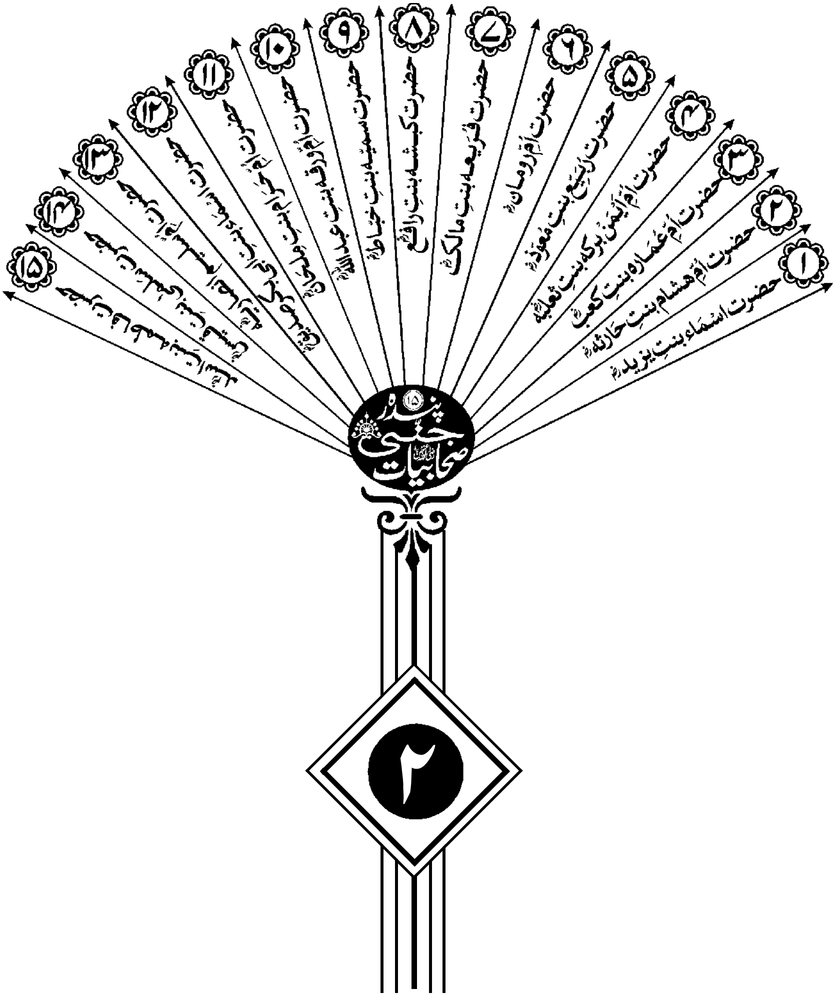

حضرت اُمِّ ہشام بنتِ حارثہ رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

حضرت اُمّ ہشام مشہور صحابی حضرت حارثہ بن نعمانؓ کی صاحبزادی ہیں، والدۂ ماجدہ کا نام اُمّ خالد بنت خالد بن یعیش ہے۔ آپ کے دو بھائیوں عبداللہ اور عبدالرحمٰن اور چار بہنوں عمرہ، سودہ، اُمۃ اللہ اور اُمّ کلثوم کا تذکرہ کتبِ سیر میں ملتا ہے۔ زوجِ محترم کا نام عمارہ بن الحجاب ہے۔

جوں ہی ایمان کی بادِ بہاری مدینہ پہنچی اوّلِ وہلے میں ہی حضرت اُمّ ہشامؓ اور ان کے گھر والوں نے اس کا استقبال کیا اور اس سے بھرپور فیضیاب ہوئے۔ آپ قبیلۂ بنو مالک بن نجار سے تعلق رکھتی ہیں، جس کے ساتھ نبیٔ کریم ﷺ کا ننھیالی رشتہ جڑتا ہے۔ یہی وہ قبیلہ ہے جسے رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے قیام کا شرف بخشا اور جہاں کا ایک خطہ روضۃ من ریاض الجنۃ ہے۔ چونکہ حضرت اُمّ ہشامؓ کو سرورِ کائنات ﷺ کے پڑوسی ہونے کا شرف حاصل تھا؛ اس لیے انھیں گھرانۂ نبوت کو بڑے قریب سے دیکھنے کا موقع ہاتھ لگا۔ دو ڈھائی سال تک تو کاشانۂ نبوت کے ساتھ تنور میں بھی شرکت رہی اور کئی بار کھانا تیار کرکے دربارِ رسالت میں پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ہے۔

آپؓ نے سورۂ قٓ براہِ راست زبانِ اطہر سے سیکھی اور دس یا اٹھارہ روایتیں بھی علی حسب الاختلاف آپؓ سے منقول ہیں۔ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر رسولِ اقدس ﷺ کے دست بابرکت پر بیعت علی الجہاد بھی کیا جو بیعتِ رضوان سے مشہور ہے۔ گویا جہاں ایک طرف آپؓ حافظہ اور محدثہ ہیں وہیں دوسری طرف غازیہ اور مجاہدہ بھی ہیں، اور جہاں 'شجری صحابہ' میں شامل ہونے کی وجہ سے آپؓ کو جہنم سے برأت کا پروانہ ملا ہوا ہے وہیں بہ زبانِ جبرئیل آپ کے اور آپ کے گھرانے کے لیے جنت کی بشارت بھی عنایت ہوئی ہے۔

حضرت ام ہشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا

محمد ثاقب نوادوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہتے ہیں کہ انسان مستقل مزاجی میں بڑا کمزور ثابت ہوا ہے، وہ ماحول کا پروردہ ہے، جیسا ماحول پایا ویسا ہو کر رہ گیا، جس کی معیت اختیار کی اسی کی زُلفوں کا اسیر اور اسی کے نام کی مالا جپنے لگا۔ سچ ہے، حیاتِ انسانی کے سنورنے اور بگڑنے میں صحبت کو بڑا دخل ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں:

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

صحبت ایسی چیز ہے جس سے جاندار تو جاندار بے جان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ ایک دانہ جب خودی کو خاک میں دفن کرتا ہے تو انتہائی خوبصورت کونپل کی شکل میں اُبھرتا ہے۔ ٹہنیاں جب درخت کے ساتھ پیمانِ وفا باندھتی ہیں تو برابر سرسبز و شاداب رہتی ہیں۔ کلیاں جب شاخوں کے دامن سے وابستہ رہتی ہیں تو ایک دن گلِ لالہ کی صورتِ زیبا اختیار کر لیتی ہیں۔

انسان کو بھی جب مہذّب و متمدن معاشرت ملتی ہے، انتہائی باسلیقہ خاندان میں وہ پروان چڑھا ہوتا ہے، بلند پایہ اخلاق کے مالک لوگوں میں اس نے نشو و نما پائی ہوتی ہے تو اس کی زندگی غیر معمولی طور پر نمایاں ہوتی ہے۔ خصوصاً اُس باسعادت زندگی کے تو کیا کہنے جس نے صحبتِ نبوی ﷺ کا شرف حاصل کیا ہو، جو رحمۃ للعالمین ﷺ کے سایۂ عاطفت میں پلی بڑھی اور جوارِ نبوت سے پورے طور پر بہرہ ور ہوئی ہو، جس کے اِرد گرد وحی کی برکات کا نزول ہو رہا ہو، جس نے شب و روز ہادیٔ عالم ﷺ کے اعمال، افعال اور

اخلاق کا نہایت قریب سے مشاہدہ کیا ہو، ایسی شخصیت انسانیت کے انتہائی اعلیٰ درجہ پر فائز ہوجاتی ہے۔ اسی صحبت کے طفیل اب خود ان کے گفتار وکردار اور ان کے اقوال وافعال آنے والی نسل انسانی کے لیے آئیڈیل اور نمونہ قرار پاتے ہیں۔

سو آیئے! ایک ایسی ہی نیک بخت اور صحبتِ رسالت ﷺ سے فیضیاب شخصیت کے انوارِ زندگی سے مستفیض ہوں جن کی زندگی کا معتد بہ حصہ سرورِ کائنات ﷺ کے مبارک پڑوس میں گزرا، جنھوں نے براہِ راست منبعِ علوم وہدایت ﷺ سے اکتسابِ فیض کیا اور جنھیں بارہا رسالت مآب ﷺ کی خدمت کا موقع میسر آیا یعنی حضرت اُمّ ہشام بنتِ حارثہ بن نعمانؓ۔

نام ونسب اور خاندان

آپؓ کا نام عام طور سے تاریخ کی کتابوں میں نہیں ملتا چنانچہ "أسماء من يُعرف بكُنّيته من أصحابِ رسول الله صلى الله عليه وسلم" (ص۳) اور "تلقيحُ فهومِ الأثر (۲۵٦) میں ہے: "لايُعرفُ اسمُها" (ان کے نام کا پتہ نہیں چل سکا) آپ اپنی کنیت 'اُمّ ہشام' سے مشہور ہیں۔ نیز 'استیعاب' اور 'اسد الغابہ' میں مذکور ایک قول کے مطابق آپ کی کنیت 'اُمّ ہاشم' ہے۔ قبیلۂ خزرج کی شاخ بنو مالک بن نجار کے مشہور صحابی حضرت حارثہ بن نعمانؓ آپ کے والد بزرگوار ہیں۔ والدۂ محترمہ بھی قبیلۂ بنو نجار ہی کی ایک پاکباز خاتون اُمّ خالد بنتِ خالد بن یعیش ہیں۔

آپ کا نسب والد محترم کی طرف سے کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے: اُمّ ہشام بنت حارثہ بن نعمان بن نقع بن زید بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار۔ اور والدہ ماجدہ کی جانب سے کچھ یوں ملتا ہے: اُمّ خالد بنت خالد بن یعیش بن قیس بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار۔

مؤرخین نے آپ کے دو بھائیوں: عبداللہ وعبدالرحمٰن اور چار بہنوں: عمرہ، سودہ، امۃ اللہ اور اُمّ کلثوم کا تذکرہ کیا ہے۔ آخری دونوں آپؓ کی باپ شریک بہنیں ہیں۔

آپؓ کا نکاح حضرت عمارہ بن الحجاب بن سعد سے ہوا تھا۔

مغزز ننھیالی رشتہ

ہاشم بن عبدِ مناف بڑے صاحبِ ثروت اور صاحبِ تجارت آدمی تھے۔ بہ کثرت شام کے تجارتی اسفار ہوتے رہتے تھے، انھوں نے ہی قریش کے ان دوسفروں کی بنیاد رکھی جسے قرآن نے "رِحلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيف" سے تعبیر کیا ہے۔

مدینہ کے اندر قبیلہ بنو مالک بن نجار میں ان کے بعض دوست تھے۔ اپنے تجارتی اسفار میں ہاشم جب مدینہ سے گزرتے تو ان کے ہاں قیام فرماتے۔ چنانچہ ایک سفر میں ان کے یہاں اُترے تو حسن اتفاق سے اس قبیلہ کی 'سلمیٰ بنت عمرو' نامی ایک حسین وجمیل لڑکی پر نظر پڑی جو حسین ہونے کے ساتھ ساتھ عالی حسب ونسب بھی تھی، یہ انھیں بھا گئی تو انھوں نے نکاح کا پیغام دیا۔ (یہ پیغام اس شرط پر قبول ہوا کہ شادی کے بعد دُلہن میکے ہی میں رہے گی، ہاشم نے قبول کرلیا) اور شادی ہوگئی۔ پھر ایک چاند سالڑکا پیدا ہوا جس کے سر پر اِکّا دُکّا سفید بال تھے چنانچہ انھی سفید بالوں کی مناسبت سے اس کا نام 'شیبۃ الحمد' رکھا گیا، یہ بچہ وہیں رہا اور اسی دوران ہاشم شام کے ایک تجارتی سفر میں بہ مقام غزہ وفات پا گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

کچھ سالوں کے بعد ہاشم کے بھائی اور حلیف 'مطلب' مدینہ جاکر اپنے بھتیجے 'شیبۃ الحمد' کو لے آئے، جب مکہ پہنچے تو بچے کے کپڑے میلے کچیلے تھے اور چہرے پر یتیمی کے آثار بھی تھے، یہ دیکھ کر لوگ 'عبدالمطلب عبدالمطلب' کہنے لگے کہ مطلب کا غلام معلوم ہوتا ہے۔ جب مطلب کو اس کی خبر ہوئی تو کہا: نہیں، یہ تو میرا بھتیجا ہے۔ لیکن ایک بات جو لوگوں کے یہاں زبان زد ہوگئی تو ہوگئی اور شیبۃ الحمد عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوگئے۔

چونکہ بنونجار کی خاتون 'سلمیٰ بنت عمرو' حضور رضی اللہ عنہا کے دادا جان عبدالمطلب کی ماں ہوتی ہیں، اس اعتبار سے یہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہوئے اور اسی اعتبار سے نبی اکرم

ﷺ ان کے متعلق فرماتے تھے کہ: یہ میرے ماموں ہیں۔ گویا والدِ محترم کی جہت سے 'اُمّ ہشام' کے قبیلہ کے ساتھ نبی ﷺ کا ننھیالی رشتہ جڑتا ہے۔

(نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۲۴۱-۲۴۲: احمد خلیل جمعہ، سیرت احمد مصطفیٰ: ۱/ ۵۵-۵۶)

قبولِ اسلام کا واقعہ

جب دینِ اسلام کے داعی اور رسولِ خدا کے سفیر حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ تشریف لائے اور حضرت اسعد بن زُرارہ کے یہاں قیام فرما کر اپنی دعوت کا آغاز فرمایا تو بوئے گل کی طرح اس کی خوشبو گلستانِ یثرب میں مہکنے لگی جس کا احساس اُمّ ہشامؓ کے والد ماجد حارثہ بن نعمانؓ کو بھی ہوا، دل میں اس انوکھے پیغام کی تحقیق کا داعیہ پیدا ہوا۔ چنانچہ حضرت اسعدؓ کے دولت کدے پر تشریف لے گئے۔ جب داعیٔ اسلام حضرت مصعبؓ کی زبانی انتہائی پُرسوز اور سحر انگیز انداز میں کلامِ الٰہی سنا تو دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ اُسی وقت کلمۂ شہادت کا اقرار کیا اور پھر خود اس سچے دین کے داعی و مبلغ بن کر اہل و عیال کے پاس لوٹے اور ابھی ایک رات بھی گزرنے نہیں پائی تھی کہ سارا گھرانہ، جس میں اُمّ ہشامؓ بھی تھیں، ایمان لے آیا اور اس طرح حضرت اُمّ ہشامؓ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئیں۔

مشہور مؤرخِ اسلام علامہ ابن سعدؒ اپنی 'طبقات' میں رقم طراز ہیں کہ: حضرت اُمّ ہشام اور ان کی تمام بہنیں سودہ، عمرہ، اُمّ کلثوم اور امۃ اللہ سب کی سب ایمان لائیں اور رسولِ خدا ﷺ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئیں۔

والدِ بزرگوار کا تعارف

آپؓ کے والدِ محترم مشہور صحابی حضرت حارثہ بن نعمانؓ ہیں، آیئے! ان کی زندگی کے کچھ نمایاں پہلوؤں پر ایک نظر ڈالتے چلتے ہیں۔

بے جگری اور دلیری اور اس پر نبی اکرم ﷺ کا تعریف فرمانا

ایامِ طفولیت ہی سے بڑے بہادر تھے۔ اسلام لانے کے بعد آپ کی اس ہمت و شجاعت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ چنانچہ بدر سے لے کر تبوک تک کے تمام غزوات میں رسولِ خدا ﷺ کے ہمرکاب رہے ہیں۔ آپ کی بہادری کا مظہر اسلام کے سب سے اوّل، اہم اور فیصلہ کن معرکہ غزوۂ بدر میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ کفار کے جمگھٹے میں جا گھسے، سامنے سے عثمان بن عبدِ شمس آیا، اُس سے بھڑ گئے اور چند منٹوں میں زیر کر کے گھسیٹتے ہوئے مسلمانوں کی صفوں میں لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ آپ کی اس بہادری سے بہت خوش ہوئے اور خوب تعریف فرمائی۔

جذبۂ خدمت

آپؓ ایک آسودہ حال شخص تھے؛ لیکن دولت وثروت کی فراوانی کے باوجود طرزِ زندگی انتہائی سادہ تھا۔ استغنا و بے نیازی، سخاوت اور ایثار آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ مسجد نبوی سے لگ کر آپؓ کے بہت سے مکانات تھے، جب بھی رسول اللہ ﷺ یا خانوادۂ رسول ﷺ کو رہائش کی ضرورت ہوتی بے دریغ ان مکانات کو خدمتِ اقدس میں پیش کر دیتے۔ مشتے ازخروارے کے طور پر چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ اور اُمّ کلثومؓ اور دیگر خاندان والے مدینۂ منوّرہ تشریف لائے تو سب سے پہلے حضرت حارثہؓ کے دولت کدہ پر قیام فرمایا۔

(۲) جب رسالت مآب ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے نکاح فرما کر انھیں اپنی ازواجِ مطہراتؓ میں شامل ہونے کا شرف بخشا تو پہلے دن تو انھیں حضرت اُمّ سلیمؓ کے گھر بطور دُلہن لایا گیا، پھر ایک عرصہ تک وہ حضرت حارثہؓ کے ایک گھر میں مقیم رہیں۔

(۳) آپ ﷺ کی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ اپنے زوجِ محترم حضرت علیؓ کے ساتھ مسجدِ نبوی سے قدرے فاصلہ پر رہتی تھیں۔ ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا: بیٹی! مجھے اکثر تمھیں ملنے کے لیے اتنی دور آنا پڑتا ہے، سوچتا ہوں کہ تمھیں قریب بلالوں۔ صاحبزادی نے عرض کیا: ابّا جان! آپ کے قرب وجوار میں حارثہ کے کئی مکانات ہیں۔ اگر آپ ان سے فرمائیں تو ضرور وہ کوئی نہ کوئی مکان خالی کردیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے میری لختِ جگر! حارثہ سے کہتے شرم آتی ہے، وہ پہلے ہی اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی میں متعدد مکانات خالی کرچکے ہیں۔ یہ سن کر صاحبزادی تو خاموش ہوگئی؛ مگر جب اس کی اطلاع حضرت حارثہؓ کو ہوئی تو دوڑے ہوئے آئے اور عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ میں اپنا یہ مکان جو آپ سے متصل ہے حضرت فاطمہؓ کے لیے خالی کیے دیتا ہوں، آپ انھیں بلا لیجیے۔ بہ خدا جو چیز آپ مجھ سے لے لیں گے مجھے اس کا آپ کے پاس رہنا میرے پاس رہنے کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہوگا۔

(۴) اَمۃ الرسول ماریہ قبطیہؓ جنھیں شاہِ مصر مقوقس نے بطور ہدیہ خدمتِ اقدس میں بھیجا تھا ان کی رہائش کا بھی انتظام حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے گھر ہی ہوا۔

جذبۂ خدمت کی انتہا دیکھیے کہ جب بھی کسی نئی زوجۂ محترمہ کے حوالہ سے آپ ﷺ کو علیحدہ مکان کی ضرورت ہوتی یہ اپنا رہائشی مکان خالی کردیتے اور خود دوسرے مکان میں منتقل ہوجاتے۔ آپؓ کی اسی خدمت گزاری نے حضور ﷺ کو یہ کہنے پر مجبور کردیا کہ: مجھے تو اب حارثہ سے شرم آتی ہے کہ وہ خدا اور رسول کی خوش نودی کی خاطر کتنے ہی مکانات قربان کرچکے ہیں۔

والدہ کی خدمت گزاری اور بشارتِ جنت

آپؓ نے والدہ کی وہ خدمت گزاری کی ہے جس کی مثال پیش کرنا تو درکنار اس کا تصوّر بھی ہم نہیں کرسکتے، خود ان کے کپڑے دھوتے، کھانا بناتے، اپنے ہاتھوں سے نوالہ

بنابنا کر ان کے منہ میں ڈالتے، بالوں میں تیل کنگھا کرتے پھر خادموں کی طرح ہاتھ باندھ کر ان کے سامنے کھڑے ہوجاتے۔ اگر کچھ فرماتیں اور آپ نہ سمجھ پاتے تو انھیں زحمت دینے کے بجائے اہلیہ سے دریافت فرماتے کہ کیا فرمایا۔ اسی خدمت واطاعت کا نتیجہ تھا کہ آپ کو دُنیا ہی میں جنت کی بشارت عنایت ہوئی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو تلاوتِ کلام پاک کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ حارثہ بن نعمانؓ تلاوت کررہے ہیں۔ پھر سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت حارثہؓ کو یہ بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم کو یہ مقامِ بلند اس لیے ملا، کیونکہ تم اپنی والدہ کے بڑے فرماں بردار ہو۔ ایک دفعہ فرمایا کہ: تم سب کو اپنی والدہ کا ایسا ہی فرمانبردار بننا چاہیے جیسے حارثہ بن نعمانؓ ہیں۔

دیدارِ جبرئیل اور دوبارہ بشارتِ جنت

حضرت حارثہؓ نے کئی بار جبرئیلِ امینؑ کی زیارت کی ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ: یوم الصورین میں جس وقت رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے تو جبرئیل دحیہ کلبی کی شکل میں ہمارے پاس آئے اور مسلح ہونے کا حکم دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے: ایک دن حارثہؓ کا گزر حضور ﷺ کی طرف ہوا، اس وقت آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل بیٹھے آہستہ آہستہ گفتگو فرمارہے تھے۔ حارثہؓ سلام کیے بغیر خاموشی کے ساتھ گزر گئے۔ بعد میں جب حضور ﷺ حارثہ سے ملے تو سلام نہ کرنے کی وجہ دریافت کی۔ حارثہؓ نے عرض کیا: میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ آپ کی گفتگو میں خلل انداز ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اس شخص کو دیکھا تھا جس سے میری گفت وشنید ہورہی تھی۔ عرض کیا: جی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا: ارے وہ جبرئیلؑ تھے، کہہ رہے تھے کہ: اگر یہ صاحب سلام کرتے تو میں جواب دیتا اور یہ اسّی لوگوں میں سے ہیں۔ میں نے پوچھا اسّی کا کیا مطلب؟ فرمایا: ایک موقع پر اسّی آدمیوں کے سوا تمام

لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے (غزوۂ حنین کی طرف اشارہ تھا) پھر جبرئیلؑ نے تمہارے اور تمہارے اہلِ خانہ کے لیے یہ خوش خبری سنائی کہ ان کا اوران کی اولاد کا رزق جنت میں اللہ تعالیٰ کے ذمّے ہے۔

صدقات وخیرات کا اہتمام

آپ بڑے سخی اوردریادل انسان تھے۔صدقہ وخیرات کی کثرت اوراس کے اہتمام وپابندی کا یہ حال تھا کہ زندگی کے آخری مرحلہ میں جب آنکھ کی روشنی جاتی رہی تو ایک رسّی اپنے مصلّے سے دروازہ تک باندھتے اور کھجوروں سے بھرا تھیلا اپنے پاس رکھتے۔جب بھی کوئی سائل آتا اسی رسّی کے سہارے دروازے تک جاتے اور اپنے ہاتھ سے کھجوریں عنایت فرماتے۔گھر والے بارہا اصرار کرتے کہ آپ اس طرح مشقت نہ اُٹھائیں؛مگر ہمیشہ اُن کی زبان پر یہی جواب ہوتا کہ میں نے حضورِپُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا بُری موت سے بچاتا ہے۔

وفات

آپ کی وفات کے سلسلے میں دوطرح کی باتیں ملتی ہیں۔بعض روایت سے تو یوں پتہ چلتا ہے کہ آپؓ عہدرسالت ﷺ ہی میں دارِفانی سے دارِجاودانی کو سدھار گئے،بعض دوسری روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ۵۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے زمانۂ امارت میں جاں جانِ آفریں کے سپرد کی اور یہی زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔(ملخص از عشرون مبشرون بالجنۃ)

حضرت اُمّ ہشامؓ کی زندگی کے کچھ اہم اور قابلِ رشک گوشے

مکہ سے ہجرت کرکے آنے والا نورونکہت کا قافلۂ صدرشک مدینہ میں داخل ہورہا ہے، عاشقانِ رسالت دیدہ ودل فرشِ راہ کیے سراپا استقبال بنے کھڑے ہیں، ہرکسی کے دل کی تمنّا ہے کہ حضور ﷺ میرے گھر رونق افروز ہوکر میزبانی کا شرف بخشیں،مگر یہ شرف تو حضرت ابوایوب انصاریؓ کے نصیبے میں لکھا تھا۔چنانچہ محبوبِ کبریا ﷺ کا قیام ان ہی کے

دولت خانے پر ہوا۔اسے اتفاق کہیے یا پھر نیک بختی کہ حضرت ابوایوبؓ انصاری کے مکان کے بالکل قریب حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے مکانات بھی تھے،سوانہیں اوران کی دخترِ نیک اختر حضرت اُمّ ہشامؓ کو خدمت کا یہ سنہرا موقع ہاتھ لگا کہ انھوں نے آپ ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔(صحابیات مبشرات بالجنۃ:ص۳۱۹،عشرون مبشرون بالجنۃ)

کاشانۂ نبوت کے ساتھ تنور میں شرکت

اس مقدس گھرانے کا کاشانۂ نبوت کے ساتھ اتنا قریبی تعلق تھا کہ بعض چیزیں ایک مدت تک آپس میں مشترک رہیں، چنانچہ حضرت اُمّ ہشامؓ خود فرماتی ہیں:"کان رسول اللّٰہ معنا و إنّ تنورنا و تنورہ واحدٌ سنتين او سنةً و بعض سنةٍ" رسول اللہ ﷺ ہمارے قریب ہی رہا کرتے تھے اور ہمارا اور آپ کا تنور دو سال یا اس سے کچھ کم مدت تک مشترک رہا ہے۔(مسلم شریف)

خانوادۂ نبوت کا نہایت قریب سے مشاہدہ

حضرت اُمّ ہشامؓ کو آنحضرت ﷺ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو نہایت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، انتہائی مقدس ماحول اور مبارک پڑوس میں پلی بڑھیں، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ کے اخلاق سے آراستہ و پیراستہ ہوئیں اور آپ ﷺ کی محبت، خدمت اور اطاعت کو حرزِ جاں بنایا۔کتنی قابلِ رشک ہے وہ زندگی جو محبوب کے سائے تلے پروان چڑھے۔اقبالؔ نے جو اشعار حضرت بلالؓ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھے وہ حضرت اُمّ ہشامؓ پر کس قدر صادق آتے ہیں۔ملاحظہ کیجیے:

نظر تھی صورتِ سلماں اداشناس تیری شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تیری
تجھے نظارے کا مثلِ کلیمؑ سودا تھا اویسؓ طاقتِ دید کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا تیرے لیے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

علمی مقام

حضرت اُمّ ہشامؓ کا علمی شوق قابلِ ستائش ہے کہ انھوں نے سورۂ قٓ براہِ راست زبانِ رسالت سے اخذ کی۔ خود لب کشا ہیں:

"ما أخذت قٓ و القرآن المجيد إلا من لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقرأ بها كل جمعةٍ اذا خطب الناس." (مسلم شریف)

ترجمہ: میں نے قٓ والقرآن المجید کو (براہِ راست) رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے یاد کیا ہے جسے آپ ﷺ ہر جمعہ کو خطبے میں تلاوت فرماتے تھے۔

اور ایک جگہ فرماتی ہیں:

"ماأخذتُ قٓ والقرآن المجيد إلّا من وراءِ رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يُصلّى بها فى الصبح." (ترمذی، مسند احمد)

ترجمہ: میں نے سورۂ قٓ والقرآن المجید کو رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں سن سن کر یاد کیا ہے جسے آپ ﷺ فجر کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔

یعنی آپ ﷺ سورۂ قٓ کا کچھ حصہ اس جمعہ کو تلاوت فرماتے تو کچھ دوسرے جمعہ کو اور بسا اوقات فجر کی نماز میں بھی اس کی تلاوت فرماتے۔

خیال رہے کہ تنور میں شرکت اور جمعہ کے خطبہ سے سورہ قٓ یاد کرنے کی روایت خارجہ بن نعمان کی طرف بھی منسوب کی گئی ہے، یہ صحیح نہیں۔ صحیح و مستند بات یہی ہے جو ہم سطور بالا میں ذکر کر چکے ہیں۔ (اسد الغابہ)

حضرت اُمّ ہشامؓ نے شیریں بیاں و شیریں سخن پیارے حبیب ﷺ کی زبانِ مبارک سے بلا واسطہ بہت سی حدیثیں بھی سنیں اور گوشۂ ذہن میں محفوظ کیں، اس طرح آپ حفظِ قرآن و حفظِ حدیث دونوں دولتوں سے مالا مال ہوئیں۔

اشاعتِ علم

صنفِ نازک ہونے کے باوجود حضرت اُمّ ہشامؓ علم کی اشاعت سے پیچھے نہ ہٹیں چنانچہ کئی احادیث آپؓ سے منقول ہیں۔ علامہ ابن الجوزیؒ نے تلقیح فھوم الاثر میں اور ابن حزمؒ نے جوامع السیرۃ کے اندر آپ کا شمار اصحابِ عشرہ یعنی ان صحابہؓ میں کیا ہے جن سے دس روایتیں مروی ہیں[1]۔

آپؓ کی مرویات اور اس کے راویان

مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں آپؓ کی مرویات موجود ہیں جنھیں آپؓ سے نقل کرنے والے حضرات یہ ہیں:

(۱) یحییٰ[2] بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سعد[3] بن زرارہ (۲) عبداللہ بن محمد بن معن (۳) محمد بن عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارہ (۴) عمرہ[4]۔

---

[1] معلوم نہیں ڈاکٹر ذوالفقار کاظم نے 'ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا' میں کس بنیاد پر یہ لکھ دیا کہ اُمّ ہشامؓ سے اٹھارہ روایتیں منقول ہیں، کیونکہ بنیادی ماخذ ومصادر میں اس کی کہیں تصریح نہیں ملتی۔ ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ ان اسلاف نے (کسر) اکائیوں کا اعتبار نہ کیا ہو جیسا کہ عامتاً عربوں کی یہی عادت رہی ہے، اور آپؓ سے اٹھارہ روایتیں ہی منقول ہوں، مگر انھوں نے آٹھ کا اعتبار نہ کر کے دس روایتیں نقل کرنے والوں میں حضرت اُمّ ہشامؓ کو شامل کر دیا ہو۔

[2] مسلم شریف میں اُمّ ہشامؓ سے ان کی روایت موجود ہے، مگر علامہ ابن عبدالبر 'استیعاب' میں فرماتے ہیں کہ اُمّ ہشامؓ سے ان کا سماع ثابت نہیں۔

[3] یہ مشہور صحابی اسعد بن زرارہ نہیں ہیں جیسا کہ مسلم کے بعض نسخوں میں لکھا ہے اور جیسا کہ اُمّ ہشامؓ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے؛ بلکہ ان کے بھائی سعد بن زرارہ ہیں۔ (مستفاد از شرح مسلم للنوویؒ)

[4] خیال رہے کہ حضرت اُمّ ہشامؓ کے سوانح نگاروں نے 'تہذیب التہذیب' کے حوالہ سے اُمّ ہشام کے ایک اور راوی حبیب بن عبدالرحمٰن بن یساف کا بھی ذکر کیا ہے، یہ صحیح نہیں۔ درست بات یہ ہے کہ وہ خبیب بن عبدالرحمٰن بن خبیب بن یساف ہیں جو امّ ہشامؓ کے ایک راوی عبداللہ بن محمد بن معن سے نقل کرتے ہیں۔ (مستفاد از مسلم وشرح مسلم للنوویؒ)

دوسری بیعت اور جنت کی بشارت

صلحِ حدیبیہ کے موقع پر وجہِ کائنات ﷺ کے معزز قاصد حضرت عثمانؓ کو جب کفارِ مکہ نے محبوس کرلیا اور یہ غلط افواہ پھیلا دی گئی کہ آپؓ شہید کردیے گئے تو اس پر آپ ﷺ بڑے غضبناک ہوئے اور کیوں نہ ہوتے کہ دنیا کے کسی مذہب میں قاصد وایلچی کا قتل روا نہیں۔ چنانچہ آپ یہ فرما کر: "لانبرح حتی نناجز القوم" (آج تو ہم ان لوگوں سے بدلہ لے کر ہی ٹلیں گے) بیری کے درخت کے نیچے جلوہ افروز ہوئے اور جماعت صحابہؓ کو بیعت کے لیے پکارا۔ وہاں حاضرِ خدمت تمام صحابہؓ نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی، یہی بیعت 'بیعت رضوان' سے موسوم ہے، جس میں شریک ہونے والے صحابہ کو 'شجریین' شجری صحابہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جن کے لیے باری تعالیٰ نے اپنی رضا مندی، سکینت اور فتح ونصرت کا اس آیت میں اعلان فرمایا ہے:

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْيُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَافِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا، وَمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزاً حَكِيْمًا."

ترجمہ: یقیناً اللہ ان مومنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کررہے تھے، اوران کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا، اس لیے اس نے ان پر سکینت اُتاردی اوران کو انعام میں ایک قریبی فتح فرمادی۔

انھیں خوش نصیب قدسی نفوس جماعت میں حضرت اُمّ ہشامؓ بھی شامل تھیں۔ یہ آپؓ کی دوسری بیعت ہوئی جو 'بیعت علی الجہاد' ہے اوراس طرح آپؓ حافظہ ومحدثہ ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہدہ بھی ہوئیں۔

خصوصی بشارتِ جنت بہ زبانِ جبرئیل

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیلؑ نے (حضرت اُمّ ہشامؓ

کے والد بزرگوار) حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے متعلق آپ ﷺ سے فرمایا: ان کا اور ان کی اولاد کا رزق جنت میں اللہ کے ذمّے ہے۔ (پورا قصّہ والد کے حالات میں گزر چکا ہے)

اے اُمّ ہشام! تیری خوش بختی کو سلام۔ تیرا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جسے بہ زبانِ جبرئیلِ امین جنت کی بشارت حاصل ہوئی اور جنت کے اندر جس کے رزق کا ذمہ خود خیر الرازقین نے لے رکھا ہے۔

عمومی بشارت جنت قرآن وحدیث کے حوالہ سے

وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْأَنْصَار وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْ عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰت تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَداً. (التوبہ: ۱۰۰)

اس آیت کے بہ موجب جہاں آپؓ السابقون الاوّلون من الانصار ہونے کی وجہ سے جنت کی مستحق ہوئیں، وہیں شجری صحابیہ ہونے کیے ناطے بھی آپ کو جہنم سے خلاصی کا پروانہ ملا ہے۔ آیئے! اس بشارت کو حضرت جابر بن عبداللہؓ کی زبانی سنیں جن سے اس سلسلے کی کئی روایتیں منقول ہیں:

(۱) لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِمَّنْ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. (ترمذی)

ترجمہ: (صلحِ حدیبیہ کے موقع پر) درخت کے سائے تلے جس نے بھی بیعت کی وہ جہنم میں نہیں جا سکتا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَایَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مَنْ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ اِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْاَحْمَر. (ترمذی)

ترجمہ: جو لوگ (صلحِ حدیبیہ کے روز) درخت کے نیچے بیعت (رضوان) سے سرفراز ہوئے وہ ضرور بالضرور جنت میں داخل ہوں گے سوائے سرخ اُونٹ والے کے (یعنی جدّ بن قیس انصاری۔ یہ شخص منافق تھا اور اپنے اونٹ کی تلاش میں آیا تھا)۔

(۳) حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا ایک غلام اپنے آقا کی شکایت لے کر دربارِ نبوی میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: "لَیَدْخُلَنَّ حَاطِبُ النّار" حاطب تو ضرور جہنم میں جائیں گے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا: "کَذَبْتَ لَایَدْخُلُھَا شَھِدَ بَدْرًا وَالْحُدَیْبِیَة" تو نے غلط کہا، وہ دوزخ میں نہیں جاسکتے (کیونکہ) انھوں نے بدر میں بھی شرکت کی ہے اور صلحِ حدیبیہ کے موقع پر بھی حاضر رہے ہیں۔ (مسلم شریف)

ہزاروں جانیں فدا ہوں حضرت اُمّ ہشامؓ کے اس نصیبے پر کہ انھیں دُنیا ہی میں براہِ راست کتاب وسنت دونوں سے جنت کا سرٹیفکیٹ حاصل ہوا۔ بھلا اس سے بڑھ کر بھی کوئی فوز وفلاح ہوسکتی ہے؟

"فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ."

۞۞

حوالہ جات:

(۱) مسلم شریف (۲) نسائی شریف
(۳) مسند احمد (۴) شرح مسلم الکامل للعلامۃ النوویؒ
(۵) تفسیر ابن کثیر (۶) الاصابہ
(۷) طبقات ابن سعد (۸) ابن ہشام
(۹) استیعاب (۱۰) اسد الغابہ
(۱۱) تلقیح فہوم الاثر (۱۲) جوامع السیرۃ
(۱۳) تہذیب التہذیب (۱۴) اسماء من یعرف بکنیۃ من اصحاب رسول اللہ ﷺ
(۱۵) جذب القلوب الی دیار المحبوب (۱۶) عیون الاثر
(۱۷) سیّدات مبشرات بالجنۃ (۱۸) نساء مبشرات بالجنۃ
(۱۹) صحابیات مبشرات بالجنۃ (۲۰) دورِ نبوت کی برگزیدہ خواتین
(۲۱) ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا (۲۲) سیرت النبی کامل
(۲۳) سیرت مصطفیٰ (۲۴) سیرتِ احمد مجتبیٰ
(۲۵) بیس جنتی صحابہ (۲۶) کلیاتِ اقبال

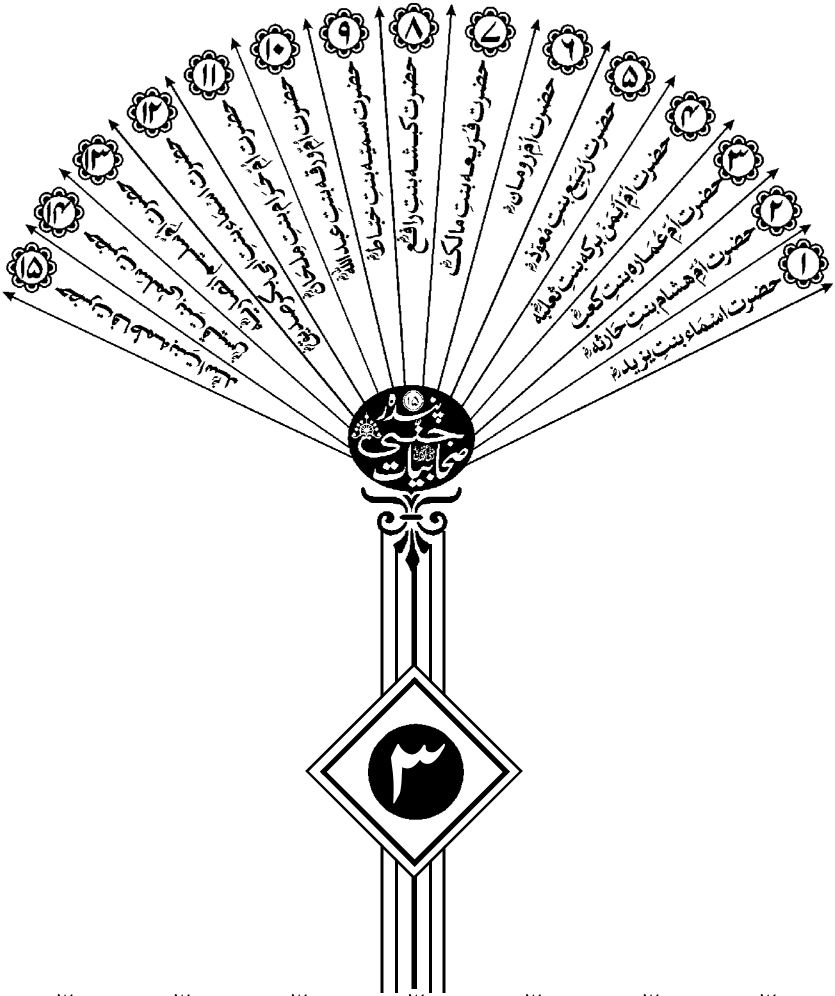

حضرت اُمِّ عُمارہ بنتِ کعب رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

اسم گرامی	:	نَسیبہ
کنیت	:	اُمِّ عمارہ (اسی سے کتبِ تاریخ میں معروف ومشہور ہیں)
والد کا نام	:	کعب
والدہ کا نام	:	رباب
قبیلہ	:	آپ قبیلۂ خزرج کے خاندان بنونجار سے تعلق رکھتی تھیں۔
ولادت	:	ہجرتِ کبریٰ سے تخمیناً چالیس سال قبل ہوئی۔
نکاح	:	زوجِ اوّل زید بن عاصم ہیں، جن سے دو صاحبزادے حضرت عبداللہ اور حبیبؓ پیدا ہوئے۔
قبولِ اسلام	:	جب حضرت مصعب بن عمیرؓ تبلیغِ دین کے لیے مدینہ تشریف لے گئے تو جہاں بہت سے گھرانے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے وہیں حضرت اُمِّ عمارہ کا گھرانہ بھی مشرف بہ اسلام ہوا۔
خدمات	:	آپؓ نے غزوۂ اُحد، حدیبیہ، حنین اور یمامہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور آپؓ کی والہانہ خدمات کو حضور ﷺ خوب سراہتے تھے۔
وفات	:	امام زرکلی نے ۱۳ھ بیان کی ہے۔

حضرت اُمّ عُمارہ بنتِ کعب رضی اللہ عنہا

معاویہ پالن پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارضِ گیتی پر بہت سے ہادی و رہنما، مرشد و پیامبر آئے اور چلے گئے۔ اب دُنیا ان کی ہدایت سے یکسر محروم ہے۔ مسیحؑ کے آئے ساڑھے پانچ سو سال گزر گئے۔ پوری انسانیت گم کردۂ راہ ہوکر بھول بھلیّوں میں غلطاں و پیچاں ہے۔ بارش اپنے موسم میں خوب برس چکی تھی، اب تپتی اور جلتی زمین کے ہونٹوں پر پیاس سے خشک پپڑیاں جمی ہوئی ہیں، عالمِ انسانیت پر رات کی سیاہی چھائی ہوئی ہے، اس میں کسی ایک ملک کی تخصیص نہیں؛ بلکہ پوری دُنیا گمراہی وسرگشتگی کی سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی ہے۔ بحر و بر، شرق وغرب، عرب وعجم سب کی روحانی زندگی موت سے تبدیل ہوچکی ہے اور کائناتِ انسانی کی ساری فضا شقاوت ونفس پرستی، بدکاری اور شرارت ونفاق کے گہرے بادلوں سے سیاہ ہورہی ہے۔ ”ظهر الفساد فی البرّ و البحر بما کسبت ایدی الناس“ یہ حال ساری انسانیت کا ہے، لیکن سرزمینِ عرب اس عموم میں بھی ایک خصوص رکھتی ہے، جہاں لٹیروں اور رہزنوں کی حکومت ہے، جہاں اخلاق زنگ آلود ہوچکے ہیں اور جہاں روحانیت کو دیمک لگ چکی ہے۔ بیمار کل کائنات ہے، لیکن عرب کا مریض دِق میں مبتلا ہے، خشک سالی ہر جگہ ہے لیکن یہاں قحط شدید پڑا ہوا ہے اور ایسا عالم گیر فساد رونما ہے جس نے خشکی وتری کو اپنے شکنجے میں کس رکھا ہے۔

آخر یہ سلسلۂ روز وشب کب تک برقرار رہتا؛ ظلمتوں کی دبیز چادریں کب تک چھائی رہتیں؛ کب تک حیوانی خواہشات کی تکمیل ہوتی رہتی؛ کب تک رُشد وہدایت کی صبحِ درخشاں طلوع نہ ہوتی اور کب تک غیرتِ الٰہی کو جوش نہ آتا۔ آخر غیرتِ الٰہی جوش

میں آ گئی، حرا کے پربت میں آوازۂ حق بلند ہوگیا، کفر و باطل کی زنجیریں پاش پاش ہوگئیں، جہالت سرنگوں ہونے کو آئی اور انقلاب آفریں اور روح پرور پیغامِ ازلی حیاتِ انسانی کے رگ و پیۓ میں مقدس جذبات کی رَو دوڑا گئی۔ اس مبارک آوازۂ حق سے انسان تڑپ تو گیا، مگر پہلے پہل لبیک کر صدا لگانے والے پر فدا ہو جانے کی سعادت کم ہی لوگوں کے حصّے میں آئی، جن سعید روحوں کا نصیبا جاگا اُن میں سے ایک خاتونِ اُحد حضرت اُمّ عمارہؓ بھی ہیں جن کی کتاب کے روشن ابواب آئندہ ذکر کیے جارہے ہیں:

نام ونسب اور خاندان

حضرت اُمّ عمارہؓ مدینہ کے انتہائی پُرسطوت و باعزت قبیلۂ خزرج کے خاندانِ بنونجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپؓ کا اصل نام نَسِیبہ بنت کعب ہے، لیکن کتبِ تاریخ میں اُمّ عمارہؓ کی کنیت سے جانی پہچانی جاتی ہیں۔ خاتونِ اُحد آپؓ کا لقب ہے۔ والدِ ماجد کا نام کعب اور والدۂ محترمہ کا نام رباب تھا۔

سلسلۂ نسب والدِ ماجد کی طرف سے اس طرح ہے: نسیبہ بنتِ کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار۔ بن مازن بن نجار کی وجہ سے مازنیہ ونجاریہ کہلاتی تھیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ٢/ ٢٧٨) اور والدہ کی جانب سے سلسلۂ نسب یہ ہے: رباب بنتِ عبداللہ بن حبیب بن زید بن ثعلبہ بن زید مناۃ بن حبیب بن عبد حارثہ بن غضب بن جشم بن خزرج۔ (الطبقات الکبریٰ: ٣/ ٥١٨، ٨/ ٤١٢)

حضرت اُمّ عمارہؓ کے دو بھائی تھے، ان میں سے ایک کا نام عبداللہ بن کعبؓ تھا۔ جن کا شمار اصحابِ بدر میں سے ہے۔ دوسرے بھائی کا نام حضرت عبدالرحمٰنؓ تھا، جن کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ خشیتِ الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے بکثرت گریہ وزاری میں مشغول رہتے۔

آپؓ کے نام کی تحقیق

جمہور محققین ومؤرخین کی رائے یہ ہے کہ نَسِیبہ بفتح النون اور بکسر السین ہے؛ جبکہ

امام ذہبی نے اپنی کتاب 'کاشف' میں بفتح النون نَسیبہ وبضم النون نُسیبہ دونوں ذکر کیا ہے؛اسی طرح صاحبِ 'السیرۃ الحلبیہ' نے نُسَیبہ بضم النون وبفتح السین بطورِ تصغیر ذکر کیا ہے اوراس کے علاوہ روایتوں کوشاذ قرار دیا ہے؛ لیکن یہ غیر صحیح ہے، صحیح وہی ہے جو جمہور محققین نے نقل کیا ہے۔

کتبِ تاریخ میں 'نسیبہ' کے نام کو حضرت اُمّ عمارہ اوراُمّ عطیہ انصاریہ کے درمیان فرق کرنا بعض مؤرخین نے خلط ملط کر دیا ہے، رفعِ التباس یہ ہے کہ نَسِیبہ بفتح النون و بکسر السین سے 'اُمّ عمارہ' اور نُسَیبہ بضم النون وبفتح السین سے 'اُمّ عطیہ' مراد ہے۔

اسی طرح اُمّ عمارہ کے نام میں محققین نے یہ تحقیق کی ہے کہ اُمِّ عُمَارہ بضم العین وبتخفیف المیم ہے۔ (امّ معارہ نسیبہ بنت کعب: ص۲۲)

خاندانی شرافت

حضور ﷺ کی پردادی سلمٰی (عبدالمطلب کی والدہ اور ہاشم بن عبدِمناف کی اہلیہ) بھی خاندانِ نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ یوں تو یہ خاندان شروع ہی سے معزز سمجھا جاتا تھا؛ لیکن عبدالمطلب کے ننھیال اور آپ ﷺ سے بالواسطہ قرابت کی وجہ سے اُن کا اعزاز اور بڑھ گیا۔ اسی طرح بیعتِ عقبۂ ثانیہ کے بعد آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق مدینے والوں نے دینی امور کی حفاظت کے لیے اپنے بارہ نقیب منتخب کیے، ان میں بنونجار کے نقیب وسربراہ اسعد بن زُرارہ تھے، جب ان کا انتقال ہوگیا تو بنونجار نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ کوئی دوسرا سردار متعین کیا جائے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میرے ماموں ہو، اس لیے نجار کا نقیب میں رہوں گا۔ جب بنونجار نے یہ جملہ سنا تو فرطِ شوق سے بے قابو ہوگئے اور پورے وفد میں انبساط کی لہریں دوڑ گئیں۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں انصار کے کسی خاندان میں شامل ہوتا تو بنونجار میں ہوتا۔ یہ چند خصوصیات جو بنونجار کو حاصل تھیں اس لیے ذکر کی

گئیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ حضرت اُمّ عمارہؓ کا تعلق کیسے معزز و باوقار خاندان سے تھا۔

ولادت

آپؓ کی ولادت کے سلسلے میں کوئی تحقیقی بات معلوم نہیں ہوسکی؛ البتہ اتنی بات کتبِ سیر میں ملتی ہے کہ ہجرتِ کبریٰ سے تخمیناً چالیس سال قبل آپؓ کی ولادت ہوئی۔ (صحابیات:۱۸۲)

نکاح اور اولاد

حضرت اُمّ عمارہؓ کا نکاحِ اوّل اپنے چچازاد بھائی زید بن عاصم (بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم) سے ہوا تھا، ان سے دو لڑکے پیدا ہوئے: عبداللہ اور حبیب۔ دونوں نے شرفِ صحابیت حاصل کیا اور جہاد میں عمدہ کارکردگی اور مثالی جوہر دِکھلائے، ان میں سے اوّل الذکر صحابی 'ابنِ عمارہؓ' سے مشہور و معروف تھے اور ان کی کنیت 'ابو محمد' تھی۔

(اُمّ عمارہ نسیبہ بنت کعب، سیر اعلام النبلاء:۲/ ۳۷۸)

زید بن عاصم کے انتقال کے بعد آپؓ حضرت غَزِیَّہ بن عمرو (بن عطیہ بن خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم) سے منسلک ہوئیں، ان سے ایک لڑکا تمیم اور ایک لڑکی خولہ پیدا ہوئی۔ (طبقات ابن سعد، جلد ثامن)

'الاستیعاب' اور 'الاصابہ' میں دوسرے شوہر سے ایک اور لڑکا ضمرہ بن غزیہ نامی ہونا بھی مذکور ہے، نیز یہ کہ یہ اپنے والد کے ساتھ غزوۂ اُحد میں بھی شریک رہے ہیں۔

(الاستیعاب:۲/۲۱۲، الاصابہ:۲/۲۱۳)

واقعۂ قبولِ اسلام کا پس منظر

آپ ﷺ سرزمینِ مکہ میں تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کے لیے سرگرمِ عمل تھے۔ رات دن اسی غم میں بسر ہوتا کہ کیسے لوگ دیارِ مہر و وفا کے راہی بن جائیں اور کیسے وہ ہولناک گھپ اندھیرے سے نکل کر نورِ مبین کی طرف آ جائیں، خصوصاً جب لوگ اطراف و جوانب سے حج کے لیے آتے تب آپ ﷺ کی چلت پھرت، دوڑ دھوپ اور فکر و سوچ

پہلے سے زیادہ تیز ہو جاتی اور آپ ﷺ ہر نو وارد کے پاس جا کر پیغامِ حق سناتے حالانکہ اُس وقت ایمان کی دعوت دینا شوریدہ سر دریا کی لہروں میں تختہ بند ہو کر اُلٹی سمت تیرنے کے مترادف تھا، لیکن آپ ﷺ اس کی مطلق پرواہ نہ کرتے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حج کے موقع پر چند آدمیوں کو ایک جگہ جمع دیکھا تو آپ ﷺ ان کے پاس گئے اور ان سے گفت وشنید کی، معلوم ہوا کہ یثرب کے لوگ ہیں۔ آپ ﷺ ان کی سرزمینِ قلب میں ایمان واسلام کے تخم کیا بوئے کہ دیکھتے ہی دیکھتے نہایت قلیل مدت میں یہ چھ افراد بارہ میں تبدیل ہو گئے اور ساتھ ہی درخواست کر کے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو یثرب لے آئے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اسلام کے محاسن ومکارم اور آپ ﷺ کے اخلاق وشمائل کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ چاروں طرف اسی کی صدائے بازگشت سنائی دینے لگی اور اس حکیمانہ اسلوب سے اسلام کی دعوت دی کہ ہر کوئی بادۂ توحید سے سرشار نظر آنے لگا۔ لوگ جوق درجوق اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔ ہر قبیلے میں اسلام کے دیپ جلنے لگے اور گھر گھر ایمان کی مقدس کرنوں سے ضیا بار ہونے لگے۔ ان خوش قسمت قبائل میں بنونجار کا قبیلہ بھی تھا جن میں سرِ فہرست حضرت اُمّ عمارہؓ، اُن کے دو فرزندِ ارجمند عبداللہؓ اور حبیبؓ اور اُن کے شوہر غزیہ بن عمرو تھے۔

بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں شرکت کی سعادت

اب آہستہ آہستہ حج کا زمانہ قریب آ رہا تھا۔ حضور ﷺ کی زیارت کا شوق ہر قلب وجگر میں موجزن تھا۔ خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا، چہرے سے انبساط کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اور بدن کے روئیں روئیں سے فرحت وشادمانی ٹپک رہی تھی۔ گویا مسرتوں کا ایک جہاں اُن کے دامن میں سمٹ آیا تھا۔ بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور حضرت مصعب بن عمیرؓ اپنے ہمراہ ۷۵ مسلمانوں (۷۳ مرد اور دو عورتیں) کو لے کر روانہ ہوئے اور منیٰ کے قریب رات کے وقت ایک متعین گھاٹی میں جمع ہو کر حضورِ پرنور ﷺ کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ عم مکرم

جناب عباسؓ بن عبدالمطلب بھی تھے۔ مختصر سی گفت وشنید کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔

اُمّ عمارہؓ خود اس واقعہ کو بیان کرتی ہیں کہ: میں عقبہ کی رات آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کے لیے حاضر ہوئی اور قوم کے لوگوں کے ساتھ ہو کر اس رات بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت اُمّ عمارہؓ بیعت کے طریقہ کو بیان کرتی ہیں کہ: لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت ہو رہے تھے اور حضرت عباسؓ آپ ﷺ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ پھر جب میں اور اُمّ منیعؓ باقی رہیں تو بیعت ختم ہونے کے بعد میرے شوہر غزیہ بن عمرو نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے ساتھ دو عورتیں حضرت اُمّ عمارہؓ اور حضرت اُمّ منیعؓ بنتِ عمرو بن عدی بھی بیعت کے لیے آئی ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قد بایعتهما علی مایعتکم علیه انی لااصافح النساء" ترجمہ: جن باتوں پر میں نے تم سے بیعت لی ان ہی پر ان سے بھی بیعت لیتا ہوں۔ مصافحے کی ضرورت نہیں، میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ اس طرح حضرت اُمّ عمارہؓ نے بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں شرکت کر کے سعادت مندی حاصل کی اور مدینہ جا کر اسلام کی نشر واشاعت میں لگ گئیں۔ (ملخص: نساء مبشرات بالجنۃ: ص۶۳، صور من حیات الصحابیات: ص۶۲-۶۳)

غزوات میں شرکت

حضرت اُمّ عمارہؓ نے بیعت کے موقع پر جو معاہدہ کیا تھا اسے نباہ کر دِکھایا۔ جب بھی اشاعتِ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے قتال کی نوبت آئی تو بے خوف وخطر میدانِ جنگ میں کود پڑیں اور شمشیر زنی اور تیر افگنی کے جوہر دِکھلائے۔ امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب 'سیر اعلام النبلاء' میں حضرت اُمّ عمارہؓ کے جہاد اور دوسرے واقعات میں شرکت کو نقل کیا ہے کہ: آپؓ لیلۃ العقبہ میں حاضر رہیں، اسی طرح اُحد، حدیبیہ، غزوۂ حنین اور یمامہ میں شرکت کر کے وہ مجاہدانہ وسرفروشانہ کارنامہ انجام دیا کہ جس سے ہماری عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ یہی وہ خاتون ہیں جنھیں اسلامی تاریخ میں 'اوّل مجاہدہ' ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آیئے! درجِ ذیل سطور میں ان کی جنگی خدمات پر ایک نظر ڈالتے چلتے ہیں۔

غزوۂ اُحد

غزوۂ بدر میں کفار کے بڑے بڑے رؤسا مارے گئے تھے اور انھیں شرمناک ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا، جس کی وجہ سے ان کے حوصلے پست اور سرد ہو گئے تھے لیکن ایک سال کے بعد جب ان مشرکین نے ہوش کے ناخن لیے تو ان کی رگوں میں انتقام کا جذبہ اور غصہ کی آگ بھڑکنے لگی۔ چنانچہ شوال ۳ھ کو جب آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی کہ کفار پورے ساز و سامان اور لاؤ لشکر کے ساتھ نکل چکے ہیں تو پیغمبرِ اعظم ﷺ مشورہ کرکے صحابہؓ کی ایک جمعیت لیے وادیٔ اُحد کی طرف روانہ ہوئے اور کہسارِ اُحد کے دامن میں پڑاؤ ڈالا۔ اِن علمبردارانِ حق کی تعداد ۷۰۰ سے متجاوز نہ تھی؛ مگر عجب کیف و مستی کے جام پیے، والہانہ شوق و جذبہ میں ڈوبے ہوئے باطل سے پیکار لینے جارہے تھے۔ دوسری طرف ۳۰۰۰ جنگی سورماؤں کا وحشیانہ غول تھا جو بدر کا انتقام لینے کے لیے سفاک بھیڑیوں سے خوں ریزی اور لومڑی سے عیاری مانگ آیا تھا۔ جب لڑائی شروع ہوئی اور دونوں لشکر باہم ٹکرائے تو گھمسان کا رن پڑا، معرکۂ کارزار نے شدت اختیار کی، ماردھاڑ کے فلک شگاف نعروں سے پہاڑوں کا دل لرز اُٹھا۔ اُونٹ دائیں جانب بیٹھنے ہی جارہا تھا کہ یکا یک ایک چوک نے پوری فتح یاب جنگ کو شکست میں تبدیل کردیا اور میدانِ محشر بپا ہوگیا۔ کفار آگ و خون کا حملہ کردیا اور "قُتِلَ مُحَمّد" کی افواہ بجلی بن کر گری جس نے صحابہؓ کے ذہن و دماغ کو تھوڑی دیر کے لیے ماؤف کردیا۔ فکر و ادراک پر سناٹا چھا گیا۔ شمعِ رسالت کے پروانے تتر بتر ہوگئے، ادھر کفار نے اپنا سارا زور حضور ﷺ پر لگا رکھا تھا، چہار جانب سے خونی حملے ہو رہے تھے، معدودے چند شیدائیانِ حق آپ ﷺ کے اِردگرد باقی رہ گئے۔

اگر وہ پاپیادہ ہوتے

حضرت اُمّ عمارہؓ نے جب اس نازک گھڑی کو دیکھا کہ لوگ آپ ﷺ تک پہنچنے

کی کوشش کررہے ہیں تو ایمانی غیرت وحمیت جاگ اُٹھی اورتن تنہا مکمل مورچہ بن کر دادِ شجاعت دینے لگیں۔خود حضرت اُمّ عمارہؓ فرماتی ہیں کہ: جب لوگ حبیبِ خدا ﷺ کو چھوڑکر بھاگنے لگے اور گنے چنے صحابہؓ آپ ﷺ کے پاس باقی رہ گئے تو میں، میرا شوہر اور میرے دولڑکے آپ ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ کا دفاع کرنے لگے۔میرے پاس ڈھال نہیں تھی اور لوگ آپ ﷺ کے سامنے شکست خوردہ گزر رہے تھے تو آپ ﷺ نے ایک جانے والے شخص کوفرمایا:"إلق ترسك إلى من يقاتل" جو جنگ کررہا ہے اس کو ڈھال دیتے جاؤ۔اُس نے ڈھال پھینکی، میں نے اس کو اُٹھایا اور آپ ﷺ پر ہونے والے حملوں کو روکتی رہی۔شجاعت و بسالت سے بھرپور لہجے میں فرماتی ہیں کہ: ہمارا مقابلہ گھوڑسواروں سے تھا، اگر وہ ہماری طرح پاپیادہ ہوتے تو ہم ان کے قدم اکھیڑدیتے۔

ابنِ قَمِئَہ سے مقابلہ

حضرت اُمّ عمارہؓ پہاڑ کی مانند ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری شدت سے دشمنوں کا منہ توڑ جواب دینے کی کوشش کرتی رہیں۔اس دوران آپؓ کو مجموعی طور پر تقریباً تیرہ زخم پہنچے جن میں ابن قمئہ کے وار نے سخت چوٹ پہنچائی تھی جس کو مندمل ہوتے ہوتے پورا ایک سال کا عرصہ لگا؛ مگر ان زخموں کے آثار زندگی بھر شجاعت و بہادری اورقربانی وجاں نثاری کی شہادت دیتے رہے۔

اُمّ سعد بنتِ سعد بن ربیع کا بیان ہے کہ: میں حضرت اُمّ عمارہؓ کے دولت کدے پر حاضر ہوئی اور پوچھا کہ اے اُمّ عمارہ! اُحد کی کچھ کارگزاری بتلاؤ، فرمانے لگیں: میں علی الصباح سپہ سالارِ اعظم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئی، میرے پاس مشکیزہ تھا جس میں پانی بھربھرکر زخمیوں کو پلاتی تھی؛ لیکن جب میں نے دیکھا کہ شکست خوردہ لوگ راہِ فرار اختیار کررہے ہیں اور آپ ﷺ تنہا ہیں، دشمن بار بار یورش کیے جارہے ہیں، تو میں نے

مشکیزہ پھینکا اور حضور ﷺ کے قریب آہنی دیوار بن کر ہونے والے حملوں کا دفاع کرتی رہی؛ یہاں تک کہ میں زخموں سے چور چور ہوگئی۔

اُمّ سعد انصاریہ فرماتی ہیں کہ: میں نے آپؓ کے کندھے پر ایک گہرا زخم دیکھا تو تعجب سے پوچھا: یہ کس نے مارا؟ کہنے لگیں کہ جب دشمنوں نے دیکھا کہ پروانۂ رسول شمعِ رسالت ﷺ سے بھاگ رہے ہیں تو ابن قمئہ نامی ایک مشرک کبر ونخوت کا نعرہ لگاتے ہوئے آگے بڑھا کہ: مجھے بتاؤ آج محمد کہاں ہے؟ اگر آج وہ بچ گیا تو خدا مجھے تباہ کردے۔ جب میں نے اس خونخوار مشرک کے تیور دیکھے تو اس کے مقابلہ کو لپکی۔ اُدھر سے اس کی آواز سن کر علمبردارِ لشکر حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی آگے بڑھے۔ جب میرا اس کینہ پرور دشمن سے مقابلہ ہوا تو اُس نے مجھے زور سے ضرب لگائی جو گہرا گھاؤ چھوڑ گیا۔ میں نے پلٹ کر جوابی وار کیا لیکن اس بزدل نے اپنے بدن پر دو زِرہ چڑھا رکھی تھی اس لیے وار کارگر نہ ہوسکا؛ لیکن اس کے بعد مقابلے کی اس میں ہمت نہ رہی اور وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے قدردانی وحوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا کہ: قیامت میں بھی اُمّ عمارہ اسی طرح میرے پاس رہے گی جیسے آج میدانِ اُحد میں۔ (سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ: ۲/ ۳۱۵)

جذبۂ فدائیت

دورانِ جنگ حضرت اُمّ عمارہؓ کے زخم سے خون کا پرنالہ بہہ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے خود ان کے زخم پر پٹی بندھوائی، لیکن حضرت اُمّ عمارہؓ ان زخموں کی تاب نہ لاسکی اور بیہوش ہوگئیں۔ جب افاقہ ہوا تو اہلِ خانہ سے بےخبر و بےپروا ہوکر صرف آپ ﷺ کے متعلق دریافت کرنے لگیں: اللہ کے حبیب کہاں ہیں؟ مشرکین نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ لوگوں نے جواب دیا کہ: آپ ﷺ بفضل اللہ خیریت و عافیت سے ہیں۔ اللہ اکبر! کس قدر آپ ﷺ کے ساتھ محبت وفدائیت کا دَم بھرنے والی وہ قرنِ

اوّل کی ہستیاں تھیں، اللہ ہمیں بھی آپ ﷺ کے ساتھ صحیح محبت عطا فرمائے۔ (تذکارِ صحابیات: ص۳۸۹، نشاءِ مبشرات بالجنۃ: ص ۶۸-۶۹، بحوالہ البدایہ والنہایہ: ۳۴/۴، اصابہ: ۴۵۷/۴، عیون الاثر: ۲۱/۲، طبقات سعد: ۴۱۳/۸، سیّدات مبشرات بالجنۃ: ص۲۲-۲۳)

اُمّ عمارہ کا مقام بہ زبانِ خیر الانام ﷺ

حضرت ضمرہؓ بن سعد المازنی اپنی دادی کے حوالے سے نقل کرتی ہیں کہ: میری دادی بھی غزوۂ اُحد میں حاضر ہوئی تھیں اور مجاہدین کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی تھی۔ میری دادی نے مجھے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”لمقام نُسیبة بنت كعب اليوم خير من مقام فلان و فلان“ آج نسیبہ بنت کعب کا مقام فلاں اور فلاں کے مقام و مرتبہ سے بہتر ہے۔ اور آپ ﷺ حضرت اُمّ عمارہؓ کو دیکھ رہے تھے کہ آپؓ اپنی کمر کے ساتھ پٹکا باندھے ہوئے جوش و ولولہ کے ساتھ لڑ رہی ہیں؛ یہاں تک کہ جنگ کے دوران آپؓ کو تیرہ زخم لگے۔ (طبقات ابن سعد: ص۳۰۲/۸، حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو: ص۲۲۲)

حضرت ضمرہؓ ہی سے مروی ہے کہ جب میں حضرت اُمّ عمارہؓ کی وفات کے وقت حاضر ہوئی اور غسل دیا تو میں نے آپؓ کے جسم پر زخم شمار کیے تو وہ تیرہ زخم تھے اور ان میں سب سے بڑا زخم وہ تھا جو غزوۂ اُحد کے دن ابنِ قمئہ کے ہاتھوں لگا تھا۔ (المغازی: ۲۷۰/۱)

اُحد میں مشرک سے مڈبھیڑ

حضرت اُمّ عمارہ فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ کے پاس اپنی ڈھال سے دشمنوں کے حملے روک رہی تھی کہ اتنے میں ایک گھوڑ سوار مشرک آیا، اُس نے مجھ پر وار کرنا چاہا تو میں نے اپنی ڈھال سے روک دیا۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگا تو میں نے پیچھے سے ایسا وار کیا کہ گھوڑا مع سوار نیچے آ گرا۔ نبیٔ کریم ﷺ یہ دیکھ کر میرے بیٹے سے کہنے لگے: ”یاابن عمارة امك امك“ اے اُمّ عمارہ کے بیٹے! اپنی والدہ کی اعانت کرو۔ پھر اس

نے میری مدد کی اور ہم دونوں نے مل کر اس کا کام تمام کر دیا۔ (سیّدات مبشرات بالجنۃ: ص۲۴، نساء مبشرات بالجنۃ: ٦٦، بحوالہ طبقات ابن سعد: ۴۱۴/۸)

حضرت اُمّ عمارہ کی شجاعت وصلابت کی ستائش حضور ﷺ کی زبانی

خاتونِ اُحد بڑی بے جگری اور پامردی سے دادِ شجاعت دے رہی تھیں اور آپؓ کے فرزند حضور ﷺ کا دفاع کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک مشرک نے آپؓ کے بیٹے کو ایسی کاری ضرب لگائی کہ بائیں بازو کا اکثر حصہ کٹ گیا۔ خون تھا کہ کسی طرح تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ”اعصب جرحك“ زخم کی مرہم پٹی کرلو۔ چنانچہ ماں نے - جو مرہم پٹی کا سامان ساتھ لے کر آئی تھیں - بیٹے کے زخم پر پٹی باندھی اور فرمایا: بیٹے! جاؤ اور میدان میں دشمنوں سے مقابلہ کرو۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ومن يطيق ماتطيقين يا أُمّ عمارة!“ اے اُمّ عمارہ! تمہاری جیسی کوہ افگن قوت کسی میں کہاں؟ اتنے میں وہی مشرک دوبارہ نظر آیا، آپ ﷺ نے بہ آواز بلند فرمایا: ”هذا ضارب ابنك“ یہ وہی ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا تھا۔ اُمّ عمارہؓ نے سنا تو اس کی طرف لپکیں اور اس کی پنڈلی پر تلوار کی ایسی کاٹ دِکھائی کہ گھوڑا مع سوار زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے یہ ہمتِ مردانہ اور چابک دستی دیکھی تو ایسے مسکرائے کہ چہرۂ انور کھل کر گلاب ہو گیا۔ حضرت اُمّ عمارہؓ بیان کرتی ہیں کہ: آپ ﷺ نے اس واقعہ پر اس قدر خوشی کا اظہار فرمایا کہ آپ ﷺ مسکرانے لگے؛ یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے نواجذ مبارک کو دیکھا اور پھر ارشاد فرمایا: ”الحمد لله الذی ظفرك واقر عينك من عدوك و أراك ثارك بعينك“ (ساری ستائش اس اللہ کے لیے ہے جس نے تمھیں کامیاب کیا، تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا اور تمھیں اپنی آنکھوں کے سامنے بدلہ دِکھلا دیا)۔ (المغازی: ۲۷۰/۱-۲۷۱، نساء مبشرات بالجنۃ: ص٦٧، بحوالہ طبقات ابن سعد: ۴۱۴/۸، سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۸، اعلام النساء: ۱۷۳/۵)

قسمت جاگ اُٹھی

حضرت اُمّ عمارہؓ کے فرزند عبداللہ بن زید بن عاصمؓ روایت کرتے ہیں کہ: میں اُحد کے دن شریکِ جنگ رہا، جب لوگوں میں سخت افراتفری اور سراسیمگی کا ماحول پیدا ہوا اور لوگ منتشر ہونے لگے تو میں اور میری والدہ آپ ﷺ کے دفاع میں آپ کے قریب آگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے ابنِ اُمّ عمارہ! میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ! ارشاد ہوا: ”إرْمِ“ پھینکو۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ کے سامنے ایک مشرک کو پتھر مارا جو گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ پتھر گھوڑے کی آنکھ میں لگا جس سے گھوڑا مع سوار قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے آگرا۔ میں برابر پتھر مارتا رہا یہاں تک کہ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ آپ ﷺ نے یہ شجاعت دیکھی تو مسکرائے۔ اتنے میں آپ ﷺ کی نظر میری والدہ کے شانہ پر پڑی تو دیکھا کہ کاری زخم لگا ہوا ہے۔ فوراً آپ ﷺ نے مجھے کو مدد کے لیے پکارا: ”امك امك اعصب جرحها“ عبداللہ! اپنی ماں کی خبر لو۔ ان کے زخم پر پٹی باندھو! پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بارك الله عليكم من اهل البيت، لمقام امك خير من مقام فلان و فلان رحمكم الله اهل البيت“ خدا تمہارے گھر والوں پر برکتیں نازل کرے، تمہاری ماں آج فلاں فلاں سے بازی لے گئیں۔

بارِالٰہا! اس خانۂ ایمان ومحبت پر رحم فرما!

اُمّ عمارہؓ نے جب زبانِ رسالت سے ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے سنا تو زندگی کی حسین ترین آرزو جو دل کی گہرائیوں میں نہ جانے کب سے موجزن تھی، زبان پر آگئی کہ: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے دعا کردیجیے کہ ہمیں جنت میں بھی آپ ﷺ کی رفاقت نصیب ہوجائے۔ رحمتِ عالم ﷺ نے ہاتھ اُٹھا کر اپنے رب کے حضور یوں التجا کی: ”اللهم اجعلهم رفقائى فى الجنة“ خدایا! انھیں جنت میں میرے رفقا میں شامل فرما۔ حضرت اُمّ عمارہؓ نے نطق وحی ورسالت سے یہ دعا سنی تو فرطِ مسرت وشادمانی سے گلزار بداماں ہوگئیں۔ مسرت کے شادیانے گونج اُٹھے اور زبان پر

یہ بے ساختہ جملہ جاری ہوگیا: "ما ابالی بعد ذلك ما أصابنی فی الدنیا" اب مجھے اس کے بعد دُنیا میں کسی رنج و ملال کا کوئی اندیشہ نہیں!

خدا نے عزتِ دارین کی عطا اُس کو
جو تیری عزت و ناموس پر نثار ہوا

ہر طرف شجاعت کے جلوے

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "ما التفت یمینا و لا شمالاً إلا و أنا أراها تقاتل دونی" میں غزوۂ اُحد کے دن جب بھی دائیں بائیں دیکھتا تھا تو اُمِّ عمارہؓ ہی دِکھائی دیتی تھیں۔ حضرت اُمِّ عمارہؓ اسی شجاعت و جانبازی اور عزم و ثبات کی بنا پر تاریخ میں 'خاتونِ اُحد' سے مشہور ہوئیں۔

(سیدات مبشرات بالجنۃ: ص۲۳-۲۴، صور من حیاۃ الصحابیات: ص۷۰-۷۱)

خواتینِ قریش کی حالت بہ زبانِ اُمِّ عمارہؓ

میدانِ اُحد میں مسلم خواتین کی طرح قریش کی عورتیں بھی آئی ہوئی تھیں۔ دونوں کا طرزِ عمل جداگانہ تھا۔ اِدھر مسلمان عورتیں بڑی چابک دستی اور گرم جوشی سے زخمیوں کو پانی پلانے اور خونچکاں زخموں پر پٹی باندھنے کی خدمت انجام دے رہی تھیں اور جب مسلمانوں پر نازک وقت آیا تو اپنی غیر معمولی قوت کا مظاہرہ کر کے تاریخ میں بے مثال شجاعت و بہادری کی ایک نئی نظیر قائم کر رہی تھی۔

اور اُدھر قریش کی عورتیں اپنے ساتھ دف لے کر آئی تھیں اور مقتولینِ بدر کا مرثیہ پڑھ کر پست ہمت لوگوں میں رگِ حمیت کو جھنجھوڑنے اور جنگ پر برانگیختہ کرنے کا کام انجام دے رہی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت اُمِّ عمارہؓ سے آپ کی جنگی خدمات اور اُحد کی روداد کے متعلق پوچھا گیا اور ساتھ میں قریش کی عورتوں کے متعلق بھی پوچھا گیا کہ کیا قریش کی عورتوں

نے- جو اپنے شوہروں کے ساتھ جنگ میں آئی تھیں- کوئی جنگی کارنامہ انجام دیا تھا؟ تو حضرت اُمّ عمارہؓ نے اس وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے جواب دیا کہ میں نے کسی عورت کو پتھر تک پھینکتے ہوئے نہیں دیکھا چہ جائیکہ وہ قتال کرتیں۔ ان کے ہاتھوں میں صرف دف نظر آتے تھے جس کو وہ بجا بجا کر بدر کے مقتولین کی یاد تازہ کراتی تھیں اور ان کے جیب سرمہ سلائیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ جب کسی آدمی کو میدان سے اُلٹے پاؤں بھاگتے ہوئے دیکھتے تو اپنی جیب سے ایک سرمہ سلائی نکال کر اس کے ہاتھ میں یہ کہتی ہوئی تھما دیتی: تم تو عورتوں کی طرح بزدل ہو۔ اس طرح وہ مختلف رویوں سے ان کو قتال پر آمادہ کرتی تھیں۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ وہی عورتیں جو تھوڑی دیر پہلے دوسروں کو بزدلی کا طعنہ دے رہی تھیں خود بزدل بنی مردوں کے پیچھے افتاں وخیزاں بھاگی جا رہی تھیں اور گھوڑ سوار مشرکین بھی پا بہ رکاب ہو کر اپنے گھوڑے سرپٹ بھگائے لے جا رہے تھے۔ میں نے ان میں سے ایک ہند بنتِ عتبہ نامی عورت کو دیکھا کہ وہ فربہ جسم رکھنے کی وجہ سے ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی، اس اندیشہ سے کہ کہیں گھوڑے اس کو کچل نہ ڈالیں، اس کے ساتھ ایک عورت اور تھی۔ پھر اس کے بعد یکا یک جنگ کا منظر بدلا اور مشرکین کی ایک جماعت نے ہم پر پلٹ کر حملہ کر دیا جس سے مسلمان حواس باختہ ہو گئے اور سخت زخم سے دوچار ہوئیں۔ حضرت اُمّ عمارہؓ فرماتی ہیں کہ: جس قدر انھوں نے ہمیں ضرر پہنچایا ضرور اس کے بقدر اللہ ہمیں اجر عطا کریں گے۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص۷۰)

حمراء الاسد

حضرت اُمّ عمارہؓ نے غزوۂ اُحد میں ایسی شجاعت و جواں مردی کے جوہر دِکھلائے کہ آج تک تاریخ انگشت بدنداں ہے۔ ان کی جاں فشانی وقربانی کی اس سے بڑی سند اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ما التفت یمینا و لا شمالًا الا و انا أراھا تقاتل دونی“ بروزِ اُحد میں جس جانب دیکھتا اُمّ عمارہؓ کو اپنے دائیں بائیں دفاع میں لڑتا ہوا پاتا۔

جیسا کہ پیچھے گزر چکا اس جنگ میں آپؓ کو تیرہ کے قریب زخم لگے تھے۔ابھی زخم تازہ ہی تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دشمن کے تعاقب کا حکم دیا ہے اور اس میں وہی لوگ شریک ہوں گے جو گزشتہ کل جنگ میں شریک تھے۔ چنانچہ زخموں سے چور تھکے ہارے تمام صحابہؓ حمراء الاسد کی طرف چل پڑے۔ ’خاتونِ اُحد‘ نے بھی نکلنے کی کوشش کی لیکن خون تھا کہ تھم کر نہیں دے رہا تھا۔ بہ کثرت خون بہنے کی وجہ سے کافی ضعف آ چکا تھا، اس وجہ سے باوجود کوشش کے نہ جا سکیں۔ جب رسول اللہ ﷺ حمراء الاسد سے واپس آئے تو اس وقت تک اپنے دولت کدہ پر تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپ ﷺ نے حضرت اُمّ عمارہؓ کے بھائی حضرت عبداللہ بن کعب مازنی کو ان کے گھر بھیج کر خیریت معلوم نہ کر لی۔ جب سیّدالکونین ﷺ کو ان کی سلامتی کی اطلاع ہوئی تو غنچۂ دل کو سکون ملا، پھر کہیں جا کر کاشانۂ نبوت کا رُخ کیا۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۷۰-۷۱، بحوالہ الطبقات الکبریٰ: ۸/۴۱۳)

غزوۂ بنو قریظہ

ذوالقعدہ ۴ھ میں رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت غزوۂ خندق سے واپس ہوئے اور ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے گئے، غسل کے لیے پانی منگوایا اور غسل کرنے لگے۔ اسی اثنا میں حضرت جبرئیل آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ہتھیار اُتار دیے حالانکہ فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں اُتارے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنو قریظہ کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں۔ (السیرت الحلبیہ: ۲/۳۳۱-۳۳۲)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک منادی کو بھیج کر ندا کروائی کہ: اے شہسوارانِ اسلام! سوار ہو جاؤ اور حضرت بلالؓ نے بحکم نبوی لوگوں میں اعلان کر دیا کہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں جا کر ادا کی جائے گی، پھر رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابہؓ کی جماعت لے کر روانہ ہوئے جن میں حضرت اُمّ عمارہؓ بھی شامل تھیں اور بنو قریظہ کے ایک کنویں کے قریب

پڑاؤ ڈال کر بیس راتوں سے زائد محاصرہ کیا؛ لیکن وہ اتنے مرعوب ہو چکے تھے کہ باہر نکلنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بالآخر مجبور ہو کر اپنا فیصلہ حضور ﷺ کے ہاتھوں سپرد کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کی رضا مندی سے ان کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کو حکم بنایا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے ان کے مردوں کے قتل کرنے اور عورتوں اور بچوں کے قید کرنے کا حکم دیا اور سارا مال بطور غنیمت مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جو عورتیں اس غزوہ میں حاضر ہوئی تھیں ان میں سے بعض عورتوں کو بھی اس میں سے حصہ دیا گیا جن میں حضرت اُمّ عمارہؓ بھی شامل تھیں۔

بیعتِ رضوان

رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اپنے سر کا حلق کروایا، بیت اللہ کی چابی لی اور اپنے صحابہؓ کے ساتھ طواف اور عمرہ ادا کیا۔ جب آپ ﷺ نے یہ خواب صحابہؓ کے سامنے بیان کیا تو تمام صحابہؓ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور سبھی لوگ تیاری میں جٹ گئے۔ جب صحابہؓ سفر کی تیاری سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ ۶ ھ یکم ذی القعدہ بہ روز پیر اپنے صحابہؓ کی جماعت لے کر سوئے مکہ روانہ ہوئے، جن میں آپ ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت اُمّ سلمہؓ، حضرت اُمّ عمارہؓ، حضرت اُمّ منیعؓ اور حضرت اُمّ عامر اشہلیہؓ شریک تھیں؛ لیکن کفارِ قریش نے مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

حضرت اُمّ عمارہؓ اس ناگہانی آفت کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرماتی ہیں کہ: جب کفارِ مکہ نے ہمیں مکہ معظّمہ میں داخل نہیں ہونے دیا تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو سفیر بنا کر مکے کی طرف بھیجا۔ اِدھر ان کی واپسی میں تاخیر ہو گئی اور اُدھر مکہ والوں نے یہ افواہ پھیلائی کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے۔ اُس وقت آپ ﷺ ہماری قیام گاہ پر تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان اللّٰہ امرنی بالبیعة“ اللہ نے مجھے بیعت کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ لوگ آپ ﷺ کے پاس آ آ کر بیعت لینے لگے اور جس کے پاس جو ہتھیار تھا اس نے تھام لیا۔ چونکہ یہ سفر عمرہ کی نیت سے تھا اس لیے

اکثر و بیشتر لوگوں کے پاس جنگی ہتھیار نہیں تھے۔ میں نے اپنے شوہر غزیہ بن عمرو کو دیکھا کہ وہ گلے میں تلوار حمائل کیے کھڑے ہیں۔ چنانچہ میں بھی اُٹھی اور جس لکڑی کے سائے میں ہم تھے اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ایک چھری اپنے کمربند میں اڑس لی؛ تاکہ اگر کوئی دشمن مجھ سے قریب ہو تو اس کا کام تمام کروں، لیکن لڑائی کی نوبت نہیں آئی اور رسول اللہ ﷺ اُس وقت لوگوں سے بیعت کررہے تھے اور عمر بن خطابؓ آپ ﷺ کا ہاتھ تھامے ہوئے بیٹھے تھے۔ لوگوں نے اس بات پر بیعت کی کہ وہ کبھی میدانِ کارزار سے فرار اختیار نہیں کریں گے۔ اس بیعت کو 'بیعتِ رضوان' کہا گیا جس کا تذکرہ قرآنِ کریم کی اس آیت میں موجود ہے:

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْيُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَافِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا" (الفتح:۱۸)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کررہے تھے اور ان کے دِلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا؛ اس لیے اس نے ان پر سکینت اُتار دی اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرمادی۔ (آسان ترجمہ قرآن:ص ۱۰۷۵)

(نساء مبشرات بالجنۃ:ص ۲۷، صحابیات مبشرات:۲۹۲)

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیعت میں شریک ہونے والوں کو رضائے الٰہی کا مژدہ سنایا ہے اور ساتھ ساتھ ان کے اس بیعت ہونے میں اخلاص و للّٰہیت کی تائید بھی کی ہے۔ حضور ﷺ نے بھی اس بیعت میں حاضر ہونے والوں کو جہنم سے نجات کی خوش خبری سنائی ہے۔ چنانچہ ایک صحابی اُمّ بشرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی بھی انشاء اللہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ (رواہ مسلم:۴۴ فضائل الصحابہ:۴/۱۹۴۲)

تو گویا حضرت اُمّ عمارہؓ نے اس بیعت میں شریک ہوکر دُنیا ہی میں لسانِ مبارک سے نہ صرف جنت کی خوش خبری سن لی،؛ بلکہ دیگر فضائل بھی حاصل کرلیے۔

صلحِ حدیبیہ

بعدازاں بڑی دقتوں اور دشواریوں کے بعد مسلمان اور کافروں کے درمیان صلح ہوئی جس کو تاریخ میں 'صلحِ حدیبیہ' کے نام سے جانا جاتا ہے۔حضرت اُمّ عمارہؓ بھی اس میں شریک ہوئی تھیں۔ چنانچہ آپؓ خود اس واقعہ کو بیان فرماتی ہیں کہ: میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ چارزانو بیٹھے ہوئے ہیں، عباد بن بشرؓ اور مسلمہ بن اسلمؓ ہتھیار سے مسلح ہوکر آپ ﷺ کے سرہانے چاق وچوبند کھڑے ہیں۔ جب سہیل بن عمرو نے آپ ﷺ سے بات کرتے ہوئے آواز بلند کی تو فوراً ان دونوں صحابیوں نے اس کو ٹوکا کہ آہستہ آواز سے بات کرو (حضرت اُمّ عمارہؓ فرماتی ہیں کہ) سہیل گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھا اور اس قدر بلند آواز سے بات کرنے لگا کہ مجھے اس کے ہونٹ کا شکن یہاں تک کہ دانت بھی نظر آرہے تھے۔اس وقت رسول اللہ ﷺ کے اِردگرد دوسرے صحابہؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔(المغازی:۲/ ۶۰۵-۶۰۶)

تکمیلِ صلح کے بعد حضرت اُمّ عمارہؓ اگلے احوال یوں بیان فرماتی ہیں کہ: میں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ ﷺ اپنی چادر کو دائیں بغل سے بائیں کندھے پر ڈال رہے تھے اور نحر کرنے کے لیے نیزہ آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں موجود ہے۔ (بعینہٖ مذکورہ حوالہ) اس کے بعد آپ ﷺ ایک چھوٹے خیمہ میں تشریف لے گئے اور نشان زدہ جانور طلب کیا، پھر آپ ﷺ نے موئے مبارک کو مونڈا اور اس کو درخت کے نیچے پھینکا تو لوگ اس کو لے کر تقسیم کرنے لگے۔ مجھے بھی چند مبارک بال ہاتھ لگ گئے اور اس کو موت تک میں نے حفاظت سے رکھا۔(المغازی:۲/۶۱۵)

حضرت اُمّ عمارہؓ کا بیان ہے کہ: جس وقت آپ ﷺ نے بدنہ کا نحر کیا اس وقت میں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ ﷺ ایک چھوٹے خیمہ میں تشریف لے گئے جس میں نائی تھا، پھر آپ ﷺ نے حلق کروایا، ابھی میں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ ﷺ

خیمہ سے سر مبارک نکال کر فرمانے لگے: ”رحم اللہ المحلقین“ اللہ حلق کرنے والوں پر رحمت کی بارش کرے۔ کسی نے سوال کیا: اللہ کے رسول!”والمقصّرین ؟“اور قصر کرنے والوں پر؟ تو آپ ﷺ نے پھر ”رحم اللّٰہ المحلقین“ فرمایا، پھر پوچھا گیا: ”والمقصّرین ؟“ تین مرتبہ ایسا ہوا۔ چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”والمقصّرین“ اور قصر کرنے والوں پر بھی۔ (المغازی:۲/۶۱۵)

حضرت اُمّ عمارہؓ اپنا حال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے اس دن قینچی کے ذریعہ اپنے بالوں کا قصر کیا۔

غزوۂ خیبر

۷ھ صفر کے مہینے میں رسالت مآب ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو جنگ کی تیاری کرنے کا حکم دیا اور تیاری کر کے خیبر کی طرف تشریف لے گئے۔ اس موقع سے بیس بہادر عورتیں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہولیں۔ منجملہ ان کے زوجۂ مطہرہ حضرت اُمّ سلمہؓ، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ اور حضرت اُمّ عمارہ بھی تھیں۔ (المغازی:۲/۶۸۵)

سپہ سالارِ اعظم ﷺ اپنے لشکر کو لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے اور یہودیوں کے صعب نامی ایک قلعہ میں - جہاں خورد و نوش کا سامان اور مویشی تھے - پڑاؤ ڈالا۔ اس کے متعلق حضرت اُمّ عمارہؓ فرماتی ہیں: ہم نے قلعۂ صعب میں اتنا غلہ اور اناج پایا کہ مجھے وہم و خیال تک نہ تھا کہ خیبر میں اتنا ہوگا۔ چنانچہ مسلمان اس قلعہ میں سے ایک مہینہ یا کچھ زیادہ کھاتے رہے اور اپنے جانوروں کو بھی یہیں سے چارہ دیتے رہے۔ (المغازی:۲/۶۶۵)

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ: ہم نے بنو مازن بن نجار کے لیے خیبر میں دو گھوڑوں کو ذبح کیا، پھر ہم قلعہ فتح کرنے تک اس میں سے کھاتے رہے۔ (المغازی:۲/۶۶۱)

جب مسلمانوں نے خیبر فتح کیا اور وافر مقدار میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا تو اس میں سے خواتین کو بھی حصہ دیا گیا۔ چنانچہ حضرت اُمّ عمارہؓ کو بھی اس میں سے حصہ ملا۔ حضرت حارث

بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت اُمّ عمارہؓ کے گلے میں سرخ رنگ کا منقش نگینہ دیکھا تو میں نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ مسلمانوں کو صعب قلعہ سے کچھ نگینے ہاتھ لگے تھے جو وہاں زمین میں دفن تھے۔ جب وہ نگینے آپ ﷺ کی خدمت میں لائے گئے تو حکم دیا کہ جنّتی عورتیں ہمارے ساتھ ہیں ان کو شمار کیا جائے۔ تو ہم بیس عورتیں تھیں، پھر وہ نگینے ہمارے درمیان بانٹ دیے گئے اور مالِ فیئ میں سے ہم کو ایک مخمل جیسا سوتی کپڑا، یمنی چادر اور دو دینار ملے۔ (المغازی: ۲/ ۶۸۸)

عمرۃ القضاء میں شرکت

جس وقت آپ ﷺ نے ماہِ ذی القعدہ ۷ھ کو عمرۃ القضاء کے ارادے سے مکہ جانے کا قصد کیا تو دو ہزار مسلمان جو حدیبیہ میں شریک تھے، آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیے۔ چنانچہ حضرت اُمّ عمارہؓ بھی رضائے الٰہی کی خاطر آپ ﷺ کے ساتھ شریکِ سفر ہو گئیں۔ خود حضرت اُمّ عمارہؓ سے روایت ہے کہ میں عمرۃ القضاء میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک تھی۔ بیت اللہ میں داخل ہونے کے وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ: میں نبیٔ کریم ﷺ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ ﷺ سواری پر سوار ہو کر کعبۃ اللہ کی جانب رواں دواں ہیں اور عبد اللہ بن رواحہؓ سواری کی لگام تھامے ہوئے آگے آگے چل رہے ہیں۔ جب قریب پہنچے تو صحابہؓ صف بستہ استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے لاٹھی کے ذریعے حجرِ اسود کا استلام کیا۔ پھر آپ ﷺ سواری پر سوار ہونے کی حالت میں اپنی چادر کو بائیں کندھے پر ڈالے صحابہؓ کے ساتھ طواف کر رہے تھے۔ نیز فرماتی ہیں کہ:

سوائے شہیدوں اور مرحومین کے اہلِ حدیبیہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو عمرۃ القضاء میں نہ آیا ہو۔ (المغازی: ۲/ ۷۳۵-۷۳۶)

غزوۂ حنین میں آپؓ کی شجاعت

فتحِ مکہ کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا لشکرِ جرار لے کر وادیٔ حنین

کی طرف رواں دواں ہوئے، تو حضرت اُمّ عمارہؓ نے تمام غزوات کی طرح اس غزوہ میں بھی شرکت فرما کر کوہ افگن قوت کا مظاہرہ کیا اور ایک دشمن کی کلائی مروڑ دی۔

غزوۂ حنین میں جب مسلمانوں نے سواروں کی کثرت دیکھی تو طبعی خیال ہو چلا کہ ہم ہی فتح پائیں گے۔ چنانچہ اسی وہم وگمان کے ازالے کے لیے تیر وتفنگ کے نشانے بنا گئے۔ ابتداءً ہزیمت وشکست کا سامنا کرنا پڑا اور اتنی سخت افراتفری اور بھگدڑ مچی کہ اچھے اچھوں کے پائے ثبات میں لغزش آ گئی اور میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ صرف آپ ﷺ اور چند سرفروش صحابہؓ باقی رہ گئے تھے، جو میدان میں دشمن کے بڑھتے قدموں پر قدغن لگائے ڈٹے ہوئے تھے۔ ان جاں نثاروں میں ایک حضرت اُمّ عمارہؓ بھی تھیں۔

حضرت اُمّ عمارہؓ سے اس سخت اور زہرہ گداز حالت کے بارے میں منقول ہے کہ جب غزوۂ حنین کا دن تھا اور لوگ چاروں طرف شکست خوردہ بھاگ رہے تھے، میں اور چار عورتیں اس میدان میں موجود تھیں۔ چنانچہ میرے ہاتھ میں تند وتیز تلوار تھی، اُمّ سلیمؓ کے پاس خنجر تھا، اُمّ سلیطؓ اور اُمّ حارثؓ بھی ہمارے ساتھ شریک تھیں۔ میں تلوار سونت کر کھڑی انصار کو بلند آواز سے پکار رہی تھی اور ان کو غیرت دلا رہی تھی کہ تم کیوں کر راہِ فرار اختیار کر رہے ہو؟ اتنے میں میری نظر بنو ہوازن کے ایک مشرک اونٹ سوار پر پڑی۔ اس کے پاس جھنڈا تھا اور وہ مسلمانوں کو روندنے کے لیے اپنا اونٹ مسلمانوں کی صفوں کے بیچ دوڑانا چاہتا تھا کہ میں نے اس کا پیچھا کیا اور اُونٹ کے پیر پر ضرب لگائی۔ اونٹ اُونچا تھا؛ اس لیے اس کے چوتڑ پر لگا، پھر میں اس کو مسلسل مارتی رہی یہاں تک کہ اس کو خاک چاٹتا کر دیا، پھر میں نے اس کی تلوار لے لی اور اونٹ کو اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ اُدھر دوسری طرف رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ میں تلوار سونتے کھڑے تھے اور پکار رہے تھے: اے سورۂ بقرہ والو! تو کچھ مسلمان لوٹ آئے پھر بلند آواز سے کہنے لگے: اے بنو عبد الرحمٰن! اے بنو عبد اللہ! اے خیل اللہ! (رسول اللہ ﷺ کے گھوڑ سواروں کا شعار 'خیل اللہ'، مہاجرین کا شعار 'بنو عبد الرحمٰن' اور اوس کا شعار 'بنو عبد اللہ تھا) چنانچہ انصار کے لوگ لوٹ

آئے۔ پھر ایسی ہمت اور جواں مردی کے جوہر دِکھلائے کہ دشمن کو منہ کی کھانی پڑی اور شکست کھا کر اُلٹے قدم بھاگے۔

حضرت اُمّ عمارہؓ کا بیان ہے کہ: خدا کی قسم ایسی شکست کبھی نہیں دیکھی تھی کہ جہاں نظر اُٹھا کر دیکھو لوگ بھاگتے ہوئے نظر آرہے تھے۔اس کے بعد میرے دونوں بیٹے حبیب اور عبداللہ میرے پاس کچھ قیدیوں کو لے کر پہنچے، جن کے ہاتھ پیچھے کس کر باندھے ہوئے تھے اور لوگ بھی قیدیوں کو لے کر آنے لگے۔ چنانچہ میں نے بنو مازن بن نجار میں تیس قیدی دیکھے، پھر جو مسلمان میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ بھی واپس آگئے، مگر نبی ﷺ نے سبھی کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا۔ (المغازی:۳/۹۰۲-۹۰۳)

حضرت اُمّ عمارہؓ اس طرح بڑے شوق و ولولہ کے ساتھ آپ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شرکت فرماتی رہیں لیکن یہ آپؐ کی رفاقت میں آخری غزوہ تھا۔اس کے بعد آپ ﷺ رفیقِ اعلیٰ سے جاملے، لیکن حضرت اُمّ عمارہؓ کو جہاد کا نشہ مخمور کر چکا تھا۔وہ کبھی اس کو چھوڑ نہیں سکتی تھیں۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب جنگ یمامہ پیش آئی تو اس میں بڑی جرأت و بے باکی سے دشمن سے پنجہ آزمائی کی اور سرغنۂ کفر و ارتداد مسیلمہ کذاب کے قتل کی مہم سر کرنے کے درمیان گیارہ بارہ زخم بھی لگے اور ایک ہاتھ بھی بدن سے جدا ہو گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

صبر وضبط کا دامن تھامے رہنا

صحابیہ جلیلہ حضرت اُمّ عمارہؓ مکارمِ اخلاق کے اعتبار سے ضرب المثل تھیں، جس طرح آپ کی کتابِ زندگی میں شجاعت و بہادری کا روشن باب ہے، اُسی طرح صبر و ضبط بھی آپ کی کتابِ زندگی کا نمایاں ورق ہے۔ جب آپ کے بیٹے حبیب بن زید کو مسیلمہ کذاب نے شہید کر ڈالا تو آپؓ نے صبر وضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔

قصہ یہ ہوا کہ قبائلِ عرب کے وفود کی مدینۂ منوّرہ آمد کے سال بنو حنیفہ کا بھی ایک

وفد مدینہ وارد ہوا اور آبادی سے باہر پڑاؤ ڈالا۔ ایک شخص نے جس کا نام مسیلمہ بن حبیب حنفی تھا، کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوکر ارکانِ وفد اور افرادِ قوم کی طرف سے قبولیتِ اسلام کا اعلان کیا۔ یہ لوگ اپنے اپنے گھر واپس ہونے لگے اور جوں ہی علاقۂ نجد میں داخل ہوئے مسیلمہ نے اپنے اسلام کا عیارانہ لباس اُتار دیا اور مرتد ہوگیا اور کہنے لگا کہ: میں بنوحنیفہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، جس طرح محمد بن عبداللہ قریش کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ لوگ اس کی باتوں میں آنا شروع ہوئے۔

جب اس مدعیٔ نبوت نے دیکھا کہ اس کے پیروکاروں کی تعداد بڑھ رہی ہے تو اس نے کھلے عام اپنی جھوٹی نبوت کی بساط کو پھیلانا چاہا، چنانچہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے نام ایک گستاخانہ خط لکھا کہ: آپ کو معلوم ہے کہ مجھے کارِ نبوت میں آپ کے ساتھ شریک کیا گیا ہے لہٰذا نصف کرۂ ارض پر ہمارا حق ہے اور نصف پر قریش کا، لیکن قریش زیادتی پسند لوگ ہیں۔ اسے پڑھ کر آپ ﷺ نے اپنی جانب سے مسیلمہ کے نام اس مضمون کی تحریر بھجوائی:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام سلامتی اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے'' یہ زمین خدا کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے عنایت کرتا ہے اور نیک انجام اہلِ تقویٰ کے لیے ہے۔''

آپ نے اسلام کی دفاع میں تلوار اٹھائے والی خاتونِ اُحد حضرت اُمّ عمارہؓ کے فرزندِ ارجمند حضرت حبیب بن زیدؓ کو سفیر بنا کر روانہ کیا۔ آپؓ خط لے کر مسیلمہ کے پاس روانہ ہوئے اور وہاں جا کر صادق ومصدوق ﷺ کا پروانہ وقت کے جھوٹے نبی کے حوالے کردیا۔ جب اس نے نامہ مبارک پڑھا تو جیسے سینے پر سانپ لوٹ گیا، ماتھے پر خوں آشام تیوریاں اُبھر آئیں، سفاکانہ منہ سے جھاگ اُڑنے لگی اور نخوت وبیہودگی سے دہاڑا: پابہ زنجیر کردو اسے۔ چنانچہ سفارتی آداب پامال کرکے قاصدِ رسول ﷺ کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا، پھر مسیلمہ نے استفسار کرنا شروع کیا۔

'تذ کارِ صحابیات' میں مذکور ہے: حضور ﷺ نے اس کے خط کے جواب میں مکتوبِ مبارک ارسال کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ رحلت فرما گئے تو مسیلمہ کذاب نے اب کھل کر کھیل کھیلا، اس نے اپنی شعبدہ بازیوں اور ستم رانیوں کے بل پر لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو اپنا معتقد اور ہم نوا بنا لیا اور جو شخص اس کی نبوت کا انکار کرتا اس پر ظلم ڈھاتا تھا۔ اسی زمانے میں ایک روز فرزند اُمِّ عمارہؓ حبیب بن زید عمان سے مدینہ تشریف لا رہے تھے کہ بیچ میں اس ظالم نے پکڑ لیا اور استفسار کرنے لگا:

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟

آپ نے کہا: جی ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

مسیلمہ: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

حبیب بن زید: میں بہرا ہوں، سنتا نہیں ہوں، بڑے تمسخرانہ انداز میں فرمایا۔ دوبارہ پوچھا، پھر یہی جواب ملا۔ اب مسیلمہ کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور وہ غصّے سے آگ بگولہ ہو اُٹھا اور جلاد کو حکم دیا کہ اس کے جسم کے ایک ایک عضو کو تن سے جدا کرنا شروع کرو۔ چنانچہ جلاد نے ایک عضو کاٹا۔ مسیلمہ نے پھر وہی سوال پوچھا، تب بھی یہی جواب ملا، پھر سے جلاد کو حکم دیا تو اس نے دوسرا عضو کاٹا۔ مسیلمہ جتنی بار پوچھتا رہا ہر بار یہی جواب ملتا رہا اور ہر مرتبہ ایک ایک عضو کاٹتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت حبیب بن زیدؓ کلمۂ شہادت پڑھنے لگے اور اسی دوران شدتِ درد کے باعث روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی؛ لیکن اس کی جھوٹی رسالت کا اقرار نہیں کیا، بلکہ ہر بار ایمان کی تابش پہلے سے زیادہ لمعہ افگن ہو جاتی اور کیوں نہ ہو؟ اس لیے کہ وہ تو مر مٹنے کے لیے سیماب کی طرح بے تاب نظر آتے تھے، شہادت کی خاطر ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے تھے اور ان کے ایمان میں نشہ کی مستی، عشق کی تڑپ، باطل سے ٹکرا جانے کا ولولہ اور عمل و کردار کا بحرِ بیکراں ہوتا تھا:

غیر کے سامنے جھک جائے یہ سر نا ممکن ہے
اس نے اے جانِ جہاں آپ کا در دیکھا ہے

دلِ حبیب کی گرمی سے دل مچلتے ہیں
اس ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلتے ہیں
طوفان ہٹاتا گیا اُسے راہ ثبات سے
قدموں کو جس کے چوم کے طوفان گزر گیا

مالک بن عمرو ثقفی نے اس موقع سے نہایت ہی عمدہ اشعار کہے تھے۔آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

مشیٰ صاحبی قبلی و خُلّفتُ بعده فکیف باعضائی البقية أصنع

(میرا ساتھی مجھ سے پہلے چلا گیا اور میں پیچھے رہ گیا، میں اپنے باقی اعضا کا کیا کروں گا)

فقال أتشهد أنها لمحمد فنادی بدعوی الحق لاتبتعتع

(اس نے کہا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ تو انھوں نے ببانگ دہل بغیر ہچکچاہٹ کے سچی بات کا اعلان کر دیا)

فضرب أم الرأس فيه بسيفه غوی لحاه اليه بالفتك مولع

(اس پر اس کمینے نے اس کا سر قلم کر دیا۔ وہ گمراہ تھا جو خونریزی پر فریفتہ تھا اللہ اس پر لعنت کرے)

حضرت حبیبؓ کی شہادت کی خبر تیز ہواؤں کے دوش پر اُڑتی ہوئی اُمّ عمارہؓ تک پہنچ گئی، اُس وقت آپ نے صبر وضبط کا جلال آمیز مظاہرہ کیا، اللہ کے فیصلہ پر راضی رہ کر "اصبر صبراً جمیلاً" کی مصداق بنی رہیں اور رضا بالقدر سے لبریز ایک جملہ کہا کہ: میں نے ایسے ہی دین کے مواقع کے لیے تیار کیا تھا، اللہ نے اس کو قبول کر لیا اور اللہ ہی بہترین اجر دینے والے ہیں۔ اور پختہ ارادہ کر لیا کہ اگر مسیلمہ کے خلاف فوج کشی کی نوبت پیش آئی تو میں اس کا بدلہ لے کر رہوں گی۔

جنگِ یمامہ

حضرت اُمّ عمارہؓ کی تمنّائے بے تاب پوری ہونے جا رہی ہے۔ آپ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی آپ کے سرفروشانہ جذبات جمود وتعطّل کا شکار نہ ہوئے

اور نہ شوقِ شہادت کا ولولہ سرد پڑنے دیا بلکہ: ''شہادت ہے مطلوب مقصودِ مؤمن'' کے پیشِ نظر اخیر تک شمشیر زنی کے جوہر دکھلاتی رہیں اور عورت ذات ہوکر مردانہ وار لڑتی رہیں۔

چنانچہ جب دورِ صدیقی کے آغاز میں نت نئے فتنے رونما ہوئے، مرتدین اور مدعیانِ نبوت نے سر بلند کیا تو ان کی سرکوبی کے لیے متعدد جماعتیں روانہ کی گئیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے مسیلمہ کذاب کے بڑھتے قدموں پہ قدغن لگانے کے لیے سرفروشوں کی ایک جماعت روانہ کیں جس کی قیادت حضرت خالد بن ولیدؓ کر رہے تھے۔ حضرت اُمّ عمارہؓ کو معلوم ہوا تو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور یمامہ کی طرف نکلنے کی اجازت طلب کی۔ آپؓ نے فرمایا کہ: تمہارے شوقِ جہاد اور جذبہ شہادت سے ہم خوب واقف ہیں، اس لیے تم اللہ کا نام لے کر نکل جاؤ۔ قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ اس وقت حضرتِ اُمّ عمارہؓ کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ ہوچکی تھی۔ بڑھاپا چھا چکا تھا؛ لیکن چونکہ ان کے محرابِ دل میں ایمان و معرفت کے فانوس سجے ہوئے تھے، اس کی روشنی سے نہاں خانۂ دل روشن روشن تھا اور شجاعت و دلیری ان کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں، گھمسان کا رن پڑا۔ تیز و تند تلواروں سے شرارے اُگلے، آتشیں غضب کے فوّارے اُبلے اور مسلمانوں کے لشکر پر کفار باز کی طرح ٹوٹ پڑے۔ اس پُر زور حملہ کی وجہ سے مسلمانوں کی جماعت میں سخت افراتفری اور سراسیمگی کا ماحول پیدا ہوگیا اور مسلمانوں کی ہزیمت و شکست صاف نظر آنے لگی۔

لیکن نصرتِ الٰہی کا نزول ہوا، رحمتِ الٰہی برکھا بن کر برسی اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی دُوررس تدبیر کے ساتھ ایسی تقریر کی کہ مجاہدین کے پاؤں جم گئے۔ پھر تو مسلمان ایسی شجاعت و پامردی، جاں بازی اور سرفروشی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوج اپنے متواتر و مسلسل حملوں کے باوجود انھیں اپنی جگہ سے ہلا نہ سکی بلکہ خود پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئی۔ پیچھے ہٹتے ہٹتے وہ اپنے قلعہ نما باغ 'حدیقۃ الرحمٰن' میں گھس گئے اور اندر سے دروازے

مقفل کر دیے۔ حضرت براء بن مالکؓ دیوار پھاند کر باغ کے اندر کود گئے اور لڑتے بھڑتے پہریداروں کو تہہِ تیغ کرتے ہوئے دروازے تک پہنچ گئے اور اندر سے پھاٹک کھول دیا، اس کوہ کنی جدوجہد میں ان کو اَن گنت زخم لگے جس کی وجہ سے وہ شہید ہوکر گر پڑے مگر دُشمنوں تک پہنچنے کا راستہ ہموار کر گئے۔

اب مسلمانوں اور مرتدین کے درمیان فیصلہ کن لڑائی شروع ہوئی۔ حضرت اُمّ عمارہؓ اور ان کے بیٹے عبداللہؓ بھی برابر شجاعت و بسالت سے شمشیر زنی کے جوہر دکھلاتے رہے اور مسیلمہ کذاب تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ اچانک اُمّ عمارہؓ کی عقابی نظر مسیلمہ پر پڑی تو تلوار کی نوک سے دشمنوں کی صفیں چیرتی چلی گئیں جیسے جذب وجنوں کی آنکھیں ایک نئی دنیا کا نظارہ کر رہی ہوں، جیسے جنت کی بہاریں ان کے مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہوں، کسی بھی طرح مارتی کاٹتی اس تک پہنچ گئیں، اس کوشش میں گیارہ زخم لگے اور ایک ہاتھ جسم سے جدا ہو گیا۔ اپنی برچھی کے ذریعے وار کیا ہی چاہتی تھیں کہ یکایک اس دشمنِ خدا پر دو وار ایک ساتھ ہوئے۔ اُمّ عمارہؓ دیکھتی ہی رہ گئیں کہ یہ کون ہے؟ نظر گھما کر دیکھا تو قریب ہی اپنے بیٹے عبداللہ بن زیدؓ کو پایا۔ وہ اپنی تلوار خون سے رنگین کیے ہوئے کھڑے ہیں پوچھا: کیا تم نے اس کو قتل کیا؟ فرمانے لگے کہ: میں نے اس پر اپنی تلوار کا وار کیا اور حضرت وحشی نے بھی اس کی طرف نیزہ پھینکا، اب معلوم نہیں کس کے وار سے یہ مردود جہنم رسید ہوا۔ اپنے لختِ جگر کے قاتل اور ناموسِ رسالت پر ڈاکہ زنی کرنے والے مسیلمہ کذّاب کو خاک وخون میں تڑپتا دیکھ کر اُمّ عمارہؓ کو حد درجہ سکون وراحت نصیب ہوئی اور وہیں اپنے ربّ کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا۔

جب جنگ ختم ہوئی اور حضرت اُمّ عمارہؓ اپنے خیمے میں پہنچیں تو حضرت خالد بن ولیدؓ آپؓ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ چونکہ آپؓ کو کاری زخم لگا تھا؛ اس لیے حضرت خالد بن ولیدؓ نے اُبلتا ہوا تیل منگوایا اور زخم کو داغا جس کی وجہ سے خون بند ہو گیا، زخم تو تھوڑے دنوں میں مندمل ہو گیا لیکن ایک ہاتھ ہمیشہ کے لیے داغِ مفارقت دے کر اُمّ عمارہؓ

سے پہلے جنت کو سدھار گیا۔ حضرت اُمّ عمارہؓ جب کبھی حضرت خالد بن ولیدؓ کا تذکرہ سنتیں تو بہت تعریف وستائش کرتیں کہ وہ بہت نیک، صالح، متواضع اور ہمدرد آدمی ہے، انھوں نے میری بہت اچھی طرح تیمارداری کی تھی۔

(نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۷۵ تا ۷۸، تذکارِ صحابیات: ص ۳۹۰ تا ۳۹۳، سیّدات مبشرات بالجنۃ: ۲۵ تا ۲۷)

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی شہادت

آپ جلیل القدر وعظیم المرتبت صحابی تھے۔ ۶۳ھ میں مدینۂ منوّرہ کے مشرقی جانب واقع سیاہ پہاڑیوں میں جو جنگ لڑی گئی اس میں آپ بھی شریک تھے۔ اس جنگ کو ’معرکۂ حرہ‘ کہا جاتا ہے اور اسی جنگ میں آپ نے جامِ شہادت پیا۔ (صحابیات مبشرات: ص ۲۹۳)

اوصاف وکمالات اور فضائل ومناقب

حضرت اُمّ عمارہؓ کا دامن اخلاق کے زروجواہر سے مالا مال تھا۔ آپ کے صحیفۂ حیات میں صبر وشکیبائی، فتوت وپامردی، جذبۂ شہادت وجاں سپاری اور محبت واطاعتِ رسول ﷺ نمایاں ابواب تھے۔ گویا آپ نے بہت سے جواہر پارے خدمت رسالت ﷺ سے چن کر اپنی قبائے حیات میں ٹانک رکھے تھے۔ امام ابونعیم اصفہانی آپ کی سیرت کو اس طرح بیان کرتے ہیں: حضرت اُمّ عمارہؓ بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے والی، مردوں سے جنگ میں نبرد آزما ہونے والی، محنت ومشقت کرنے والی اور صوم وصلوٰۃ کی پابند ایک نیک خاتون تھیں۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۶۱ بحوالہ اعلام النبلاء: ۲/ ۲۷۸)

حضور ﷺ سے عشق ومحبت کا ایک پرتو

حضرت اُمّ عمارہ حبیبِ خدا ﷺ سے غایت درجہ محبت رکھتی تھیں۔ اس کا ایک پرتو ہمیں غزوۂ اُحد کے دن نظر آتا ہے کہ جب ابن قمِئہ نامی مشرک نے آپ پر کاری ضرب لگائی تو آپؓ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب ہوش آیا تو سب سے بے تعلق ہو کر اوّلاً نبیٔ کریم ﷺ کے بارے میں پوچھا کہ آپ کیسے ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ: حضور ﷺ بہ خیر

وعافیت ہیں۔ اللہ اکبر!

جب محبّ کو محبوب کے ساتھ غایت درجہ محبت ہوتی ہے تو اس کی ہر چیز کی قدر کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے صلحِ حدیبیہ کے موقع پر سر منڈوایا تو لوگ دیوانہ وار بال لینے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ حضرت اُمِّ عمارہؓ کے ہاتھ بھی چند بال آئے، اس کو وہ بہت حفاظت سے رکھا کرتی تھیں اور جب کوئی بیمار ہوجاتا تو تبرکاً آپ ﷺ کے موئے مبارک پانی میں بھگوکر پلاتی تھیں جس سے مریض شفایاب ہوجاتا تھا۔ (نساءِ مبشرات بالجنۃ: ص۶۹-۷۲)

آپؓ کا مقام حضور ﷺ کی نظر میں

سرکار ﷺ حضرت اُمِّ عمارہؓ کے مقام و مرتبہ اور شجاعت و دلیری کے معترف تھے اس لیے آپ ان سے خوب محبت کا اظہار فرماتے اور ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔

'اصابہ' میں روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ حضرت اُمِّ عمارہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو آپؓ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے روبرو کھانا پیش کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چلو تم بھی کھالو۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں روزہ سے ہوں۔ ارشاد ہوا: روزہ دار کے سامنے جب کچھ کھایا جاتا ہے تو ملائکہ اس کے لیے رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا۔ (مسند احمد بن حنبل: ۶/۳۶۵)

حضرت اُمِّ عمارہؓ کا مقام صحابہؓ کی نظر میں

حضرت اُمِّ عمارہؓ کے مقام و مرتبہ سے تمام حضراتِ صحابہ واقف تھے؛ اس لیے آپؓ کا بڑا اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ اپنے زمانۂ خلافت میں اہتمام کے ساتھ حضرت اُمِّ عمارہؓ کے پاس جاتے اور احوال معلوم کرتے تھے۔ محمد بن یحییٰ بن حبان کا بیان ہے کہ: حضرت اُمِّ عمارہؓ کو اُحد کے موقع پر بارہ زخم لگے، جنگِ یمامہ میں آپؓ کا ہاتھ کٹ گیا اور اس کو چھوڑ کر گیارہ زخم لگے، جب آپؓ مدینۂ منوّرہ تشریف لائیں اس وقت آپ کے جسم پر زخم کے آثار تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب اطلاع کی گئی تو آپ بہ نفسِ نفیس حضرت اُمّ عمارہؓ کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔اسی طرح حضرت خالد بن ولیدؓ بھی آپ کے گھر حاضر ہوا کرتے تھے۔

خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ ان کا خوب احترام کرتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ عہدِ فاروقی میں بطورِ مالِ غنیمت قیمتی ملبوسات آئے، ان میں ایک نہایت قیمتی دوپٹہ تھا، آپؓ نے پوچھا: یہ دوپٹہ کس کو دیا جائے تو کسی نے رائے دی کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کی اہلیہ صفیہ کو دیا جائے۔ آپؓ نے فرمایا کہ: نہیں، میں اس شخصیت کو ہبہ کروں گا جو اس کی زیادہ حقدار ہے اور وہ حضرت اُمّ عمارہؓ ہیں؛ اس لیے کہ میں نے آپ کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ”ماالتفت یوم احد یمیناً و لا شمالاً إلا وانا اراھا تقاتل دونی“ میں اُحد کے معرکۂ کارزار میں دائیں بائیں جانب جہاں کہیں بھی دیکھتا وہاں اُمّ عمارہؓ ہی قتال کرتے نظر آتی تھی۔ پھر دوپٹہ ان کی خدمت میں بھیج دیا۔ (الطبقات الکبریٰ: ۸/ ۴۱۵، المغازی: ۱/ ۲۷۱، نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۸۷، بحوالہ انساب الاشراف: ۱/ ۳۲۶)

نمایاں وصف شجاعت وجواں مردی

حضرت اُمّ عمارہؓ کے اوصاف میں سے ایک نمایاں وصف، شجاعت و بہادری ہے۔ جب بھی دشمنوں کے خلاف فوج کشی کی گئی خواہ وہ غزوۂ اُحد ہو یا جنگِ یمامہ، آپ ہر جگہ پیش پیش رہیں اور دادِ شجاعت دے کر رہتی دُنیا تک کے لیے ایک مثال قائم کردی۔ غزوۂ اُحد کی افراتفری وسراسیمگی کے موقع پر اچھے اچھوں کے ہوش وحواس ٹھکانے نہ تھے؛ مگر آپ اس موقع پر بھی ہوش وحواس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِردگرد مخالفین کے حملوں کا جواب دیتی رہیں اور تابڑتوڑ تیروں کی بارش کو اپنی ڈھال سے روکتی رہیں؛ حتیٰ کہ سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گواہی دی کہ: میں جدھر بھی دیکھتا ہوں ادھر خاتونِ اُحد ہی نظر آتی ہے۔

حضرت اُمّ عمارہؓ اور قرآنِ کریم

حضرت اُمّ عمارہؓ کو قرآنِ کریم سے بھی بڑا شغف تھا، چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور شکایت کی کہ قرآنِ کریم کے اندر صرف مردوں کا تذکرہ ہے، عورتوں کا کیوں نہیں؟ تب قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: ”اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَات وَ الْمُؤْمِنِیْنَ... الخ“ (الآیت الاحزاب: ۳۵)

مرویات

جس طرح آپؓ کو قرآنِ کریم سے خاص تعلق تھا اور غور وحوض اور تدبّر کے ساتھ اس کی تلاوت کا اہتمام کرتی تھیں؛ اسی طرح احادیثِ نبویہ سے بھی آپ کو خاص مناسبت تھی۔ محمد بن علان صدیقی شافعی نے اپنی کتاب 'دلیل الفالحین بطرف ریاض الصالحین' میں لکھا ہے کہ: اصحابِ سُنن نے حضرت اُمّ عمارہؓ سے تین احادیث روایت کی ہیں اور حدیث الصیام (روزہ والی حدیث) کو بھی ذکر کیا ہے۔ (بحوالہ نساء مبشرات بالجنۃ: ۸۴/۷)

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: حضرت اُمّ عمارہؓ سے چند احادیث مروی ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے پوتے عباد بن تمیم بن زید، بھتیجے حارث بن عبداللہ بن کعب، عکرمہ مولی ابن عباس، اُمّ سعد بنت سعد اور کریب شامل ہیں۔ ان کی مرویات کی چند جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں:

”عن اُمّ عمارة ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم توضأ فأتی بإناءٍ فیه قدر ثلثی المد.“

ترجمہ: حضرت اُمّ عمارہؓ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے وضو فرمایا تو اس وقت ایک برتن پیش کیا گیا جس میں 'مُد' کے دو تہائی کے بقدر پانی تھا۔

جب نبیٔ کریم ﷺ غزوۂ خیبر سے واپس ہوئے اور مدینۂ منوّرہ کے قریب مقام 'جرف' پر پہنچ کر رات ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو اس وقت اپنے گھر والوں

کے پاس جانے سے منع فرمایا، چنانچہ حضرت اُمّ عمارہؓ فرماتی ہیں:

"سمعتُ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلّم یقول وھو بالجرف: لاتطرقوا النساء بعد صلاۃ العشاء." (المغازی:۲/۷۱۲)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو مقام جرف پر فرماتے ہوئے سنا کہ: عشا کے بعد عورتوں (بیویوں) کے پاس مت جاؤ۔

'اصابہ' میں روایت منقول ہے:

"عن اُمّ عمارۃ بنت کعب قالت: انا انظر إلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وھو ینحر بدنه قیاماً بالحربه." (۴/۴۷۹)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ مقام 'حربہ' میں بدنہ کا نحر کررہے تھے۔

جنت کی بشارت

حضرت اُمّ عمارہؓ صحابیات میں بڑے بلند مرتبہ پر فائز تھیں، انصار میں پہلے پہل ایمان لانے والوں میں تھیں اور مدینہ کی عورتوں میں بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر سب سے پہلے آپؓ کو بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح دیگر خصوصیات بھی آپؓ کو حاصل تھیں؛ لیکن سب سے بڑی خصوصیت جنت کی بشارت تھی جو موقع بہ موقع لسانِ مبارک ﷺ سے آپ کو حاصل ہوئی۔ چنانچہ غزوۂ اُحد کے موقع پر جب لوگ بکھر گئے تھے اور آپ ﷺ کے اِردگرد صرف مٹھی بھر صحابہؓ رہ گئے تھے، جن میں حضرت اُمّ عمارہؓ، ان کے شوہر اور ان کے فرزند بھی شامل تھے، جو اپنی ساری توانائیاں کام میں لاکر سینہ سپر تھے۔ کفار کے مسلح ہجوم یکے بعد دیگرے حضور اکرم ﷺ کی جانب بڑھ رہے تھے اور حضرت اُمّ عمارہؓ کی غیرتِ نسوانیت تیر و تلوار سے ان کو پوری طرح دھکیل رہی تھی۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہ سارا خاندان دیوارِ آہنی بن کر دادِ شجاعت دے رہا ہے تو عطر بیز دہن مبارک سے دعائیہ کلمات کے پھول جھڑے: "رحمکم اللّٰہ اھل البیت" دریائے رحمت کو جوش مارتے دیکھ کر حضرت اُمّ عمارہؓ نے رقت آمیز لہجے میں فرمایا کہ: ہمارے

لیے خداوند قدوس کے حضور میں دُعا کر دیجیے کہ جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت نصیب ہو، تو اللہ کے نبی ﷺ نے دُعا فرمائی: ''اللّٰھمّ اجعلھم رفقائی فی الجنة'' ترجمہ: اے اللہ! اس پورے خاندان کو جنت میں میرے رفقا میں شامل فرما۔ جب حضرت اُمّ عمارہؓ اور اہلِ خاندان نے یہ سنا تو چہرہ تبسم ریز کلی کی طرح کھل گیا اور بے اختیار زباں سے نکلا: ''ما أبالی أصابنی من الدُنیا'' ترجمہ: اب دنیا میں جو مصیبت و غم پہنچ جائے مجھے کوئی پروا نہیں۔ اس طرح بیعتِ عقبۂ ثانیہ اور بیعتِ رضوان میں بھی جنت کی بشارت سے مستفیض ہوئیں نیز جنگِ حنین میں ان سو صابرین میں شامل تھیں جن کی اور جن کے عیال کی کفالت اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ (سیّدات مبشرات بالجنة: ص ۸۱)

وفات

حضرت اُمّ عمارہؓ کی تاریخِ وفات کے سلسلے میں کوئی صحیح اور صریح روایت کسی تاریخ کی کتاب میں موجود نہیں۔ آپؓ کے سالِ رحلت کے سلسلے میں تمام کتبِ تاریخ خاموش ہیں؛ البتہ قرائن سے اور دوسری روایتوں سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ آپؓ عہدِ فاروقی میں بقیدِ حیات تھیں اور آپ ہی کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

امام زرکلیؒ نے 'اعلام' میں نقل کیا ہے کہ آپ کی وفات ۱۳ھ میں ہوئی۔

اخیر میں ہم اس مقالے کا اختتام مولانا علاء الدین صاحب ندوی کی کتاب 'ذرا قرنِ اوّل کو آواز دینا' کے ایک ولولہ انگیز وعبرت خیز اقتباس پر کرتے ہیں، مولانا رقم طراز ہیں:

''آج وہ خاتونِ احد بقیع کے مشہدِ مقدس میں میٹھی نیند سوتی ہے۔ آج اس کی خاموش للکار مرد کی غیرت کو جگاتی ہے، ایمان کے چراغ کو لَو دکھاتی ہے۔

اے عمارہؓ! اے عظیم خاتون! حق و باطل کی چیرہ دستیوں میں تیری استقامت کو سلام! ابن قمئہ کے وار سے چوٹ کھائے ہوئے تیرے زخم کے مقدس خون کو سلام! تیرے عزم و جزم کو، تیرے حوصلہ وصبر کو، فکرِ آخرت میں تیرے شوقِ فراواں کو، رسولِ خدا ﷺ کی محبت و شیفتگی میں ڈوبے بیکراں جذبات کو سلام! تیرے ہونہار فرزندوں اور

ان کے اولوالعزمانہ کارناموں کوسلام! اے عمارہؓ! کاش تجھے یہ خبر دی جاسکتی کہ دنیا کی گود تجھ جیسی عظیم خواتین سے خالی ہوچکی ہے۔تو کیا اب اس دنیا کی کوکھ بانجھ ہوچکی ہے،تو کیا اب تجھ جیسی خواتین اس کرۂ ارض میں کبھی پیدا نہ ہوسکیں گی؟

ہاں حسرت وافسوس اس دور کے مسلمان مرد اور عورت پر جو تجھ جیسی پاکباز و جانباز خاتون سے محروم ہے!

وہ وقت کی بہادر، حق شناس، خدا آگاہ خاتون تھیں جوگلزارِ نبوت میں سوسن ونسترن بن کر مہکی تھیں۔ ہماری عورتیں خدا بیزاری کی زمین پر کانٹے بن کر پروان چڑھتی ہیں اور جذبات وخواہشات سے اندھی ہوکر زندگی کی راہوں پر دوڑتی ہیں۔کاش! ایسا ہوتا کہ تأسف وندامت سے سر جھکا کر آنسوؤں کے چند قطرے بہا پاتیں، بے حسی کی چادر ہٹا پاتیں، جمود کی دیواریں گرا پاتیں، صدیوں پیچھے مڑ کر دیکھ پاتیں، انسان سازی کے انمول خزانے سے پھر مالا مال ہوجاتیں، مثبت اسلامی کاز کی خاطر اپنے شوہروں کے لیے ’مبارک مہمیز‘ بن پاتیں اور ازواجِ مطہراتؓ کے اسوہ کو اپنی زندگی میں سمو پاتیں تو شاید ملّتِ اسلامیہ یوں زوال پذیر نہ ہوتی۔معاشرۂ انسانی بدی وفساد کا یوں سرچشمہ نہ بنتا۔اے کاش! ایسا ہو پاتا کہ آج کی مسلمان خواتین پھر قرنِ اوّل کو آواز دے پاتیں، قرنِ اوّل سے لَو لگا پاتیں!‘‘

ہاں دِکھا دے اے تصور پھر وہ صبح وشام تُو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تُو
دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دُنیا کا سبق تیری حیات
جہاں کے ذہن میں چمکے گی تیری یاد مدام
تیرے عمل پہ تیری روح پہ ہزار سلام

✡✡

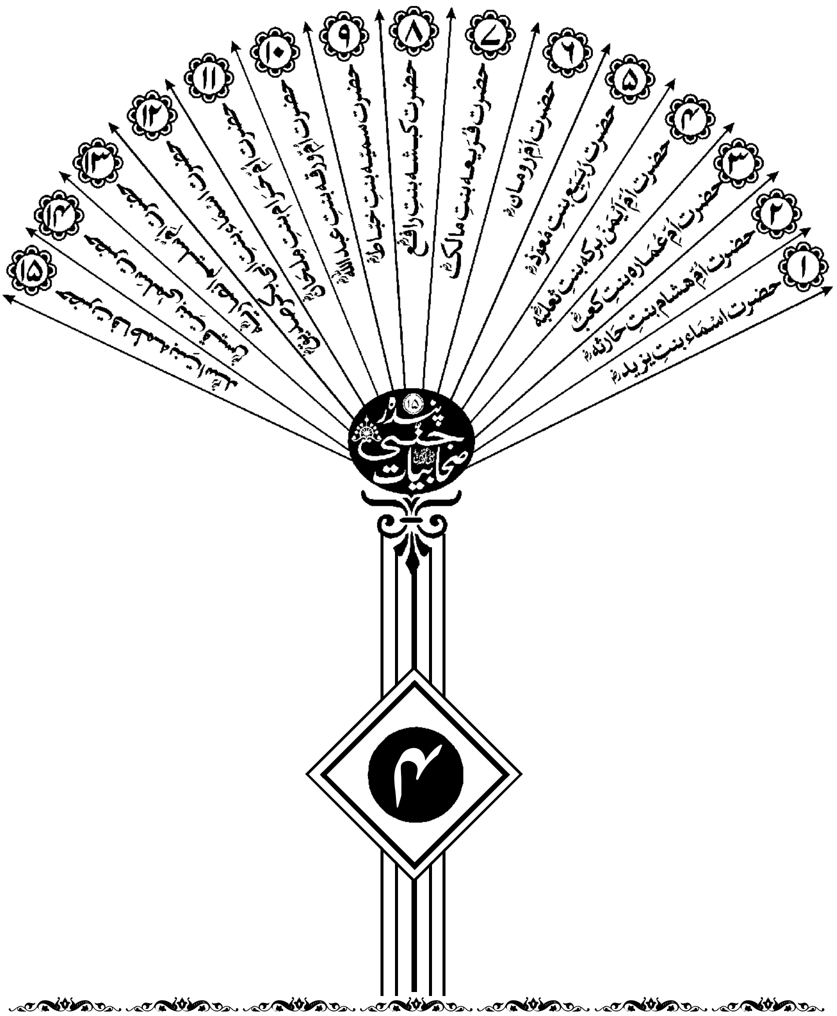

حضرت اُمِّ ایمن برکہ بنتِ ثعلبہ رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

نام : برکہ
کنیت : اُمّ ایمن
لقب : ام الظباء تھا

یہ حبشی النسل تھیں۔ حضور ﷺ کے والد محترم جناب عبداللہ کی کنیز تھیں۔ ترکہ کے طور پر حضور ﷺ کے حصے میں آئی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے وقت حضور ﷺ نے ان کو آزاد کردیا تھا۔ پہلا نکاح عبید بن زید الخزرجی سے ہوا جن سے ایمن نامی ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن بعد میں عبید کے انتقال کرجانے کی وجہ سے یا اسلام سے انکار کرنے کی وجہ سے فرقت ہوگئی۔ دوسرا نکاح حضرت زید بن حارثہؓ سے ہوا جن سے اسامہ بن زیدؓ تولد ہوئے، آپ کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ آپ کو حبشہ اور مدینہ دونوں ہجرتوں کا شرف نصیب ہوا۔ لسانِ مبارک ﷺ سے جنت کی خوش خبری بھی عنایت ہوئی۔ آپ نے غزوۂ احد، غزوۂ خیبر اور غزوۂ حنین میں شرکت کرکے زخمیوں کی تیمارداری اور پیاسوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی۔ حضور ﷺ نے انھیں ماں کا درجہ دے رکھا تھا؛ اس لیے کہ بی بی آمنہ کی وفات کے بعد انھوں نے ہی حضور ﷺ کی حضانت و خدمت کی تھی، آپ انھیں اپنے اہلِ بیت میں شمار کرتے تھے اور ان کا نہایت اعزاز و اکرام کرتے تھے، صحابۂ کرامؓ بھی آپ کے مقام ومرتبہ کے قائل تھے، حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت اُمّ ایمن برکہ بنتِ ثعلبہ رضی اللہ عنہا

یاسر عبدالوہاب دساڑا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصولِ متعینہ کی طرح یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ جو قوم و ملّت بھی اپنے شعار و وقار کے بقا کی خواہاں ہو، اسے اپنے تئیں خود اعتمادی و خود شناسی کا پیدا کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے زمین کی شادابی کے لیے پانی، اس لیے کہ جو قوم و ملّت خود اعتمادی و خود شناسی کے جذبہ سے بہرہ ور نہیں ہوتی وہ اپنی تہذیب و ثقافت کی حفاظت تو دور کی بات ہے، بلکہ دوسری تہذیب کی دلدادہ اور غلام بن کر رہ جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں قوم اپنے بنیادی عقائد اور مسلکِ حیات سے دست بردار ہونے میں بھی دریغ نہیں کرتی۔

ایسا ہی کچھ حال اِس وقت اُمتِ مسلمہ کا ہے جو اُس مغربی تہذیب کی دیوانی بنی ہوئی ہے جو انسان کشی و مردم آزاری سے معمور اور نفس پرستی و شہوت رانی سے مخمور ہے، اُمتِ مسلمہ اپنی فطری و مذہبی تہذیب و شائستگی کو خیر آباد کہہ کر مغربی تہذیب کی غلام بنی ہوئی ہے، اکبر مرحوم نے اس کی بہت خوب منظر کشی کی ہے:

کس رہے ہیں اپنے منقاروں سے حلقہ جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

لٰہذا از حد ضروری ہے کہ ہم اپنے تئیں خود اعتمادی و خود شناسی کے جوہر کو اُجاگر کریں۔ خود اعتمادی و خود شناسی کے ذرائع میں سے ایک اہم ترین ذریعہ یہ ہے کہ ہم ان مختلف صحابۂ کرامؓ کی زندگیوں کا مطالعہ کریں جن میں یہ صفت اتم و اکمل درجہ میں پائی جاتی تھی، انھوں نے خود اعتمادی و خود شناسی کی راہ پر چل کر پورے عالم میں اسلامی تہذیب کا لوہا منوایا، نہ کسی دوسری تہذیب سے متأثر ہوئے اور نہ کسی تمدّن کے سامنے سپر ڈالی۔

اور یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ماضی سے کٹ کر مستقبل میں کامیابی کا خواستگار ہونا طوفانی لہروں میں تختہ بند ہو کر الٹی سمت تیرنے کے مترادف ہے؛ اس لیے کہ جو شاخ شجر سے کٹ جاتی ہے سحابِ بہار بھی اسے سرسبز و شاداب نہیں رکھ سکتے۔ اسی کو علاّمہ اقبالؔ اپنے اچھوتے طرز میں یوں بیان کرتے ہیں:

ملّت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

رابطہ استوار رکھنے کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم ان کی زندگیوں کے احوال، اخلاق واطوار اور عادات وصفات کو جانیں؛ تاکہ ان عادات وصفات کو بروئے کار لایا جاسکے۔

صحابۂ کرامؓ کی اس مقدس جماعت میں سے اس شخصیتِ عظمیٰ کی زندگی کے کچھ احوال قلم بند کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، جنھیں رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی ماں کا درجہ دے رکھا تھا اور جنھیں لسانِ مبارک سے جنت کی بشارت عنایت ہوئی تھی اور جسے تاریخ متبرک و مقدس خاتون حضرت اُمّ ایمنؓ کے نام سے جانتی ہے۔

نام ونسب

آپ کا نام برکہ ہے اور والد کا نام ثعلبہ ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب کچھ اس طرح ہے: برکہ بنتِ ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان۔ آپ حبشی النسل تھیں آپ کی کنیت اُمّ ایمن اور عرف اُمّ الظباء ہے اور آپ کو 'مولاۃ رسول اللہ' بھی کہا جاتا تھا۔

(نساء حول الرسول ﷺ: ص ۲۳۵)

عہدِ جاہلیت اور حضور ﷺ کی خدمت

اُمّ ایمن دراصل حضور ﷺ کے والدِ گرامی جناب عبداللہ کی کنیز تھی۔ جناب عبداللہ کے انتقال کے بعد حضور ﷺ کی والدۂ محترمہ بی بی آمنہ کے ساتھ رہا کرتی تھیں، اور والدہ

کے انتقال کے بعد یہ وراثتاً آپ کے حصے میں آئیں۔

بی بی آمنہ جب اپنے چھ سالہ ننھے لختِ جگر محمد کو لے کر مدینہ اپنے میکے بنونجار میں گئیں تب بھی اُمّ ایمن آپ کے ساتھ تھیں، ایک ماہ مدینہ میں قیام رہا۔ اس قیام کی ایک خاص بات اُمّ ایمن کو مدت العمر یاد رہی، قیام یثرب کے دوران بہت سے یہودی آ آ کر حضور ﷺ کو دیکھا کرتے تھے۔ اُمّ ایمن فرماتی ہیں کہ: ایک دن میں نے ایک یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ لڑکا نبی آخرالزماں ہوگا اور یہی شہر اس کا دارالہجرت ہے۔ اُمّ ایمن فرماتی ہیں کہ: اس کی یہ بات میرے دل پر نقش ہوگئی۔ (تذکارِ صحابیات: ص۱۵۲)

چنانچہ جب بی بی آمنہ اپنے چھ سالہ فرزندِ عظیم کو لے کر مکہ کے لیے روانہ ہوئیں تو راستے میں بیمار ہوگئیں، اور مقام ابواء میں آپ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا۔ حضور ﷺ اس سانحہ سے بہت رنجیدہ ہوئے کہ شفیق باپ کا سایۂ عاطفت تو پیدائش سے قبل ہی اُٹھ گیا تھا اور اب مہرباں ماں کی آغوشِ شفقت سے بھی محروم ہوگئے:

تخم جس کا تو ہماری کشتِ جاں میں بوگئی
شرکتِ غم سے وہ اُلفت اور محکم ہوگئی

حضور ﷺ اپنی امّی جان کی قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہے تھے، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایسے اندوہناک و نازک موقع پر حضرت اُمّ ایمن آگے آئیں اور اس دُرِّ یتیم کو- جسے آگے جا کر نبی آخرالزماں ہونا تھا- اپنے سینے سے لگایا، اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو پونچھے، دلاسہ دیا اور آپ کو لے کر مکہ آپ کے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچیں۔

حضرت اُمّ ایمنؓ اور جنابِ عبدالمطلب

مغموم دادا نے اپنے حزین پوتے کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور اُسے اپنی صلبی اولاد سے بڑھ کر عزیز و محبوب رکھا، ساتھ ہی حضرت اُمّ ایمن کو بڑی تاکید سے یہ حکم دیا کہ: اے برکہ! میرے اس بیٹے کے معاملے میں کبھی غفلت نہ برتنا، میں نے اس کو بیری کے

قریب بچوں کے ساتھ پایا ہے، اور اہلِ کتاب کا خیال ہے کہ میرا یہ بیٹا اِس اُمت کا نبی ہے۔

لیکن تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ دو سال کے بعد دادا عبدالمطلب بھی اپنے آٹھ سالہ چہیتے پوتے کو چھوڑ کر مالکِ حقیقی سے جا ملے، اس صدمے سے آپ ﷺ پر کوہِ گراں ٹوٹ پڑا۔ اُمّ ایمن فرماتی ہیں کہ: میں نے اس وقت حضور ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ اپنے دادا کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے اور اشکوں کا سیلِ رواں جاری تھا اور کیوں نہ ہو؟

شعلہ یہ کمتر ہے گردوں کے شراروں سے بھی کیا؟
کم بہا ہے آفتاب اپنا ستاروں سے بھی کیا؟

اُمّ ایمنؓ اور خواجہ ابوطالب

اب یہ دُرِّ تابندہ چچا ابوطالب کی جھولی میں آتا ہے اور ابوطالب کی قسمت کا ستارہ آسمانِ عروج کو چھونے لگتا ہے، چنانچہ شفیق چچا نے اپنے یتیم بھتیجے کی پرورش و پرداخت کی ذمّہ داری اپنے سر لی اور یہ بلند ستارہ اپنے چچا کے ہاں پروان چڑھنے لگا۔ اس عرصہ میں بھی حضرت اُمّ ایمن نے اس درِّ یتیم سے مفارقت وعلیحدگی کو پسند نہ کیا اور اس نایاب موتی کی حضانت و خدمت کر کے اپنے دامن کو موتیوں سے بھرتی رہیں۔ فرماتی ہیں کہ: میں نے اس ہونہار یتیم کو کبھی بھوک کی شکایت کرتے نہیں دیکھا۔ صبح ہوتی تو یہ زمزم نوش کر لیتا، پھر جب کبھی کھانا پیش کیا جاتا: تو ارشاد ہوتا میں شکم سیر ہوں، مجھے کھانے کا تقاضہ نہیں۔

حاصلِ گفتگو یہ کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی ہر خوشی وغمی کے عالم میں جس ذات نے حقِ مصاحبت وموافقت ادا کیا اور لمبے عرصے تک آپ ﷺ کی خدمت و پرورش کا سہرا جس کے سر گیا وہ حضرت اُمّ ایمنؓ کی ذاتِ بابرکت ہے، جنھوں نے ایسی جاں گدازی و جاں فشانی سے اس کو انجام دیا جیسے کہ سگی ماں ہو:

عمر بھر تری محبت میری خدمت گر رہی

(نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۹۸، صور من سیر الصحابیات: ص ۸۹، سیدات مبشرات بالجنۃ: ص ۷)

آزادی اور نکاح

حضرت اُمّ ایمنؓ برابر حضور ﷺ کے ساتھ رہیں، جب آپ ﷺ کا حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح ہو گیا تب آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا، گویا کہ بے لوث حسنِ خدمت و پرورش اور احسان پر ایک انعام تھا جو آزادی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ تحفۂ آزادی ملنے کے بعد حضرت اُمّ ایمن نے عبید بن زید الخزرجی سے نکاح کر لیا۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام 'ایمن' رکھا گیا اور اسی سے آپ کی کنیت 'اُمّ ایمن' مشہور ہوئی۔ عبید بن زید یثرب کے خاندانِ بنو حارث بن خزرج سے تھے۔ ابنِ سعد اور ابن مندہ کی روایت میں ان کا نسب اس طرح سے بیان کیا گیا ہے: عبید بن زید بن عمرو بن بلال بن ابی الحرباء بن قیس بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج۔ ان کے بارے میں بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ: انھوں نے اسلام قبول کیا تھا اور قبولِ اسلام کے بعد انتقال ہو گیا۔ (دیکھئے: تذکارِ صحابیات: ص۱۵۳، سیدات مبشرات بالجنۃ: ۱۰) لیکن دیگر کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ عبید نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تھا اور یہی انکار اُمّ ایمن اور عبید کے درمیان فرقت کا سبب بنا۔ (دیکھئے: سیر الصحابیات: ص۱۱۷)

جنت کی بشارت اور نکاحِ ثانی

فرقت کے بعد وہ اپنے بیٹے ایمن کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں، حضور ﷺ نے ان کی خوب خاطر مدارات کی، اور ان کی بیوگی و تنہائی کی حالت دیکھ کر آپ ﷺ کا دل بھر آیا۔ چنانچہ لسانِ مبارک سے ایسا جملہ ارشاد فرمایا جو رہتی دنیا تک اُمّ ایمن کی فضیلت و عظمت کی شہادت دیتا رہے گا: مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَتَزَوَّجَ اِمْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَتَزَوَّجْ أُمَّ أَيْمَنَ اس ارشاد کو سن کر حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ۔ جن سے آپ ﷺ کو بہت محبت تھی اور جو 'حبِ رسول' کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ کھڑے

ہوئے اور نکاح پر آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ حضرت زیدؓ کا ان سے نکاح ہوگیا، ان ہی سے حضرت اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے، وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے بہت چہیتے اور لاڈلے تھے اسی لیے انھیں "الحب ابن الحب" کہتے ہیں۔

(نساء مبشرات بالجنۃ: ص۱۱۴، صحابیات مبشرات: ص۳۶۳)

زوجِ ثانی حضرت زید بن حارثہؓ کے مختصر احوال

نام زید، کنیت ابواسامہ اور لقب حبِّ رسول اللہ تھا۔ والد کا نام حارثہ اور والدہ کا نام سُعدیٰ تھا۔ یمن کے ایک معزز قبیلہ بنوقضاعہ (بنوکلب) سے ان کا تعلق تھا۔ ایک مرتبہ اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے ننھیال جارہے تھے کہ راستے میں بنی قین بن جسر کے لوگوں نے ان پر حملہ کردیا اور مال واسباب کے علاوہ زید کو بھی چھین کر اپنے ساتھ لے گئے اور غلام بنا کر بیچنے کے لیے عکاظ کے بازار میں لا کھڑا کیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے انھیں چار سو درہم میں خریدا، اور اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کو ہدیہ کردیا، پھر جب حضور ﷺ کا حضرت خدیجہ سے نکاح ہوا تو انھوں نے ازراہِ عنایت زید کو حضور ﷺ کی خدمت میں دے دیا۔ ایک لمبے عرصے کے بعد زید کے والد اور چچا ڈھونڈتے ہوئے مکہ آئے اور حضور ﷺ سے زید کے سلسلے میں بات چیت کی، آپ ﷺ نے فیصلہ زید کے سپرد کیا؛ مگر حضرت زید نے بجائے باپ چچا کے ساتھ آزادانہ زندگی بسر کرنے کے سیّد الکونین ﷺ کی غلامی میں رہنا پسند کیا۔ اسی موقع پر حضور ﷺ نے خانۂ کعبہ کے صحن میں حجرِ اسود کے قریب حضرت زید کا ہاتھ پکڑ کر اعلان فرمایا کہ: زید آج سے میرا فرزند ہے، میں اس کا وارث ہوں گا وہ میرا وارث ہوگا۔

حضرت زید غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ یہ وہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن میں آیا، اور حِبِّ نبیؐ سے مشہور ہوئے۔ بہت سے غزوات میں آپ نے شجاعت وجواں مردی کے جوہر دکھائے، اور بہت سے سرایا میں حضور ﷺ نے ان کو

قیادت وسیادت سپرد فرمائی، غزوۂ موتہ کی زمامِ قیادت بھی آپ ہی کے سپرد کی گئی تھی۔ جب اس معرکہ میں آپ نے جامِ شہادت نوش کیا تو حضور ﷺ نے ان کے لیے پروانۂ جنت کی بشارت عنایت فرمائی۔ (مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ کریں: عشرون مبشرون بالجنۃ: از ۳۵۱ تا ۳۶۱)

قبولِ اسلام اور ہجرت

مکہ کے حیا سوز ماحول میں جب جہالت کی شبِ تاریک چاک ہوئی اور نبوت کا آفتاب فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوا، تو جہاں دیگر اہلِ بیت اس سے مستفید ہوئے وہیں حضرت اُمّ ایمن نے بھی آفتابِ رسالت سے اپنی حیاتِ مستعار کو تاباں و درخشاں کیا اور 'السابقون الاوّلون' کی فہرست میں اپنا نام ثبت کروایا، لیکن دوسرے مسلمانوں کی طرح آپ کو بھی ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا، چنانچہ آپ نے نبوت کے چھٹے سال حبشہ کی طرف پہلی ہجرت فرمائی اور وہیں مقیم ہوگئیں، جب حضور ﷺ کے مدینہ ہجرت کر جانے کا علم ہوا تو وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئیں۔ آپ جس وقت مدینہ پہنچیں اس وقت غزوۂ بدر ختم ہو چکا تھا۔ (تذکارِ صحابیات: ص ۱۵۴)

ایک عجیب کرامت

دورانِ سفر ایک عجیب وغریب واقعہ رونما ہوا جس کو ابن سعد نے 'طبقات' میں ذکر کیا ہے کہ: جب اُمّ ایمن نے ہجرت شروع کی اور روحاء سے کچھ قبل مقام 'منصرف' پر پہنچیں تو چونکہ آپ روزہ دار تھیں، شام کا وقت ہو چکا تھا اور آپ کے پاس پانی بالکل نہیں تھا، سخت تشنگی کا عالم تھا، پیاس کے مارے جان حلق میں آ رہی تھی، قریب میں کہیں پانی کے کوئی آثار بھی نظر نہیں آ رہے تھے، تبھی کیا دیکھتی ہے کہ سفید رسّی کے سہارے آسمان سے ایک ڈول اُتر رہا ہے، وہ آپ کے پاس آ کر ٹھہر گیا، آپ نے اس سے پانی پی کر پیاس بجھائی۔ خود حضرت اُمّ ایمن فرماتی ہیں کہ: اس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہیں لگی، میں نے

شدید گرمی کے دِنوں میں بھی روزے رکھے لیکن مجھے ذرّہ برابر بھی کبھی پیاس کا احساس نہیں ہوا۔ (طبقات ابن سعد: ۱۶۲/۸، نساء مبشرات بالجنۃ: ص۱۰۱)

شجاعت اور شوقِ جہاد

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں آپ کو صفاتِ حمیدہ سے آراستہ اور اخلاقِ حسنہ سے پیراستہ کیا تھا وہیں ایک صفت اور آپ میں ودیعت کررکھی تھی، جو بے حد قابلِ تعریف ولائق ستائش ہے اور قیامت تک آنے والی تمام مؤمنات کے لیے باعثِ فخر ہے، وہ ہے آپ کی شجاعت اور شوقِ جہاد۔ ایک سچے مؤمن کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتا اور رضائے الٰہی کی حصول یابی کے لیے اگر اپنی جان کی بازی بھی لگانی پڑے تو وہ پیچھے نہیں ہٹتا:

سواندھیروں میں بھی روشن ہو اُس حقیقت کی تلاش ہے
تیری دہلیز پر چھوڑ آئے اس محبت کی تلاش ہے
جھکنے کی عبادت کو تو سمجھے یہ جہاں والے
کٹنے پہ جو حاصل ہو اس جنت کی تلاش ہے

چنانچہ جنت کی اسی جستجو نے ان کے اندر بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کی روح پھونک دی تھی اور فداکاری وجاں نثاری کا ایسا جذبہ پیدا کردیا تھا کہ اپنی جان کی پروا کیے بغیر غزوات میں شرکت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل بن چکا تھا۔

غزوۂ احد

بدر کی شکست نے کفارِ مکہ کو آتشِ زیرِپا کردیا تھا، کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جہاں ماتم بپا نہ ہو، کفارِ مکہ اس شکست وریخت کی ذلّت کو کب برداشت کرتے، چنانچہ بدر کے انتقام کے لیے وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور بالآخر اُحد پہاڑ کے دامن میں حق وباطل کا وہ خوں ریز

معرکہ پیش آیا جس کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی، جس میں ابتداءً مسلمانوں کا پلّہ بھاری اور میدان ان کے ہاتھ رہا اور کفار بھاگنے پر مجبور ہو گئے، اِدھر مسلمان یہ سمجھ کر کہ جنگ ختم ہو چکی ہے مالِ غنیمت اکٹھا کرنے لگے، یہ دیکھ کر عینین پہاڑی کے تیرانداز بھی اپنے آپ کو نہ روک سکے۔ اپنے سردار حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے لاکھ منع کرنے کے باوجود انھوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی، خالد بن ولید- جو اب تک مسلمان نہ ہوئے تھے- مناسب موقع کی تاک میں تھے۔ جب یہ بہترین موقع ان کے ہاتھ لگا تو کفار کے ایک دستہ کو لے کر مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر دیا۔ ادھر مسلمان مالِ غنیمت لوٹنے میں لگے تھے، اس اچانک حملہ کی تاب نہ لا سکے، ان میں بھگدڑ مچ گئی اور افراتفری کے عالم میں ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ یہ دیکھ کر بھاگنے والے کافروں نے بھی پلٹ کر وار کیا۔ اس دوطرفہ حملے سے مسلمانوں کے قدم لڑکھڑا گئے اور وہ میدان چھوڑنے لگے۔

ایسے نازک ترین وقت میں حضرت اُمِّ ایمن نے اپنی بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کا ثبوت دیا، انھوں نے ان بھاگنے والوں پر خاک ڈالی اور للکار کر کہا: اے بھاگنے والو! تم تو پست حوصلہ اور کم ہمّت ثابت ہوئے، جاؤ اپنے گھر جا کر بیٹھو، اپنی تلوار مجھے دے دو، میں ان کفار سے لڑوں گی۔

حضرت اُمِّ ایمنؓ کا بدلہ

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ: اُحد کے دن اُمِّ ایمن کا یہ کام تھا کہ وہ زخمیوں کی تیمارداری کرتیں اور پیاسوں کو پانی پلاتیں۔ ایک موقع پر میدانِ کارزار میں وہ کسی پیاسے کو پانی پلا رہی تھیں کہ تبھی ایک کافر حبان بن عرفہ نے تاک کر آپ کو تیر مارا، وہ تیر آپ کے دامن میں لگا۔ آپ کا دامن پھٹا اور آپ زمین پر گر گئیں جس سے ستر کا کچھ حصہ کھل گیا۔ یہ دیکھ کر اس کافر نے قہقہہ لگایا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ ماجرا دیکھ لیا، آپ ﷺ کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا! مسلمانوں کے ماہر تیرانداز حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو طلب کیا

جن کا تیر بہت کم خطا کرتا تھا۔ خود حضور ﷺ اپنے ہاتھوں سے انھیں تیر عطا کرتے اور فرماتے: اے سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان، لگاتار تیر چلاتے رہو۔ اور حضور ﷺ نے ترکش سے ایک تیرِ بلا پیکان عطا فرمایا۔ حضرت سعد نے اسے کمان میں لگایا اور حبان بن عرفہ کو نشانہ بنایا، تیر نکلا، سیدھا پیکان ہنسلی کے حلقہ پر جا لگا اور وہ پشت کے بل اوندھے منہ گرا، جس سے اس کا پورا ستر کھل گیا، اس پر حضور ﷺ بے ساختہ ہنس پڑے۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی ایسا ہنستے ہوئے دیکھا کہ سامنے کے تمام دانت نظر آئے، پھر حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے اُمِّ ایمن کا بدلہ لے لیا۔ (سیرت احمد مجتبیٰ: ۲/ ۳۱۱، حیات صحابیات کے درخشاں پہلو: ۳۴۲، نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۱۰۲)

غزوۂ خیبر

دورِ نبوی میں یہ بات عام تھی کہ جب مسلمان کسی جنگ کے لیے جاتے تو ان کے ساتھ کچھ عورتیں بھی جاتیں، جو زخمیوں کی تیمارداری کرتیں، پیاسوں کو پانی پلاتیں اور نازک موڑ پر بعض نڈر و بے باک خواتین میدانِ جنگ میں بھی کود پڑتیں۔

چنانچہ ۷ھ میں خیبر کا معرکہ پیش آیا، اس وقت حضور ﷺ کے ساتھ بیس عورتیں بھی مدینہ سے نکلیں جن میں حضرت اُمِّ ایمن بھی تھیں، حضور ﷺ نے ان تمام کی دلجوئی کی خاطر از راہِ عنایت ان کو بھی مالِ فئی میں سے کچھ حصہ عطا کیا؛ لیکن باقاعدہ ان کا کوئی حصہ متعین نہیں کیا۔

آپ کا صاحبزادہ ایمن اپنے گھوڑے کے بیمار ہونے کی وجہ سے غزوۂ خیبر میں شرکت نہ کر سکا تھا تو بہادر ماں نے اس کو بزدلی اور ڈر کی عار دلائی، حالانکہ وہ خوب جانتی تھیں کہ ایمن شہسوارانِ اسلام میں سے ہے اور اس کا گھوڑا اِس وقت جنگ کا متحمل نہیں، مگر اس نڈر، جری اور حوصلہ مند خاتون کے لیے یہ عذر قابلِ قبول نہ تھا۔

اس پورے واقعہ کو شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابتؓ نے اپنے ولولہ خیز اشعار میں

کچھ اس طرح بیان کیا:

علـى حين أن قالت لأيمن امه جَبُنتَ ولم تشهد فوارس خيبر

(وہ وقت قابلِ ذکر ہے) جس وقت ایمن سے ان کی والدہ نے کہا: تو نے بزدلی دکھائی اور خیبر کے شہداء میں شرکت نہ کی۔

ولأيمن لـم يجبن ولكن مهره اضربه شرب المديد المخمر

جبکہ ایمن نے کوئی بزدلی نہیں دکھائی تھی لیکن ان کا گھوڑا خمیر اٹھے ہوئے آٹے کا مشروب پینے سے بیمار ہو گیا تھا۔

فلولا الذى قد كان من شان مهره لقاتل فيها فارسا غير اعسر

اگر گھوڑا اس حال سے دوچار نہ ہوا ہوتا تو وہ اس پر سوار ہو کر خیبر میں بڑی بہادری سے قتال کرتے۔

ولكنـه قد صدّه' فعل مهره وما كان منه عنده غير اليسر

پر گھوڑے کی وہ حالت شرکت سے مانع بن گئی اور اس صورتِ حال (یعنی عدم شرکتِ خیبر) کو اپنے تئیں انھوں نے بڑا سنگین معاملہ خیال کیا۔

(نساء مبشرات بالجنۃ: ص۱۰۳، صور من سیر الصحابیات: ص۹۱)

غزوۂ موتہ اور شوہرِ نامدار کی شہادت

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہر فیصلے پر راضی رہنا اور اس کے ہر اَمر کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا ایک سچے مومن کا شعار ہوتا ہے، ایک مؤمن پر جو بلا وآفت آتی ہے وہ اس کے ابتلا وآزمائش کے لیے ہوتی ہے، اگر وہ اس میں ثابت قدم رہا اور خدا کی تقدیر پر راضی رہا تو یہی بلا وآفت اس کی ایمانی طاقت کی افزودگی واضافے کا باعث ہوتی ہے۔

غزوۂ موتہ کے لیے جب حضور ﷺ نے لشکر تیار کیا تو لشکر کی زمامِ قیادت حضرت زید بن حارثہؓ کے سپرد کی۔ موتہ پہنچ کر لڑائی شروع ہوئی۔ بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی،

مسلمانوں کے تین امیر شہید کر دیے گئے، جن میں سب سے پہلے حضرت اُمّ ایمن کے شوہرِ نامدار حضرت زید بن حارثہؓ تھے، جب حضرت اُمّ ایمن کو ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو ایسے سنگین موقع پر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور خدا سے ثواب کی اُمید قائم رکھی۔

غزوۂ حنین اور صاحبزادۂ محترم کی شہادت

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ: ایمن غزوۂ خیبر میں شہید ہوگئے تھے۔ (دیکھئے: سیر الصحابیات: ص۱۱۸ جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ غزوۂ حنین میں مچی بھگدڑ کے موقع پر جو افراد ثابت قدم رہے اور دشمنوں سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے ان میں اُمّ ایمن کے صاحبزادے حضرت ایمنؓ بھی تھے، صاحبزادے کی شہادت کے وقت بھی حضرت اُمّ ایمنؓ نے صبر سے کام کیا۔ جب کہ ایسے وقت اچھے اچھوں کے صبر کے پیمانے چھلک جاتے ہیں اور گلے شکوے کرنے لگتے ہیں، لیکن یہ سب ان لوگوں کے لیے آسان ہو جاتا ہے جن کی زندگی کا مقصد ہی خدا کی اطاعت اور اس کے دین کی حفاظت ہوتی ہے:

مری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں، میں اسی لیے نمازی

چنانچہ جب ایمن دارِ فانی کی طرف رحلت فرما گئے تو اُمّ ایمن نے ان کے فرزند حجاج کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا، اور شفقت و محبت کے ساتھ ان کی پرورش کی۔ بعد میں ان ہی حجاج کا شمار فضلائے مدینہ میں ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ان سے احادیث بھی روایت کی گئیں۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص۱۰۴، تذکار صحابیات: ص۱۵۵)

جیشِ اسامہ سے گفتگو

صفر ۱۱ھ میں نبیٔ کریم ﷺ نے جنگِ موتہ کا بدلہ لینے کے لیے ایک لشکر تیار کیا، اور حضرت اُمّ ایمن کے صاحبزادے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اس کا امیر مقرر کیا، جب کہ لشکر

میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر اجلۂ صحابہ موجود تھے، بعض لوگوں نے حضرت اُسامہ کی کمسنی کی وجہ سے ان کی امارت پر طعن و تشنیع شروع کردی۔ جب حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا: اس سے پہلے میں نے غزوۂ موتہ کے وقت اس کے والد کو امارت سپرد کی تھی تب بھی تم نے طعن و تشنیع کی تھی، خدا کی قسم! وہ امارت کے خوب لائق تھا اور مجھے لوگوں میں وہ بہت محبوب تھا اور اس کے بعد اسامہ بھی مجھے زیادہ محبوب ہے۔

چنانچہ مدینۂ منورہ کے قریب مقامِ جرف میں جیشِ اسامہ کو ترتیب دیا گیا، اُس وقت حضور ﷺ کی علالت کا آغاز ہو چکا تھا۔ حضرت اُمّ ایمن حسبِ معمول حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ سے کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! آپ کے شفایاب ہونے تک اگر اسامہ کا لشکر کوچ نہ کرے تو بہتر ہوگا، اس لیے کہ اگر اسامہ اس حالت میں نکلے تو اس سے خاطر خواہ نفع نہ ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جیشِ اسامہ کو کوچ کرنے کا حکم دے دو۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو بلایا اور کہا: کل صبح اللہ کا نام لے کر کوچ کر جاؤ۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ سفر کا پختہ عزم لیے واپس لشکرگاہ میں چلے گئے۔ یہ لشکر کوچ کرتا کہ اس سے پہلے اُمّ ایمن کا قاصد یہ پیغام لایا کہ: رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت اسامہ اور ان کے ساتھ حضرت عمرؓ، حضرت ابوعبیدہؓ وغیرہ اجلہ صحابہؓ نے یہ اندوہناک خبر سن کر مدینہ کا رُخ کیا۔

وفات رسول کا صدمۂ جانکاہ

حضرت اُمّ ایمن کے لیے یہ صدمہ ناقابلِ برداشت تھا، اس لیے کہ آپؓ ہی وہ شخصیت تھیں جس نے حضور ﷺ کے بچپن کو دیکھا، جوانی کو دیکھا اور زمانۂ نبوت کو بھی حتیٰ کہ وفات کا دردناک سانحہ بھی۔ اس سے آپؓ پر غم واندوہ کا جو پہاڑ ٹوٹا ہوگا وہ قرینِ قیاس ہے۔

اس وقت حضرت اُمّ ایمنؓ نے فکر و غم میں ڈوب کر برجستہ اشعار کہے جس سے

اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپؓ کو حضور ﷺ سے کس درجہ محبت تھی۔ اُمّ ایمنؓ نے باوجود لکنت ہونے کے بے ساختہ ایسے اشعار کہے جس سے بڑے بڑے شعرادنگ رہ گئے۔

ابن سیّدالناس نے اپنی کتاب 'منح الحدح' میں ان صحابہؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے جنھوں نے حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں قصیدے یا مرثیے کہے تھے حضرت اُمّ ایمنؓ کا بھی تذکرہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

ولام ایمن و ابنۂ العدوی عا   تکه الرثاء محبذاً مخزاهما

اُمّ ایمن نے جو مرثیہ کہا وہ یہ ہے:

عین جودی فان ذاك شفائی   لاتملّی من زفرة وبكاء

اے میری آنکھ! آنسو بہا، کیونکہ اس کی وجہ سے (مرضِ غم) سے شفا (نجات) مل جاتی ہے آہ وبکا سے اکتامت جانا۔

حین قالوا ان الرسول امسی   میتاً إن ذاك جهد البلاء

جس وقت لوگوں نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے۔ (تو میں نے کہا) یہ تو ایک بڑی مصیبت ہے۔

اُنْدُبِی خیر من برا الله فی الدنـ   یا ومن خصّه بوحی السماء

اور (اے آنکھ) تو اس ذات کے محاسن بیان کر جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں اور آسمانی وحی کے لیے چنندہ (انبیاء) میں سب سے بہتر ہے۔

بدموع غزیرة منك حتی   یقضی الله فیكِ حتم القضا

موسلادھار اس قدر آنسو برسا کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی حتمی (موت کا) فیصلہ فرمادے۔

ولقد كان ماعلمت وصولا   ولقد كان رحمةً فی سیناء

جیسا کہ تجھے معلوم ہے کہ آپ بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اور سراپا رحمت اور نہایت ہی عالی مرتبت تھے۔

ولقد کان بعد ذالك نوراً وسراجاً یعینی فی الظلماء

نیز آپ مکمل نور اور چراغ تھے جو تاریکیوں میں روشنی بہم پہنچاتا ہے۔

طیّب العود والضریبة المعدن و الختم خاتم الانبیاء

جسم مبارک خوشبودار، عمدہ طبیعت کے مالک، اعلیٰ حسب ونسب والے عمدہ اخلاق کے حامل تھے اور آخری نبی تھے۔ (نساءِ مبشرات بالجنۃ: ص۱۱۱)

شیخینؓ کا حضرت اُمّ ایمنؓ کی تسلّی دینا

اس حادثۂ جانکاہ کا حضرت اُمّ ایمنؓ پر بہت اثر ہوا تھا، وہ فرطِ غم سے نڈھال ہو چکی تھیں، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ان کو تسلّی دینے کے لیے ان کے پاس گئے تو وہ رو رہی تھیں، آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے، ان حضرات نے پوچھا: آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے لیے بہتر چیز موجود ہے، تو انھوں نے کہا: میں اس پر نہیں رو رہی ہوں بلکہ میں تو آسمان سے وحی کا سلسلہ ختم ہو جانے پر رو رہی ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر بھی رقت طاری ہو گئی اور وہ بھی زار و قطار رونے لگے۔ (نساءِ مبشرات بالجنۃ: ص۱۱۲)

حضرت اُمّ ایمنؓ کی وفات

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے آپ کو بے حد صدمہ پہنچا، اس سانحہ کے بعد آپ اکثر غمزدہ رہا کرتی تھیں، چنانچہ حضور ﷺ کی وفات کے پانچ یا چھ ماہ بعد اسی غم میں حضرت اُمّ ایمنؓ بھی رحلت فرما گئیں۔ (دیکھئے: صور من سیر الصحابیات: ص۹۳)

لیکن دوسری بعض روایتوں سے اس روایت کی تائید نہیں ہوتی، بلکہ حافظ ابن حجرؒ نے 'اصابہ' میں لکھا ہے کہ ۲۴ھ میں حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، اس پر حضرت اُمّ ایمنؓ کو نہایت رنج وملال ہوا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ''آج اسلام کمزور پڑ گیا'' اس

کے علاوہ 'طبقات ابن سعد' میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں کھجور کے درخت کے بھاؤ بہت بڑھ گئے تھے، اُس زمانے میں حضرت اسامہ بن زید نے ایک کھجور کا درخت خریدا اور اس کو پھاڑ کے اس کا گودا اور مغز نکال لیا، لوگوں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو حضرت اسامہ بن زیدؓ سے پوچھا کہ: آپ نے ایسی مہنگائی کے زمانہ میں اتنے قیمتی درخت کو کیوں ضائع کر دیا؟ تو انھوں نے فرمایا: میری ماں نے اس کے گودے کا مطالبہ کیا تھا، اور میری ماں جس چیز کا حکم کرتی ہے اس کو بجالانا میں اپنا فریضہ سمجھتا ہوں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کے عہدِ خلافت کو بھی حضرت اُمّ ایمنؓ نے پایا، اس کے بعد آپ کی وفات ہوئی ہے۔اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔(تذکار صحابیات:ص ۱۵۷-۱۵۸)

فضائل ومناقب

سر چشمۂ اخلاق اور پیکرِ کمالات نبی ﷺ کی دیرینہ رفاقت نے حضرت اُمّ ایمنؓ کو شمائلِ حمیدہ اور خصائلِ حسنہ کا حسین گلدستہ بنا دیا تھا اور اسی ہمہ دم معیت نے آپؓ کو آسمانِ فضائل کا ماہتاب بنا دیا تھا، اور پھر سبقت فی الاسلام، محبت واطاعتِ رسول ﷺ اور شجاعت وشوقِ جہاد نے اس میں چار چاند لگا دیے تھے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کی حضانتِ مبارکہ کا سہرا بھی آپ کے سر ہے اور اسی حضانت باسعادت کی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا:"اُمّ ایمن امی بعد امی" میری امّی جان کے بعد اُمّ ایمن میری ماں ہے۔اسی وجہ سے حضور ﷺ آپ کا بہت اعزاز واکرام کرتے تھے۔ایک مرتبہ اُمّ ایمن کو دیکھا تو فرمایا:"غطی قناعكِ یا اُمّ ایمن" اے اُمّ ایمن! خود کو اپنی چادر سے ڈھانپ لیا کرو۔اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد جو آپ ﷺ نے اُمّ ایمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: تاقیامت اُمّ ایمن کے فضل وکمال کی شہادت دیتا رہے گا:"ھذہ بقیة اھل بیتی" یہ بھی میرے گھرانہ میں سے ہے۔

حضرت اُمّ ایمنؓ سے روایات بھی مروی ہیں۔آپ کے راویوں میں سے بعض

یہ ہیں: حضرت انس بن مالک، حنش بن عبداللہ صنعانی اور ابو یزید مدنی وغیرہ۔

(طبقات ابن سعد: ۸/۱۶۳، نساء مبشرات بالجنۃ: ۹۹، سیر الصحابیات: ص ۱۱۸)

حضور ﷺ سے تعلق

حضرت اُمّ ایمنؓ کو حضور ﷺ سے بے حد الفت و محبت تھی اور کیوں نہ ہوتی کہ حضور ﷺ نے اپنے بچپن کا بڑا حصہ آپ ہی کی آغوش میں گزارا تھا، اور حضور ﷺ بھی ان کو بہت چاہتے تھے اور امّی جان کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

اسی محبت کی بنا پر حضور ﷺ بسا اوقات آپؓ سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت اُمّ ایمنؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی سواری عنایت فرمایئے، تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہم آپ کو اونٹنی کا بچہ دیں گے، انھوں نے کہا: اونٹنی کا بچہ میرا بوجھ کیسے اٹھا پائے گا؟ وہ میرے کس کام آئے گا؟ مجھے وہ نہیں چاہیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہم تو آپ کو وہی دیں گے۔ دراصل حضور ﷺ خوش طبعی فرما رہے تھے، اس لیے کہ اونٹ جتنا بھی بڑا ہو جائے وہ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔

(طبقات ابن سعد: ۸/۱۶۳، نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۱۰۷)

حضرت اُمّ ایمنؓ کا اصرار اور حضور ﷺ کا اس کو قبول کرنا

حضور ﷺ نے حضرت اُمّ ایمنؓ کو ماں کا درجہ دے رکھا تھا، اس لیے وہ اگر کسی بات پر اصرار کرتیں تو حضور ﷺ ان کی دلجوئی کے لیے قبول فرما لیتے تھے، اور ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ: حضور ﷺ اُمّ ایمن کے ہاں ان کی ملاقات کی غرض سے جایا کرتے تھے تو کبھی میں بھی ساتھ ہو لیتا تھا، جیسے ہی ہم جاتے وہ ہمارے سامنے کچھ نہ کچھ کھانا پیش کر دیتیں۔ اگر حضور ﷺ کھانے سے منع فرماتے تو بہت اصرار کرتیں اور جھگڑنے لگتیں۔ حضور ﷺ ان کی اس ضد کو دیکھ کر مسکرا دیا

کرتے تھے۔ایسے ہی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ: ہم اُمّ ایمن کے گھر گئے تو وہ آٹا چھاننے لگیں تاکہ حضور ﷺ کے لیے روٹی بنائیں، آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: یہ کیا کر رہی ہو؟ اور یہ سب کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ: میں آپ کے لیے ایسی روٹی بنا رہی ہوں جیسی ہمارے وطن حبشہ میں بنایا کرتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، اس کو گوندھ لو، پھر اس سے روٹی تیار کرلینا۔(نساء مبشرات بالجنۃ: ص۱۰۵، صحابیات مبشرات: ص۳۶۵)

اسی طرح ایک بار حضور ﷺ کا اُمّ ایمن کے ہاں جانا ہوا تو انھوں نے آپ کی خدمت میں شربت پیش کیا۔آپ ﷺ اس وقت روزہ سے تھے؛ اس لیے آپ ﷺ نے پینے سے انکار کر دیا۔حضرت اُمّ ایمنؓ نے اس پر بہت ناراضگی ظاہر کی۔شاید ان کو حضور ﷺ کے روزہ کا علم نہ تھا اور حضور ﷺ نے بھی اس کا اظہار غیر ضروری سمجھا۔(صحابیات: ص۱۱۷)

ایک کے بدلے دس

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ: انصارِ مدینہ نے اپنے کھجوروں کے باغات حضور ﷺ کو دیے ہوئے تھے، اور حضور ﷺ نے وہ باغات مہاجرین میں تقسیم کر رکھے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے زمین کو کشادہ کر دیا اور بنو قریظہ و بنو نضیر پر فتح نصیب فرمائی تو بہت سے باغات مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔حضور ﷺ نے مہاجرین کو انصار کے باغات لوٹانے کا حکم دیا۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میرے باغات آپ ﷺ نے اُمّ ایمن کو دے رکھے تھے، میں وہ لینے کے لیے جب ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے دینے سے انکار کر دیا اور بہت غصہ میں آگئیں اور میرے گلے میں کپڑا ڈال کر کھینچنے لگیں اور کہنے لگیں کہ: میں یہ ہرگز نہیں لوٹاؤں گی۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور سارا معاملہ کہہ سنایا، آپ ﷺ نے اُمّ ایمن کو سمجھایا اور فرمایا کہ: امّی جان یہ باغات لوٹا دیجیے، میں اس جیسے دس باغات آپ کے نام کر دیتا ہوں، تب جا کر اُمّ ایمن نے وہ باغات لوٹائے۔(طبقات ابن سعد: ۸/۱۶۳، نساء مبشرات بالجنۃ: ۱۰۵-۱۰۶: صحابیات مبشرات: ص۳۶۳-۳۶۴)

حضور ﷺ بحیثیت معلم

حضور اکرم ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کا مقصد ہی لوگوں کی اصلاح کرنا تھا، جب کبھی کسی سے کوئی بھول چوک ہو جاتی تو آپ ﷺ اس پر متنبہ کر دیتے اور صحیح ہدایت فرماتے۔ حضرت اُمّ ایمن چونکہ حبشی النسل تھیں اور ان کی زبان میں قدرے لکنت بھی تھی، اس لیے بعض کلمات کا صحیح تلفظ آپ سے نہیں ہو پاتا تھا تو حضور ﷺ ان کی اصلاح فرما دیا کرتے، جب کبھی آپؓ سلام کرتیں تو آپؓ کے منہ سے "سلام لا علیکم" نکل جاتا حالانکہ وہ تو سلام اللہ علیکم کہنا چاہتیں، حضور ﷺ نے اس کا حل نکالتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: آپ پورا سلام اللہ علیکم کے بجائے صرف 'سلام' کہہ دیا کریں۔

اسی طرح حضور ﷺ بہت سے امور میں آپؓ کو حلال و حرام کی تعلیم بھی دیتے تھے، حضرت اُمّ ایمنؓ ہی سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھ سے کہا: "ناولینی الخمرة من المسجد" مسجد سے مجھے چٹائی دے دو۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو حائضہ ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ان حیضتك لیست فی یدك" (کوئی حرج نہیں ہے، آخر) حیض تمہارے ہاتھوں میں نہیں۔

ایسے ہی غزوۂ حنین کے موقع پر جب سخت مڈبھیڑ ہوئی اور ابتدائی طور پر مجاہدین لڑکھڑا گئے، ایسے پُر آشوب ماحول میں حضور ﷺ نے پیٹھ پھیرنے والوں کو آواز دی: لوگو! میری طرف آؤ، ادھر آؤ، کہاں بھاگے جا رہے ہو، میں ہوں اللہ کا رسول، میں ہوں محمد بن عبداللہ، میرے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا تم کو آواز دے رہا ہوں۔ ایسے وقت میں حضرت اُمّ ایمنؓ نے مسلمانوں کے حق میں "ثبّت اللّٰه اقداکم" کی دعا کی؛ لیکن زبان ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے "سبّت اللّٰه اقدامکم" نکل گیا۔ حضور ﷺ نے سنا تو فرمایا: امّی جان! ابھی آپ نہ بولیں، آپ کی زبان میں لکنت ہے۔

(نساء مبشرات بالجنۃ ۱۰۷-۱۰۸، صحابیات مبشرات ص ۳۶۸)

حضرت اُمّ ایمنؓ کا حضور ﷺ کے افرادِ خانہ کے ساتھ تعلق

حضرت اُمّ ایمنؓ کو حضور ﷺ اپنے اہلِ بیت میں شمار کرتے تھے اور وہ بھی ایک فردِ خانہ ہی کی طرح برتاؤ اور سلوک کرتی تھیں۔ چنانچہ جب حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی گئی تو حضور ﷺ نے آپؓ سے حضرت عائشہ کے بارے میں سوال کیا: "أي امرأة تعلمين عائشة؟" عائشہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو آپؓ نے حضرت عائشہ کے برأت کی گواہی دیتے ہوئے کہا: "حاشا سمعي و بصري أن أكون علمتُ أو ظننت بها الا خيراً" میرے کان اور آنکھوں نے اس سے ہمیشہ اچھے ہی تاثرات لیے ہیں۔

آپؓ اہلِ بیت کی ہر خوشی و غمی میں شریک ہوتی تھیں، جب حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح ہوا تو حضرت اُمّ ایمن اور اسماء بنت عمیس ان کے ساتھ تھیں۔

نیز سیّدہ عائشہؓ سیّدہ اُم کلثومؓ کی حضرت عثمانؓ سے شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ: نبیِ کریم ﷺ نے اُم کلثومؓ کی شادی کے موقع پر اُمّ ایمن سے فرمایا: میری صاحبزادی اُمّ کلثوم کو تیار کر کے عثمان کے گھر پہنچا دو اور اس کے پاس دَف بجاؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ (دیکھیے: سیّدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں: ص ۴۸)

اور جب حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی تو ان کو غسل دینے والوں میں بھی آپؓ شامل تھیں، علاوہ ازیں آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور اُم سلمہؓ کو بھی غسل دیا ہے، ان کے علاوہ جب حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا تو انھیں بھی غسل دینے کی سعادت آپؓ کے ہاتھ آئی تھی۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ۱۰۹-۱۱۰، صحابیات: ۱۷۸)

حضرت اُمّ ایمنؓ کا مقام حضور ﷺ کی نظر میں

حضور ﷺ حضرت اُمّ ایمنؓ کا بہت اعزاز و اکرام کرتے تھے جس کی تائید اس

واقعہ سے ہوتی ہے جس کو حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ: ایک دن حضور ﷺ نے پانی نوش فرمایا، اُمّ ایمن بھی وہاں موجود تھیں، وہ حضور ﷺ سے کہنے لگیں، ذرا مجھے بھی پانی پلادو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے ان سے کہا جانتی بھی ہیں کہ آپ یہ کس سے کہہ رہی ہیں؟ آپ یہ اللہ کے رسول سے کہہ رہی ہیں۔ تو انھوں نے کہا: میں نے حضور ﷺ کی بہت خدمت کی ہے، کیا میں اتنا بھی نہیں کہہ سکتی؟ آپ ﷺ نے فرمایا صحیح کہا۔ پھر آپ ﷺ نے نے انھیں خود اپنے دستِ بابرکت سے پانی پلایا۔

(نساء مبشرات بالجنۃ: ص۱۰۵، صحابیات مبشرات: ص۳۶۴)

حضور ﷺ کو حضرت اُمّ ایمن سے بہت محبت تھی اور اسی محبت کا اثر تھا کہ آپؓ کے بارے میں کسی غلط بات کا سننا آپ ﷺ پر گراں گزرتا تھا، حضرت اُمّ ایمن حبشی النسل ہونے کی وجہ سے سیاہ فام تھیں اور حضرت اسامہؓ کا رنگ بھی سیاہی مائل تھا۔ جب کہ ان کے والد زید بن حارثہ گورے چٹے تھے۔ حضور ﷺ کو چونکہ اس گھرانہ سے بہت محبت تھی اس لیے منافقین حضرت اسامہ کے نسب کے بارے میں طعنہ زنی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: یہ اسامہ، زید بن حارثہ کا بیٹا نہیں ہوسکتا، آپ ﷺ اس سے بہت غم زدہ اور کبیدہ خاطر رہتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ اسی زمانہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ نہایت ہی شاداں وفرحاں گھر تشریف لائے، خوشی کے آثار چہرۂ مبارک سے جھلک رہے تھے، آتے ہی فرمایا: عائشہ! جانتی ہو؟ ابھی ابھی مجزز مدلجی (مشہور قیافہ شناس) آیا تھا، اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا، وہ دونوں اپنے چہرے پر چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے اور ان کے پیر چادر سے باہر تھے، وہ ان کے پیروں کو دیکھ کر کہنے لگا یہ دونوں باپ بیٹے ہیں اس لیے کہ ان کے پیروں کی ساخت آپس میں ملتی جلتی ہیں۔

اس سے اندازہ لگایئے کہ حضور ﷺ کو حضرت اُمّ ایمنؓ سے کس درجہ محبت اور تعلق تھا کہ ان کے خلاف کسے گئے طعنوں سے آپ ﷺ کا دل دُکھتا تھا، اور جب ایک قیافہ

شناس سے اس بات کو سنا جو ریشہ دوانیاں کرنے والوں کا منہ توڑ جواب تھی تو حضور ﷺ اس سے بہت خوش ہوئے اور خوشی خوشی حضرت عائشہ کو پورا واقعہ کہہ سنایا۔

اس موقع پر اس بات کی وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے قیافہ شناس کی بات پر خوشی کا اظہار اس لیے فرمایا تھا کہ اس نے ایک حق بات کی تصدیق کی تھی، ورنہ ہر موقع سے ایسے لوگوں کی بات حجت نہیں ہوتی، اور نہ آپ ﷺ نے منجموں، کاہنوں اور قیافہ شناسوں کی بات پر یقین کرنے کو پسند فرمایا ہے۔

(نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۱۰۵-۱۰۶، وعشرون مبشرون بالجنۃ: ص ۳۸۴)

جہاں خود حضور ﷺ حضرت اُمّ ایمنؓ کا نہایت اعزاز و اکرام کیا کرتے تھے وہیں صحابۂ کرامؓ بھی آپ کے فضل و کمال کے قائل تھے۔ ابن الاثیر فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اُمّ ایمن کی خدمت میں جایا کرتے تھے جیسا کہ حضور ﷺ کا معمول تھا۔

حضرت اُمّ ایمنؓ کے دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد بھی ان کا مقام و مرتبہ اور ان کی یادوں کے نقوش لوگوں کے دِلوں میں اسی طرح قائم رہے۔ محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ: ابن ابی الفرات - جو اسامہ بن زید کے آزاد کردہ غلام تھے - کی حسن بن اسامہ بن زید سے ایک مرتبہ کچھ نوک جھونک ہوگئی۔ ابنِ ابی الفرات نے انھیں ''یا ابن برکۃ'' کہہ کر مخاطب کر دیا تو حسن نے کہا: یاد رکھنا تم نے کیا کہا۔ پھر انھوں نے یہ معاملہ ابوبکر بن محمد بن حزم کے سامنے پیش کیا۔ جو اس وقت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے مدینہ کے قاضی تھے۔ انھوں نے ابن ابی الفرات سے پوچھا کہ: ''یا ابن برکۃ'' کہہ کر تم کہنا کیا چاہتے تھے تو ابن ابی الفرات نے کہا کہ: میں نے تو بس ان کی ماں کا نام لے کر پکارا۔ قاضیٔ مدینہ حضرت ابوبکر نے کہا: تم نے اس سے ان کی حقارت کو بیان کرنا چاہا ہے، تم جانتے ہو ان کا اسلام میں کیا مقام و مرتبہ ہے؟ خود رسول اللہ ﷺ انھیں 'یا امہ' اور 'یا اُمّ ایمن' کہہ کر پکارتے تھے۔ میں اگر تمھیں معاف کر بھی دوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمھیں معاف نہیں

کرے گا، پھر انھوں نے ابن ابی الفرات کو ستّر کوڑے لگائے۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ نے حضرت اُمّ ایمن کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُمّ ایمن پر رحم فرمائے، ان کی پنڈلیاں شترمرغ کی پنڈلیوں کی طرح تھیں۔ حضرت اسامہؓ نے فرمایا: بہ خدا! وہ آپ کی والدہ ہند سے زیادہ بہتر اور فضیلت کی حامل تھیں، تب حضرت امیر معاویہؓ نے حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: یقیناً آپ نے سچ کہا، اللہ تعالیٰ نے بھی یہی ارشاد فرمایا: اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ. (الحجرات:۱۳)

احفادِ اُمّ ایمنؓ کا مقام

لوگ عرصۂ دراز تک حضرت اُمّ ایمنؓ کے فضل و کمال کے قائل رہے، ان کے بارے میں کچھ سخت یا سست کہنا یا سننا پسند نہ فرماتے تھے، اسی طرح احفادِ اُمّ ایمن کو بھی محبت وعزّت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور ان کو 'بنوالحُب' کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

حرملہ- جو حضرت اسامہ بن زید کے آزاد کردہ غلام تھے- کہتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، تبھی حجاج بن ایمن آئے اور نماز پڑھنے لگے، لیکن رکوع اور سجدے کو اچھی طرح اعتدال کے ساتھ نہیں کیا، چنانچہ جب وہ نماز سے فارغ ہوگئے تو ابنِ عمر نے ان کو بلایا اور کہا: اے میرے بھائی! کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھ لی؟ حالانکہ آپ کی نماز نہیں ہوئی، آپ دوبارہ نماز پڑھیے، جب حجاج اُٹھ کر جانے لگے تو ابنِ عمرؓ نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ میں نے کہا حجاج بن ایمن بن اُمّ ایمن۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے کہ اگر حضور ﷺ ان کو دیکھتے تو ان سے بھی محبت کرتے، پھر حضور ﷺ کو اولادِ اُمّ ایمن کے ساتھ جو الفت و محبت تھی اس کو بیان کیا۔ (طبقات ابن سعد ۸/۱۶۳-۱۶۴، نساء مبشرات بالجنۃ ۱۱۲ تا ۱۱۴، صحابیات مبشرات: ص ۳۷۰)

یہ تھی وہ سعادت مند خاتون جن کو لسانِ مبارک ﷺ سے جنت کی بشارت ملی، یہ

تھی وہ بابرکت خاتون جن کے سامنے حضورِ اکرم ﷺ کا بچپن بھی تھا اور دورِ شباب بھی، زمانۂ نبوت بھی اور سانحۂ وفات بھی۔ یہ تھی وہ نیک بخت خاتون جن کی زندگی اُتار چڑھاؤ سے بھرپور تھی لیکن انھوں نے ان سب کو ایسے اچھے طریقے سے عبور کیا کہ ان کی حیاتِ فانی اُمت کے لیے تاقیامت نمونہ اور اسوہ بن گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ آسمانِ ہدایت کے وہ روشن ستارے ہیں جن کی ضیا پاش کرنیں رہتی دنیا تک آنے والے انسانوں کے لیے رہنمائی وراہ گیری کرتی رہیں گی، جن کی روشنی میں زندگی کے بہت سے لاینحل عقدوں کو حل کیا جاسکتا ہے اور صحیح مسلکِ حیات کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام کو ان کے طریقے اپنی زندگیوں میں لانے کی اور ان کی کامل اتباع کی توفیق نصیب فرمائے! آمین۔

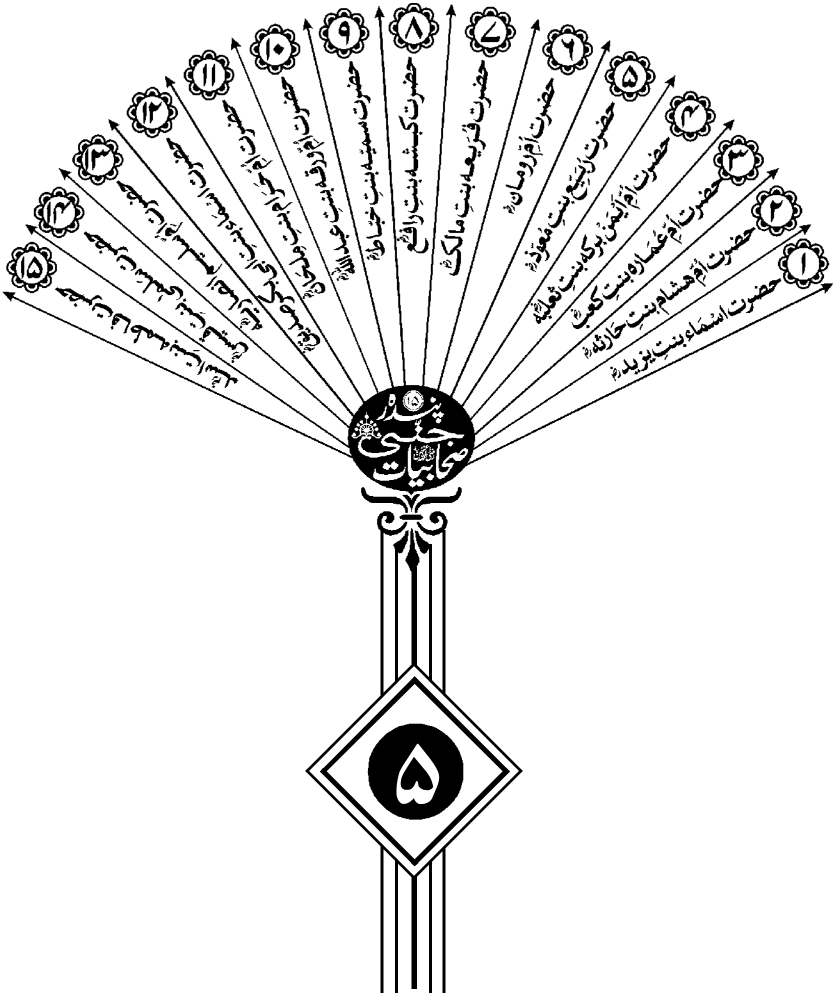

حضرت رُبیّع بنت مُعوّذ رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

نام	:	ربیعؓ
کنیت	:	اُمّ محمد
والد کا نام	:	مُعوّذؓ
نسبت	:	بنو نجار
ولادت	:	ہجرت سے قبل
نکاح	:	ایاس بن بُکیر سے ہوا
اولاد	:	محمد
وفات	:	عہدِ امیر معاویہؓ ۴۵ھ میں

ایک قول کے مطابق عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت ۸۰ھ میں آپؓ کی وفات ہوئی۔ آپؓ حضور ﷺ کے ساتھ اکثر غزوات میں شریک ہوئیں۔ آپؓ نے بیعتِ رضوان میں شریک ہوکر جنت کا پروانہ حاصل کیا۔

حضرت رُبَیّع بنت مُعَوِّذ رضی اللہ عنہا

محمد زبیر عبدالمجید بیڑوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بڑے سے بڑا ولی، قطب، ابدال اور غوث بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں جنتی ہوں۔ ہاں! روئے زمین پر چند ایسی پاک طینت ہستیاں گزری ہیں جن کے متعلق بلا کسی تردّد کے کہا جاسکتا ہے کہ وہ جنت میں جانے والے خوش نصیب قافلے میں شامل ہوں گی۔ ان پاکیزہ و مقدس ہستیوں کو تاریخ نے 'صحابۂ کرامؓ' کے نام سے یاد کیا ہے اور ان ہی میں سے ایک گلِ سرسبد حضرت ربیع بنت معوذؓ کی ذاتِ گرامی ہے۔ سطورِ ذیل میں آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا کرے کہ یہ سطریں نافع ہوں اور بندۂ ناچیز اور جملہ قارئین کے حق میں ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات قرار پائے، آمین۔

نام ونسب اور خاندان

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی رُبیع ہے، کنیت اُمّ محمد ہے، والد کا نام معوذ ہے۔ آپ کا شمار جلیل القدر انصاری صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلۂ خزرج کے معزز ترین خاندان بنونجار سے تھا۔

والد کی طرف سے سلسلۂ نسب یہ ہے: رُبیع بنتِ معوذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سوار بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار۔

والدہ کا نام اُمّ یزید بنتِ قیس تھا۔ یہ بھی بنونجار سے تھیں۔ والدہ کی جانب سے سلسلۂ نسب یہ ہے: اُمّ یزید بنتِ قیس بن زعوراء بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم

بن غدی بن نجار۔

پانچ پشتوں کے بعد آپ کا ننھیال ددھیال سے مل جاتا ہے۔ دادی کا نام عفراء تھا اور آپ کے والدان ہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے مُعوذ بن عفراءؓ کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

آپؓ کی ایک بہن بھی تھیں جس کا نام فریعہ تھا جو جلیل القدر، گونا گوں اوصاف و کمالات کی مالک اور مستجاب الدعوات صحابیہ تھیں۔ لوگ ان سے دعائیں کرواتے تھے۔

ولادت

آپؓ کی پیدائش کے متعلق مؤرخین خاموش ہیں، البتہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرتِ نبوی سے پہلے ہی آپؓ سنِ شعور کو پہنچ چکی تھیں۔

قبولِ اسلام

آفتابِ اسلام کی کرنیں ہجرتِ نبوی سے قبل ہی آپؓ کے گھر میں اُتر کر روشنی کا سامان فراہم کر چکی تھیں۔ آپؓ کے والد حضرت معوذؓ اور آپؓ کے دو چچا حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ کو قبولِ اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ مزید برآں حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ کو بیعتِ عقبۂ کبیرہ میں شریک ہونے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ گویا جب حضرت ربیعؓ نے ہوش کی آنکھیں کھولیں تو اپنے خاندان کے اُفق پر آفتابِ اسلام کو جلوہ فگن دیکھا۔ چنانچہ آپؓ بھی ہجرتِ نبوی سے قبل ہی حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئیں۔

رحمتِ عالم ﷺ کا مدینہ میں نزولِ اجلال

ہجرت کے بعد رحمتِ عالم ﷺ جس دن مدینۂ منوّرہ پہنچے تو وہ دن اہلِ مدینہ کی خوشی کا سب سے بڑا دن تھا۔ حضرت انسؓ بن مالک کے بقول: جس دن سرورِ عالم ﷺ نے مدینہ میں نزولِ اجلال فرمایا وہ دن اہلِ مدینہ کے لیے انتہائی مسرت و شادمانی کا

دن تھا۔لوگ راستے کے دونوں طرف استقبال کو کھڑے تھے اور لڑکیاں جھوم جھوم کر اشعار اور خیر مقدمی ترانے گا رہی تھیں۔ حضرت ربیعؓ بھی استقبال کے لیے دیدہ و دل فرشِ راہ کرنے والے اُن عاشقوں کے ساتھ شریک تھیں۔

حق و باطل کا پہلا معرکہ

میدانِ بدر میں جب حق اور باطل کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل آئیں تو مشرکین کی جانب سے سب سے پہلے سورما عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان میں اُترے اور مقابلے کے لیے چیلنج کیا۔اس چیلنج کو سن کر حضرت ابوحذیفہؓ (عتبہ کے صاحبزادے) نے پیش قدمی کی لیکن حضور ﷺ نے انھیں اجازت نہیں دی۔ تب انصار کی صفوں میں سے قبیلۂ خزرج کے تین نوجوان— معاذؓ، معوذؓ (حضرت ربیعؓ کے والد) اور عوفؓ— فضا میں شمشیر لہراتے ہوئے ان کے مقابل ہوئے۔عتبہ نے پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا: ہم رسول اللہ ﷺ کے انصار ہیں۔ کہا: ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں۔محمد سے کہو کہ اپنے گھرانے کے لوگ بھیجے۔حضور ﷺ نے انصار کے لیے دعائے خیر فرمائی اور ان کو واپس بلوایا اور ان بدبختوں سے مقابلے کے لیے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہ بن حارثؓ کو میدان میں اُترنے کا حکم دیا۔تینوں اصحاب نے میدان میں پہنچ کر ایسا زوردار حملہ کیا کہ ان کے پرخچے اُڑا دیے اور چشم زدن میں اُن کے تکبر کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ بالآخر تینوں واصلِ جہنم ہوئے۔

آپ کے والد کا بے مثل کارنامہ اور شہادت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان فرماتے ہیں کہ: میں میدانِ بدر میں کھڑا تھا کہ یکایک دو انصاری نوجوان میرے دائیں بائیں آکر کھڑے ہوگئے۔یہ عفراء کے دو بیٹے معاذؓ اور معوذؓ تھے۔ان میں سے ایک میرے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگا: چچا جان! ابوجہل کون ہے؟ اور کہاں ہے؟ میں نے کہا: برادرزادے! اُس سے تجھے کیا

کام ہے؟ کہنے لگے: میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے اور ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ خدا کی قسم! آج اگر وہ مل جائے تو اس کو مار کر ہی رہوں گا یا اسی کوشش میں جان قربان کر دوں گا۔ دوسرے نوجوان نے بھی یہی کہا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میری نظر ابوجہل لعین پر پڑی جو مشرکین کی صفوں میں بڑے طمطراق سے گھوم پھر رہا تھا۔ میں نے ان دونوں سے کہا: وہ رہا تمہارا مطلوب جس کے بارے میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے۔ وہ دونوں یہ بات سنتے ہی تلواریں لیے تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ پھر کیا تھا، ایک نے گھوڑے پر حملہ کیا اور دوسرے نے اس گھوڑ سوار ملعون کی ٹانگ پر جس سے گھوڑا بھی گرا اور وہ معلون بھی۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ (جو بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے) وہیں موجود تھا۔ اس نے حضرت معوذؓ کے مونڈھے پر حملہ کیا جس سے وہ کٹ گیا اور ایک چمڑی کے تھوڑے سے حصہ پر لٹکا رہا، اس کے باوجود انھوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دن بھر ایک ہی ہاتھ سے لڑتے رہے، لیکن جب اس کے لٹکے رہنے سے بار بار دقت ہونے لگی تو اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا جس سے وہ کھال بھی ٹوٹ گئی جس کے سہارے وہ ہاتھ لٹک رہا تھا اور اس کو میدانِ جنگ سے پرے پھینک دیا۔

الغرض آپ بہت زیادہ زخمی ہوئے۔ بالآخر ابومسافع نامی ایک مشرک کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ نیز حضرت رُبیّعؓ کے چچا حضرت عوفؓ بھی اس غزوہ میں شہادت کی دولت سے سرفراز ہوئے اور دوسرے چچا حضرت معاذؓ شجاعت و جوانمردی کے جوہر دکھاتے رہے؛ یہاں تک کہ شدید زخمی ہو گئے۔ بعض روایات سے حضرت معاذؓ کا بھی بدر میں شہید ہونا معلوم ہوتا ہے۔

عفراء کے تینوں بیٹوں نے غزوۂ بدر میں اپنی تیغ زنی و نیزہ باری کا لوہا منوایا اور دشمنانِ اسلام کے کشتے کے پشتے لگا دیے۔ اُس وقت ہندہ بنت عتبہ نے یہ شعر پڑھا:

لن یزال المصاب قلبی کئیباً   مسعر الحرب من بنی عفراء

ترجمہ: میرا دِل ہمیشہ مصیبتوں کی وجہ سے رنجیدہ رہے گا کہ بنوعفراء کی جانب سے تکلیف پہنچی۔

عفراء کے بیٹوں پر آپ ﷺ کی شفقت

جب نبی ٔکریم ﷺ کو اطلاع پہنچی کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے ابوجہل کو مارا تو آپ ﷺ نے دعائیہ کلمات کہہ کر شفقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"رحم اللّٰہ ابنتی عفراء اشترکا فی قتل فرعون ھذہ الأمۃ و رأس أئمۃ الکفر" (اللہ عفراء کے دو بیٹوں پر رحم کرے، وہ دونوں اس امت کے فرعون اور رئیسِ ائمہ ٔکفر کے قتل میں شریک رہے)

نکاح

حضرتِ ربیعؓ بنت معوّذؓ عظیم المرتبت خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔ غزوہ ٔبدر کے کچھ عرصہ بعد آپؓ کا نکاح حضرت ایاس بن بکیر لیثیؓ سے ہوا جو مشہور کبار مہاجرین میں سے تھے۔
امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: نبی ٔکریم ﷺ نے شادی کی صبح صلہ رحمی کرتے ہوئے ان سے ملاقات کی اور انھیں مبارک باد پیش کی۔ آپؓ خود فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ شادی کے دوسرے دن میرے گھر تشریف لائے، بستر پر بیٹھے، بچیاں دف بجاتے ہوئے خوشی سے جھوم جھوم کر شہدائے بدر کے بارے میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ (غالباً یہ اس بنا پر تھا کہ ان کے والد اور چچا نے غزوہ ٔبدر میں شہادت پائی تھی اور شادی کے موقع پر یہ اشعار ان کے غم کو ہلکا کرنے کے لیے پڑھے جا رہے تھے) پھر جب ان بچیوں نے پڑھا: "وفینا نبی یعلم ما فی غدٍ" ترجمہ: ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کی باتیں جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے انتہائی شفقت بھرے انداز میں فرمایا: "دعی ھذا و قولی بالذی کنت تقولین" ترجمہ: یہ نہ کہو- کیونکہ غیب کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے- اور وہ پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھیں۔

غزوات میں شرکت

حضرت رُبیعؓ اُن خوش قسمت صحابیات میں سے تھیں جو سرورِ عالم ﷺ کے شانہ بہ شانہ غزوات میں شریک ہوا کرتیں اور حسبِ استطاعت خدمت کرتیں۔ مثلاً: زخمیوں کی

مرہم پٹی اور بیماروں کی تیمارداری کرتیں۔ میدانِ جنگ میں تشنہ لب مجاہدین کی سیرابی کا سامان فراہم کرتیں اور بوقتِ ضرورت دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے لڑائی میں حصہ بھی لیتیں۔ اس طرح کے کئی کام انجام دیتی تھیں۔

صحیح بخاری میں خود ان سے (ربیعؓ) روایت ہے: "کُنّا نغز و مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نسقی القوم، و نخدمھم و نرد القتلی و الجرحیٰ إلی المدینۃ ." ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگ کے لیے جاتیں، لوگوں کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت کرتیں اور شہدا اور زخمیوں کو مدینہ پہنچاتیں۔

طبرانی نے نقل کیا ہے کہ: جلیل القدر صحابیہ اُمّ سلیمؓ بنت ملحان بیان کرتی ہیں کہ انصار کی عورتیں آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کرتیں، مریضوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی دیکھ ریکھ کرتیں۔

رضا کا پروانہ اور جنّت کی بشارت

۶ھ میں بیعتِ رضوان کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا، جس کی بنیاد یہ افواہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کو کفارِ مکہ نے شہید کر دیا ہے جو آپ ﷺ کے نمائندے بن کر گئے تھے۔ یہ خبر سن کر آپ ﷺ وہاں موجود تمام صحابہؓ سے ایک درخت کے نیچے اس بات پر بیعت لینے لگے کہ ہم عثمانؓ کے خون کا بدلہ لے کر ہی جائیں گے چاہے اپنی جان ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑے۔ چنانچہ صحابہؓ نے جوش وخروش کے ساتھ بیعت ہونا شروع کیا۔ انھیں پُر جوش صحابہؓ کے ساتھ حضرت ربیعؓ نے بھی بیعت کی اور ان سعید روحوں میں شامل ہوگئیں جن کے بارے میں بارگاہِ الٰہی سے بشارتِ ابدی کا پیغام نازل ہوا: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ... إلخ (سورۂ فتح:۱۸) ترجمہ: اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔

جنھیں لسانِ نبوت ﷺ نے جنت کا پروانہ عطا فرمایا۔

سیّدنا ابوزبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا یدخل النّار

احد ممن بايع تحت الشجرة“ (جس نے درخت تلے بیعت کی ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا) یعنی سب جنتی ہیں۔

صحیح مسلم کی ایک روایت سے بھی اصحابِ بیعتِ رضوان کے لیے جنت کی بشارت معلوم ہوتی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہؓ کا غلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اُن کی شکایت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ وہ جہنمی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے جھوٹ کہا، وہ تو جنتی ہیں اس لیے کہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھے۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں حضرات کو افضلیت کے ساتھ خاص کرتے ہوئے فرمایا: ”انتم اليوم خير أهل الأرض“ ترجمہ: آج تم زمین والوں میں سب سے بہتر ہو۔

آپ ﷺ سے محبت وعقیدت

آپؓ کو نبی کریم ﷺ سے بے انتہا محبت وعقیدت تھی۔ سرورِ عالم ﷺ جب کبھی آپؓ کے گھر تشریف لاتے تو جو بھی چیز کھانے کے لیے گھر میں موجود ہوتی آپ ﷺ کے سامنے پیش کرتیں۔ خود فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ میرے گھر رونق افروز ہوئے تو میں نے خدمتِ اقدس میں تر کھجوریں پیش کیں جنھیں آپ ﷺ نے بڑے شوق سے تناول فرمایا۔

حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ’الاستیعاب‘ میں روایت درج کی ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت ربیعؓ دو طباقوں میں انگور اور چھوہارے لے کر حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضور ﷺ نے اسے قبول فرمایا۔

طبرانیؒ نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ حضرت ربیعؓ فرماتی ہیں: ایک مرتبہ مجھے میرے والد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صاع تر کھجوریں اور نرم تازی چھوٹی چھوٹی ککڑی لے کر بھیجا۔ چونکہ آپ ﷺ کو ککڑی بہت پسند تھی۔ میں نے

خدمتِ اقدس میں پیش کی تو آپ ﷺ نے اُسے قبول فرمالیا اور از راہِ قدردانی مجھے ہاتھ بھر کر بحرین سے آئے ہوئے زیورات عطا فرمائے اور فرمایا: اسے پہن لیا کرو۔ میں نے اسے سعادت سمجھ کر بخوشی قبول کرلیا۔

محبت و تعلق کا یہ جذبۂ فراواں وصالِ نبوی کے بعد مزید پروان چڑھتا رہا، یہاں تک کہ ایک مرحلہ ایسا بھی آ گیا کہ صرف آپ کا ذکر ہی رُلا دینے کے لیے کافی ہوجاتا تھا۔

حضرت عامر بن یاسرؓ کے پوتے حضرت ابوعبیدہ بن محمدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ربیعؓ کے پاس پہنچا اور دریافت کیا: اماں جان! ہمارے نبی ﷺ کا حلیہ مبارک کیسا تھا؟ آپ برجستہ بولیں: ”یابُنَیَّ! لو رأیته رأیت الشمس طالعة“ ترجمہ: بیٹے! اگر تم حضور ﷺ کو دیکھتے تو یوں سمجھتے گویا آفتاب طلوع ہورہا ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ آنکھیں بھر آئیں اور آپ ﷺ کو یاد کرکے رونے لگیں۔

سرکار ﷺ میرے غریب خانے میں

اس قدر محبت کیوں نہ ہوتی کہ آپ ﷺ اپنی حیاتِ مبارکہ میں اکثر آپؓ کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہ خود بیان کرتی ہیں کہ: ایک مرتبہ سرورِ کونین ﷺ میرے گھر جلوہ افروز ہوئے اور مجھ سے پانی طلب فرمایا اور مجھے حکم دیا: ”اسکبی لی وضوءاً“ ترجمہ: میرے وضو کے لیے پانی اُنڈیلو۔ میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ ﷺ کے اعضائے مبارکہ پر پانی ڈالنا شروع کیا۔ میں دیکھ رہی تھی کہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے تین مرتبہ اپنے ہاتھ دھوئے، پھر تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا، پھر ایک مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا۔ پھر اپنے دونوں بازو تین تین مرتبہ دھوئے، پھر اپنے سر کا مسح کیا، وہ اس طرح کہ پہلے پیشانی سے اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے گردن کی طرف لے گئے، پھر پیچھے سے اگلے حصے کی طرف لے آئے اور دونوں کانوں کے ظاہر و باطن میں انگلیاں پھیریں، پھر تین تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ اور ایک روایت میں ”وتمضمض

و استنثر ثلاثاً'' کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھایا۔ آپؓ نے بطور تبرک نبیٔ کریم ﷺ کے اس مد (پیمانہ) کو بھی محفوظ کر رکھا تھا جس سے نبیٔ کریم ﷺ وضو کیا کرتے تھے۔

غیرتِ اسلامی وحمیتِ دینی

حضرت ربیّعؓ بڑی غیور، خوددار، زودفہم، نڈر اور حاضر جواب تھیں۔ ایک مرتبہ ایک قریشی عورت عیاش اور عبداللہ کی والدہ اسماء بنت مخربہ۔ جو ابوربیعہ مخزومی کی بیوی تھی۔ سیّدہ ربیّعؓ کے پاس اپنا عطر فروخت کرنے کے لیے آئی۔ چنانچہ آپؓ نے اس سے عطر خریدا اور فرمایا: اس عقد کو لکھ لو۔ اُس نے کہا: ہاں! اپنا نام بتاؤ۔ سیّدہؓ نے فرمایا: لکھو! ربیّعؓ بنت مُعوّذ۔ جب اُس نے آپؓ کے والد کا نام سنا تو غصہ سے سرخ ہوگئی اور اس کی خاندانی عصبیت وعداوت لوٹ آئی۔ کہنے لگی: تو تو ہمارے سردار ابوجہل کے قاتل کی بیٹی ہے۔ آپؓ کو دشمنِ اسلام ابوجہل کے لیے سردار کا لفظ سن کر غصہ آ گیا۔ فرمایا: سردار نہیں، ملعون غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔ اسماء کو ابوجہل کی یہ تحقیر بہت ہی ناگوار گزری۔ بولی: مجھ پر تجھ سے سودا کرنا حرام ہے۔ آپؓ نے بھی برجستہ جواب دیا: میرے لیے بھی تجھ سے کچھ خریدنا حرام ہے۔ کھڑی ہو جا یہاں سے، میں تو تیرے عطر کو بدبو سے بھی زیادہ بدتر سمجھتی ہوں۔

خاوند کے ساتھ کشیدگی

اخیر عمر میں آپؓ کی اپنے خاوند کے ساتھ کچھ ناچاقیاں اور چپقلش رہنے لگی اور ان کا بہ حیثیت میاں بیوی ایک ساتھ رہنا مشکل ہو گیا تو آپؓ نے اپنے خاوند سے کہا کہ: میری سب چیزیں لے کر مجھ سے دستبردار ہو جاؤ۔ حضرت ایاسؓ نے منظور کر لیا اور آپؓ کا سارا اثاثہ لے کر طلاق دے دی۔

حضرت ربیّعؓ بیان کرتی ہیں کہ: میں نے اپنے لباس کے علاوہ ہر چیز انھیں دے دی لیکن انھوں نے لباس کا بھی مطالبہ کر دیا۔ میں نے دینے سے صاف انکار کر دیا تو وہ

امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور میرے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ امیر المومنینؓ نے مجھے بلا کر سمجھایا: ایاس کی یہ شرط پوری کر دو؛ ورنہ وہ لباس وصول کیے بغیر طلاق نہیں دیں گے۔ تو میں نے امیر المومنینؓ کے ترغیب دلانے کے بعد وہ لباس بھی انھیں دے دیا اور مفارقت اختیار کر لی۔

اخلاق وعادات

حضرت ربیعؓ کا آبخورۂ قلب اخلاقِ حمیدہ کے زلال سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نے آپؓ کے اخلاق وکردار، رفتار وگفتار اور عادات واطوار میں مزید نکھار پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ آپؓ بھی دیگر صحابیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بے شمار اوصاف و کمالات اور خصائل وشمائل سے آراستہ تھیں۔ منجملہ ان کے عبادت وریاضت، تقویٰ و طہارت، خوف وخشیت، رجوع وانابت، صبر واستقامت، صدق وعدالت، جود وسخاوت، اخلاص وللّٰہیت، بے باکی وشجاعت، علم وفقاہت، فہم وذکاوت، ذہانت وفطانت اور زہد وقناعت جیسے بلند وبالا اور قابلِ قدر اخلاق سے متصف تھیں۔

علم وفضل

آپؓ کو علم سے غیر معمولی شغف تھا۔ آپؓ فرامینِ نبویہ کے بحرِ قمقام سے مسائل اور دقائق کے قیمتی گوہر نکال کر لوگوں کے سامنے پیش کرتیں۔ جب بڑے بڑے صحابۂ کرامؓ آپؓ کے پاس آ کر اپنے پیچیدہ اور اُلجھے ہوئے مسائل کا حل طلب فرماتے تو آپؓ اُن کو چٹکیوں میں حل کر دیتیں۔

مسندِ احمد بن حنبل میں ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور امام زین العابدینؒ۔ جو آسمانِ علم وفضل کے آفتاب وماہتاب تھے۔ حضرت ربیعؓ سے مسائل دریافت کرتے رہتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ بھی حضرت عثمانؓ کے اس فیصلے کے بارے میں آپؓ سے پوچھتے تھے جس میں آپؓ نے اپنے خاوند سے خلع لیا تھا، جس کا ذکر پچھلے صفحات میں

گزر چکا۔ نیز یہ بات بھی آپؓ کے حرصِ علم پر دلالت کرتی ہے کہ آپؓ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں کثرت سے آتی جاتی تھیں؛ تاکہ ان کے علم اوران کی فقاہت سے فائدہ اُٹھائیں۔

روایتِ حدیث

آپؓ کو علم وفضل میں بڑا مقام حاصل تھا۔ حضور ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کو بڑے شوق سے سنتیں اوران کو اپنے خزینۂ ذہن میں محفوظ کرلیتیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت امام زین العابدینؒ، حضرت عائشہ بنت انس بن مالکؓ، سلیمان بن یسارؒ، حضرت خالد بن ذکوانؒ، حضرت عبداللہؒ بن محمد بن عقیل، حضرت ابوعبیدہ محمد بن عمار بن یاسرؒ جیسے جبال العلوم نے آپؓ سے روایتیں لی ہیں۔ آپؓ سے مروی چند احادیث کو بطور مشتِ نمونہ ازخروارے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے:

(۱) عن الربيع بنت معوذؓ قالت: أرسل النبی صلى الله عليه وسلم غداة عاشوراء إلى قرى الأنصار: من أصبح مفطراً فليتم بقية يومه، ومن أصبح صائماً فليصم . قالت: فكنّا نصومه و نصوم صبياننا و نجعل لهم اللعبة من العهن– الصوف– فإذا بكى أحدهم على الطعام اعطيناه ذاك حتى يكون عند الإفطار۔

ترجمہ: حضرت ربیعؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے عاشوراء کے دن انصار کی بستی کی طرف ایک پیغام بھیجا کہ جس نے صبح کی افطار کی حالت میں تو وہ اپنا بقیہ دن اسی حالت میں گزارے اورجس نے صبح کی روزہ کی حالت میں تو وہ روزہ رکھے۔ حضرت ربیعؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے روزہ رکھا ہوا تھا اوراپنے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے تھے، پھر جب ان میں سے کوئی کھانے کے لیے روتا تو ہم ان کو اُون کے بنے ہوئے کھلونوں سے بہلاتے تھے یہاں تک کہ افطار کا وقت ہوجاتا۔

(۲) عنها قالت: قال النبی صلی الله علیه وسلم: إذ صلّوا علی جنازة فاثنوا علیها خیراً یقول الرب: أجزت شهادتهم فیما یعلمون و اغفرله مالایعلمون۔

ترجمہ: آپؓ فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جب لوگ کسی مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں اور میّت کے متعلق بھلی بات کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: میں نے ان کی گواہی قبول کرلی اُن چیزوں میں جو وہ جانتے ہیں اور میّت کے قصوروں اور کوتاہیوں کو بخش دیا جنھیں وہ نہیں جانتے۔

فضائل ومناقب

حضرت ربیعؓ کے ماتھے پر اقبال وسربلندی کے رنگارنگ تارے درخشاں تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی برکت سے ان کے دامن میں مختلف فضائل ومناقب کے پھول بکھرے اور نکھرے تھے جن کی کیف آگیں خوشبو پر کوئی بھی رشک کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ سطورِ ذیل میں آپؓ کے چند فضائل ومناقب ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) آپؓ ان خوش قسمت اور نیک لوگوں میں سے تھیں جن کے بارے میں نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک سے دُنیا ہی میں جنت کی بشارت اور خوش خبری سنائی تھی۔ چنانچہ یہ بات سابق اوراق میں گزرچکی ہے کہ آپ بیعتِ رضوان کی ان مقدس ہستیوں میں شامل تھیں، جن کی عنداللہ مقبولیت اور مقام ومرتبہ کے بارے میں قرآن گویا ہے: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ... إلخ (الفتح:۱۸) ترجمہ: اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کررہے تھے۔ (تیسیر القرآن)

(۲) آپؓ سابقین اوّلین میں سے بھی تھیں جن کے بارے میں قرآنِ کریم میں مذکور ہے:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْ عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَداً. (التوبہ:۱۰۰)

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

مفسرین سلف کے اقوال ''السابقون الاوّلون'' کی تعیین میں مختلف ہیں۔ حضرت سعید بن مسیّبؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ: وہ صحابہؓ مراد ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں (کعبہ، بیت المقدس) کی طرف نماز پڑھی۔ حضرت عطا بن ابی رباحؒ نے فرمایا کہ: سابقین اوّلین وہ صحابہؓ ہیں جو بدر میں شریک ہوئے۔ اور شعبیؒ نے فرمایا کہ: جو صحابہؓ حدیبیہ کی بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے وہ سابقین اوّلین ہیں۔

بہر حال تمام ہی اقوال کی رو سے آپؓ اس بشارتِ عظمیٰ اور سعادتِ کبریٰ کی مستحق قرار پاتی ہیں۔

(۳) آپؓ کا شمار اُن جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہؓ میں ہوتا ہے جنھوں نے فتحِ مکہ سے قبل اسلام قبول کیا اور اللہ کے راستے میں جہاد وقتال کیا۔ اس لحاظ سے آپؓ کا درجہ اور مرتبہ ان صحابۂ کرامؓ سے بڑھ جاتا ہے جنھوں نے فتحِ مکہ کے بعد اسلام کی آغوش میں پناہ لی، جیسا کہ قرآنِ کریم میں آیا ہے:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا. (الحدید:۱۰)

ترجمہ: برابر نہیں تم میں سے جس نے خرچ کیا فتحِ مکہ سے پہلے اور لڑائی کی، اِن لوگوں کا درجہ بڑا ہے اُن سے جو کہ خرچ کریں۔ اس کے بعد اور لڑائی کریں۔ (توضیح القرآن)

اولاد

مؤرخین نے اولاد میں صرف ایک صاحبزادہ 'محمدؒ' کا تذکرہ کیا ہے۔

وفات

آپؓ کے سالِ وفات میں مؤرخین کا اختلاف ہے تاہم حافظ ابنِ حجرؒ نے 'اصابہ' میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت کا واقعہ ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت تک زندہ رہیں لیکن وفات کا صراحتاً ذکر نہیں۔

بعض حضرات نے حضرتِ امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت ۴۵ھ میں سنِ وفات لکھا ہے اور بعضوں کی تصریح کے مطابق آپؓ نے ۷۰ھ کے بعد وفات پائی۔

خلاصہ

یہ ہے کہ حضرت ربیع بنتِ معوذؓ کی تابناک زندگی کے سنہرے نقوش گم گشتگانِ راہ کے لیے مشعلِ راہ ہیں، سینکڑوں لوگ ہیں جنھوں نے اُن کی حیاتِ رخشندہ کے ذریعے اپنے نہاں خانۂ قلب کو منور کیا اور اپنی عقل و خرد کو جلا بخشا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ان کے اوصاف و خصائل کو اپنائیں اور ان کی حیاتِ طیبہ کو مشعلِ راہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ تا دمِ حیات ہمیں اس مکرّم و معزّز ہستی کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۞۞

مراجع و مصادر:

(۱) توضیع القرآن آسان ترجمہ
(۲) تیسیر القرآن قرآن مجید کا نہایت آسان ترجمہ
(۳) معارف القرآن
(۴) تفسیرِ عثمانی
(۵) بخاری شریف
(۶) ابوداؤد شریف
(۷) ترمذی شریف
(۸) التاریخ الکبیر للبخاری
(۹) سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ
(۱۰) نساء مبشرات بالجنۃ
(۱۱) صور من سیر الصحابیات
(۱۲) سیّدات مبشرات بالجنۃ
(۱۳) تذکارِ صحابیاتؓ
(۱۴) عشرۂ مبشرہؓ
(۱۵) حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو
(۱۶) صحابیاتِ مبشراتؓ
(۱۷) ازواجِ مطہرات و صحابیات انسائیکلوپیڈیا
(۱۸) صحابیات
(۱۹) فضائلِ اعمال

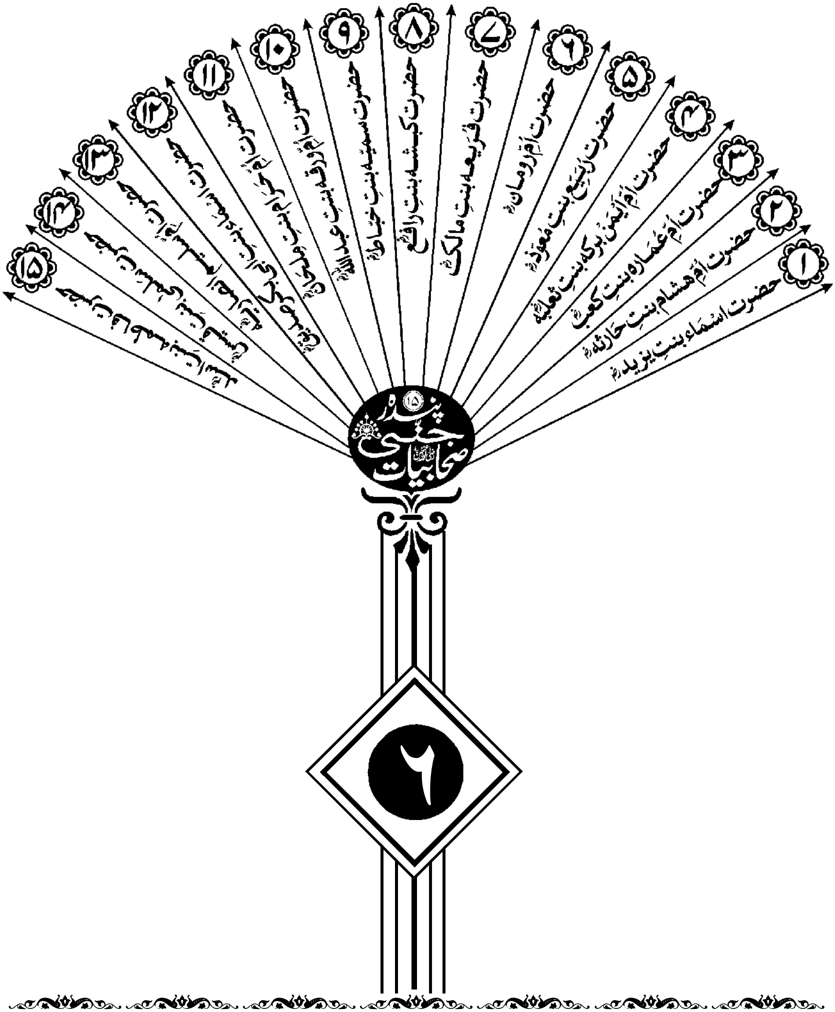

حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

اسم گرامی	:	'دعد' یا زینب
کنیت	:	اُمّ رومان
خاندان	:	بنو کنانہ کا خاندان فراس
والد کا نام	:	عامر بن عبد شمس
نکاحِ اوّل	:	عبداللہ بن حارث بن سخبرہ الازدی سے
نکاحِ ثانی	:	خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے
ہجرت	:	جس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ ہجرت کر گئے تھے اس کے فوراً بعد حضرت عبداللہ، اسماء اور حضرت عائشہ کو لے کر خانوادۂ نبوت کے ساتھ ہجرت کی
اولاد	:	قبل از اسلام طفیل پیدا ہوئے جو عبداللہ بن حارث بن سخبرہ الازدی سے تھے، اور بعد از اسلام حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ پیدا ہوئے جو حضرت صدیقِ اکبرؓ سے تھے
وفات	:	اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں: ۴ھ، ۵ھ، ۶ھ، ۹ھ، ۹ھ کے بعد۔ تدفین: جنت البقیع میں۔

حضرت اُمِّ رومان رضی اللہ عنہا

شہزاد اورنگ آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خوش دامن، سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ، اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وحضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدۂ محترمہ، وہ خاتون جس نے اپنی بیٹی سیّدہ عائشہ صدیقہؓ پر لگائے گئے بہتانِ عظیم کو کمالِ صبر وضبط، حوصلے اور تحمل کے ساتھ برداشت کیا، جس نے اپنے جلیل القدر خاوند حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مبارک زبان سے اسلام کی خوبیاں سنتے ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا، جس کی ظاہری وروحانی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے لسانِ صدق ﷺ سے اس طرح کے کلمات جاری ہوتے ہیں: جو کوئی دُنیا میں جنت کی حور دیکھنا چاہتا ہے وہ اُمّ رومان کو دیکھ لے، جسے زبانِ رسالت سے جیتے جی جنت کی بشارت ملی۔

آیئے! ہم اس خاتونِ بہشت کے حالات پڑھتے ہیں، تا کہ یہ نقوش نفوس کے سانچے میں ڈھل سکیں اور زندگی کی پُر پیچ وادیوں میں مشعلِ راہ ثابت ہوں، آمین۔

نامِ نامی اسمِ گرامی اور کنیت

اہلِ سیر میں سے اکثروں نے یقینی طور پر آپ کا نام نہیں لکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کا نامِ گرامی 'دعد' تھا اور بعض حضرات نے 'زینب' بھی لکھا ہے۔ اُمّ رومانؓ کنیت ہے جو آپ کے حقیقی نام پر غالب رہی اور اسی سے معروف ومشہور ہوئیں۔ آپ بنو کنانہ کے خاندانِ فراس سے تھیں۔

سلسلۂ نسب

اربابِ سیر نے آپ کا سلسلۂ نسب والدِ محترم کی جانب سے کچھ اس طرح لکھا ہے:

اُمّ رومانؓ بنتِ عامر بن عبدِشمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دھمان بن الحارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔ مگر صاحبِ طبقات نے عامر اور شمس کے درمیان عویمیر کا اضافہ نقل کیا ہے۔

نکاحِ اوّل کا پس منظر

زمانۂ جاہلیت میں اُمّ رومانؓ کا پہلا نکاح عبداللہ بن حارث بن سخبرہ سے ہوا جن کا اپنی قوم میں بلند مقام ومرتبہ تھا۔ ان سے ایک لڑکا تولد ہوا جس کا نام طفیل رکھا گیا۔

عبداللہ بن حارث بن سخبرہ کا خاندان جزیرۃ العرب کے سداۃ نامی مقام پر قیام پذیر تھا، پھر کسی وجہ سے عبداللہ اپنے گھر والوں کو لے کر مکہ معظّمہ پہنچ گئے، جہاں اُس وقت کچھ اس طرح دستور تھا کہ جو بھی باہر سے مکہ معظّمہ میں قیام پذیر ہونا چاہتا، وہ مکہ کے زعما میں سے کسی کو اپنا حلیف بناتا تھا؛ تاکہ اس کی کفالت میسر آسکے اور آسانی سے گذر بسر ہوسکے۔ چنانچہ عبداللہ بن حارث نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا کفیل بنالیا۔ یہ واقعہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا ہے۔

عبداللہ بن حارث کو مع اہلِ خانہ مکہ معظّمہ میں رہائش اختیار کیے ہوئے ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اچانک موت کا فرشتہ ان کے دروازے پر پیغامِ اجل لیے آپہنچا اور اُمّ رومان اپنے رفیقِ حیات سے محروم ہوگئیں۔

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نکاح

جزیرۃ العرب میں یہ رواج تھا کہ جب کسی خاتون کا شوہر وفات پاجاتا تو مرنے والے کی تعظیم وتکریم کی خاطر اس بیوہ کی جلد شادی کرنے کی فکر کی جاتی۔ اس طرح میّت کے قرابت داروں کو سہارا مل جاتا اور بیوہ خاتون کی زندگی پُرامن ہوجاتی۔ اسی معاشرتی رواج کو مدِنظر رکھتے ہوئے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمّ رومانؓ کے ساتھ نکاح

کرلیا۔ حضرت ابو بکرؓ کی لائقِ صد فخر صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ اور صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ ان ہی سیّدہ اُمّ رومانؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی عبداللہ اور کنیت ابو بکر ہے (کنیت ہی سے آپ معروف ومشہور ہیں۔ لقب صدیق وعتیق اور نسبت تیمی وقریشی ہے۔

ہجرت سے اکیاون سال پہلے مکہ میں نبیٔ کریم ﷺ کے دو سال چند مہینے بعد ولادت ہوئی۔ آپ نے تریسٹھ سال عمر پائی۔ آپ حضور ﷺ کے زمانۂ جاہلیت کے دوست تھے۔ تاجِ نبوت سے سرفراز کیے جانے کے بعد جب حضور ﷺ نے ان کو دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں تو اللہ کا رسول ہوں اور تمھیں اللہ کے دین کی دعوت دیتا ہوں، تو آپ فوراً حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ پھر آپ ہی کی محنت ودعوت سے حضور ﷺ نے کئی حضرات کو اسلام کے سایۂ عاطفت میں پناہ دی۔ آپ حضور ﷺ کے مشیر ومعین تھے۔ ہمیشہ آپ حضور ﷺ کے ہمراہ ہوتے حتیٰ کہ قرآن نے بھی آپ کی ہمراہی کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ...إلى اخره آية۔ یہ الفاظ آپ کی خاص فضیلت کی غمازی کررہے ہیں۔

نیز دارِقطنی میں حضرت عمرؓ کے حوالے سے لکھا ہے، حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا:

”انت صاحبی فی الغار و انت معی علی الحوض“

حضور ﷺ کی وفات کے بعد اوّل خلیفہ آپ ہی رہے۔ چونکہ آپ کی خلافت کا اشارہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات ہی میں کردیا تھا۔ (دیکھئے عشرۂ مبشرہ: ص۸۷، ص۱۹۱) آپ کی خلافت دو سال چار ماہ رہی۔

ازواج واولاد

آپ نے متعدد شادیاں کیں۔

(۱) اسلام سے قبل عامر بن لوی کے خاندان میں قتیلہ بنت عبد العزیٰ سے: ان سے عبداللہ اور اسماء پیدا ہوئے۔

(۲) اسی زمانے میں بنی کنانہ کے خاندان میں حضرت اُمّ رومانؓ بنت عامر سے کی، ان سے عبدالرحمٰن اور امّ المومنین حضرت عائشہؓ پیدا ہوئیں۔

(۳) اسلام لانے کے بعد خاندانِ خشعم میں حضرت اسماء بنت عمیس سے، ان سے محمد پیدا ہوئے۔

(۴) اسی زمانے میں خاندانِ خزرج میں حبیبہ بنت خارجہ سے، ان سے آپ کی وفات کے بعد اُمّ کلثوم پیدا ہوئیں۔

آپ نے دینِ اسلام کو پھیلانے کے لیے کئی غزوات میں شرکت کی اور حالات کا مقابلہ کیا جن کی اجمالی فہرست ذیل میں مذکور ہے:

(۱) غزوۂ بدر (۲) غزوۂ اُحد (۳) غزوۂ خندق (۴) غزوۂ بنی مصطلق یا غزوۂ مریسیع (۵) غزوۂ حدیبیہ (۶) غزوۂ خیبر (۷) فتح مکہ (۸) غزوۂ حنین (۹) غزوۂ تبوک۔

آپ کی چند خصوصیات

(۱) اسلام قبول کیا (۲) قرآن کا نام مصحف رکھا (۳) حضور ﷺ کی حمایت میں لڑے (۴) سب سے پہلے خلیفۂ راشد قرار پائے (۵) سب سے پہلے بیت المال قائم کیا۔ (۶) سب سے پہلے اسلام میں آپ نے مسجد بنائی۔

۱۳ھ میں اپنی کئی خصوصیات و کمالات کے ساتھ تریسٹھ سال کی عمر میں وفات

پا کر اپنے رب سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(مزید تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ فرمایئے: عشرۂ مبشرہ، ناصر شعبۂ تقریر وتحریر جامعہ ڈابھیل)

قبولِ اسلام

جب حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا، تو انھوں نے گھر میں قدم رکھتے ہی اپنی بیوی اُمّ رومان کو صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہوئے ان الفاظ میں اسلام کی دعوت دی کہ: میں نے اسلام قبول کرلیا ہے، دعوت وارشاد کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاون میری ذمہ داری ہے اور لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانے کا فریضہ بھی میں انجام دیتا ہوں اور نئے دین کے احکامات کی وضاحت کرنے کی بھی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ تم اس سلسلے میں کیا کہتی ہو؟ حضرت چنانچہ اُمّ رومانؓ نے فوری طور پر اسے قبول کر کے کلمۂ شہادت پڑھا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئیں۔ سیّدنا ابوبکرؓ نے اپنی بیوی سے کہہ رکھا تھا کہ: اپنے مسلمان ہونے کو اس وقت صیغۂ راز میں رکھیں جب تک اللہ ربّ العالمین سازگار ماحول پیدا نہ کردیں۔

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ: میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے والدین کو زیورِ اسلام سے آراستہ ہی دیکھا ہے۔ صاحبِ طبقات نے یہ تبصرہ نقل کیا ہے: "اسلمتُ اُمّ رومان بمكة قديما و بايعت و هاجرت" اُمّ رومانؓ نے بہت پہلے مکہ معظّمہ میں اسلام قبول کرلیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور ہجرت کا شرف حاصل کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سیّدہ اُمّ رومانؓ کا مکان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیّدنا ابوبکرؓ کے گھر اکثر و بیشتر آمد و رفت رہتی تھی؛ کیونکہ یہ گھر

آپ ﷺ کے لیے دوسرے گھروں کی بہ نسبت زیادہ محفوظ و مامون تھا۔

رسول اللہ ﷺ جب اپنے یارِ غار کے یہاں تشریف لاتے تو دونوں وفا کے پیکر (صدیقِ اکبرؓ اور اُمّ رومانؓ) وفورِ شوق سے خوش آمدید کہتے۔ آپ ﷺ کی آمد سے گھر میں بہار آجاتی، فضائیں جھومنے لگتیں، گھر کے آنگن میں مسرت و شادمانی کی لہریں چل پڑتیں۔ اس طرح سیّدہ اُمّ رومانؓ کا گھر اس اعتبار سے بڑا بابرکت ثابت ہوا کہ اس میں سب سے پہلے قرآنی آیات کی تلاوت ہوئی اور اسلام کا جھنڈا لہرایا، بلکہ یہ گھر ایسا روشندان بنا جس سے اسلام کی دعوت و تبلیغ کے انوار و برکات ہر سو پھیلنے لگے۔

باہمی تعاون وتناصر

سیّدہ اُمّ رومانؓ اپنے خاوند کی بہترین معاون و خدمت گزار ثابت ہوئیں اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے لیے بہترین رفیقِ حیات ثابت ہوئے۔ ان دونوں سے بڑھ کر زیادہ سعادت مند کون ہوسکتا ہے، جن کے گھر میں اعلیٰ و ارفع، بہتر و برتر رسولِ مقبول ﷺ روزانہ قدم رنجہ فرماتے ہوں! ان کی خوش نصیبی کے کیا کہنے، جن کے گھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا بہتر و برتر فرشتہ وحی لے کر آتا ہو!

جب کبھی موقع آتا تو سیّدہ اُمّ رومانؓ اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے بلاتاخیر کمربستہ ہوجاتیں اور اس کے لیے ذاتی جدّوجہد کے ساتھ بے دریغ مال و دولت بھی خرچ کرتیں۔ وہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حوصلہ دیتے ہوئے اس کام پر آمادہ کرتیں کہ وہ ان کمزور و ناتواں غلاموں کو خرید کر آزاد کریں، جنھیں اسلام لانے کی پاداش میں طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی ہیں۔ وہ اکثر غلاموں کو خرید کر انھیں آزادی کی نعمت سے سرفراز کرنے کی سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ترغیب دلاتیں۔ سیّدنا ابوبکرؓ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنی بیوی کی جانب سے حوصلہ افزائی اور تعاون دیکھ کر بہت زیادہ خوش ہوتے اور اس طرزِ عمل

کو ہر خوبی پر ترجیح دیتے۔

ازدواجی ذمہ داری

سیّدہ اُمّ رومانؓ کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ اسلام ہمیں گھریلو اور ازدواجی ذمہ داری کے نبھانے کا حکم دیتا ہے، اس لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے خاوند کی ضروریات کا پورا خیال رکھیں اور اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دیں۔ آپ ہی کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا کہ اس گمنام گھر میں ایک تر وتازہ کلی نے پرورش پائی، جسے دُنیا نے سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کے نام سے جانا، جسے آگے چل کر اُمّ المومنین کا اعلیٰ وارفع اعزاز حاصل ہوا اور جس کی خوشبو سے پورا دبستانِ علم وعمل مہک اُٹھا۔ نیز حضرت اُمّ رومانؓ اپنے خاوند سیّدنا ابوبکرؓ کو دشمنانِ اسلام کی طرف سے ملنے والی تکالیف پر دلاسہ دیتیں اور ان کا حوصلہ بڑھاتیں؛ تاکہ ظالموں اور شرپسندوں کی ریشہ دوانیوں کا یکسو ہوکر مقابلہ کرسکیں اور ان دشمنوں کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کو برداشت کرسکیں۔ غرض آپؓ نے ایک بیوی ہونے کے ناطے حضرت ابوبکرؓ کا ہر طرح ساتھ دیا۔

مصائب پر صبر

ایک خاتون کے سامنے اس کے شوہر پر قاتلانہ حملہ اور ہمہ وقت اس کے ساتھ بے دردی وبدسلوکی سے پیش آنا کسی قیامتِ صغریٰ سے کم نہیں ہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ اور نو واردانِ اسلام پر اہلِ قریش کی طرف سے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جاتے، تو حضرت اُمّ رومانؓ تلملا جاتیں؛ مگر صبر کے گھونٹ پی کر راہِ استقامت پر گامزن رہتیں۔

حبیبِ کبریا ﷺ کے ساتھ قرابت

سیّدہ اُمّ رومانؓ کو یہ جان کر بے حد مسرّت ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ اُنھیں اپنی خوش

دامن بنانے کی دلی خواہش رکھتے ہیں، یعنی حضرت اُمّ رومانؓ کی اکلوتی ولاڈلی بیٹی سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کو اپنے رشتۂ ازدواج سے منسلک کرنے والے ہیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت خولہ بنتِ حکیمؓ رسولِ اقدس ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ دو رشتے ہیں، اگر ارادہ ہو تو بات چلاؤں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: رشتہ کون سا ہے؟ انھوں نے رازدارانہ انداز میں کہا کہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہؓ اور سودہ بنتِ زمعہؓ۔ آپ ﷺ نے دونوں رشتے قبول کر لیے اور دونوں کو اپنے حبالۂ عقد میں لے لیا۔ اس طرح حضرت اُمّ رومانؓ کو سیّد المرسلین کی خوش دامن بننے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔

'سیرتِ مصطفیٰ ﷺ' میں مذکور ہے کہ خولہ بنت حکیم نے آپ ﷺ کی طرف سے جا کر پیامِ نکاح دیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ: مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے جبیر سے عائشہ کا پیام دیا تھا جس کو میں منظور کر چکا ہوں۔

واللّٰہ ما اخلف ابوبکر وعداً قط.

(اور خدا کی قسم! ابوبکر نے کبھی کوئی وعدہ خلافی نہیں کی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر سیدھے مطعم کے گھر پہنچے اور مطعم سے مخاطب ہو کر کہا کہ: نکاح کے متعلق کیا خیال ہے؟ مطعم کی بیوی بھی سامنے تھی۔ مطعم نے بیوی سے مخاطب ہو کر کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟ مطعم کی بیوی نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ: تمہارے یہاں نکاح کرنے سے مجھ کو قوی اندیشہ ہے کہ کہیں میرا بچہ صابی یعنی بے دین نہ ہو جائے اور اپنا آبائی دین چھوڑ کر تمہارے دین میں نہ داخل ہو جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مطعم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے مطعم! تم کیا کہتے ہو؟ مطعم نے کہا: وہی جو میری بیوی نے کہا۔ حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے اور محسوس کر لیا کہ اب ایفائے وعدہ کی ذمہ داری مجھ پر باقی نہیں رہی۔ چنانچہ وہاں سے اُٹھ کر گھر آئے اور خولہ سے کہہ

دیا کہ مجھے منظور ہے۔حضور جس وقت چاہیں تشریف لے آئیں۔ چنانچہ پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور چار سو درہم مہر مقرر ہوئی اور با قاعدہ نکاح ہو گیا۔

یہ نکاح ہجرت سے تین سال قبل ماہِ شوال ۱۰ نبوی میں ہوا۔حضرت عائشہؓ کی عمر اُس وقت چھ سال تھی۔ہجرت کے سات آٹھ مہینے بعد شوال ہی کے مہینے میں رخصتی اور عروسی کی رسم ادا ہوئی۔اُس وقت آپ کی عمر نو سال اور کچھ ماہ تھی۔نو سال آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں رہیں۔ جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت عائشہؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔اڑتالیس سال تک آپ ﷺ کے بعد زندہ رہیں اور ۵۷ھ میں مدینہ منورّہ میں وفات پائی اور رات کے وقت وصیت کے مطابق دیگر ازواجِ مطہرات کے پہلو بہ پہلو میں جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

اس نکاح کا آسمانی پس منظر بھی ملاحظہ کیجیے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میں نے کسی عورت سے اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک جبرئیل امین اللہ عزوجل کی طرف سے وحی لے کر نہ آ گئے ہوں۔ چنانچہ عائشہ صدیقہؓ کے نکاح میں بھی یہی صورتِ حال پیش آئی۔ چونکہ خداوندِ ذوالجلال کی مشیت اور عنایت اس کی داعی ہوئی کہ اپنے پیغمبر کے یارِ غار اور محبّ و جاں نثار کی دخترِ نیک اختر کو لڑکپن ہی سے پیغمبر کی زوجیت اور تربیت میں دے دیا جائے،لوحِ قلب ہنوز بالکل صاف اور پاک ہے۔ ماں اُمِّ رومانؓ کی طرف سے بھی کسی باطل نقش کا امکان نہیں۔ ماں حورعین کا نمونہ ہے اور باپ تو صدیق ہے ہی۔

ہجرتِ مدینہ

جب حضور ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا،تو آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے،زادِ سفر تیار کیا،گھر میں جو نقدی موجود تھی

وہ ساتھ لے لی۔ بیوی بچے اور بوڑھے باپ کو وہیں اللہ کے حوالہ کیا اور رسولِ اقدس ﷺ کے ساتھ ایک اَن دیکھی منزل کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت اُمّ رومانؓ کے لیے یہ دن بڑے سخت تھے۔ خاوند کی جدائی، مشرکینِ مکہ کا سخت دباؤ، معصوم بچیوں کی فکر، گھریلو اخراجات کے لیے مالی تنگی اور نہ جانے کیسے کیسے دل گداز حالات تھے، مگر ان سب کے باوجود حضرت اُمّ رومانؓ کے دِل میں صرف یہی تمنا موجزن تھی کہ رسولِ اقدس ﷺ اور ان کے خاوند صدیق اکبرؓ امن وسلامتی سے اپنی منزل تک پہنچ جائیں۔

حضور اکرم ﷺ نے مدینۂ منورہ پہنچنے کے بعد حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابورافع کو بھیجا تاکہ پیچھے رہ جانے والے اہلِ خانہ کو لے آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے ہمراہ عبداللہ بن اریقط کو اپنے صاحبزادے عبداللہؓ کے نام خط لکھ کر بھیجا کہ وہ ان حضرات کے ساتھ حضرت اُمّ رومانؓ، حضرت اسماءؓ اور عائشہؓ کو بھی مدینۂ منوّرہ لے آئیں۔

چنانچہ حضرت اُمّ رومانؓ حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کے ہمراہ مکہ معظّمہ سے روانہ ہوئیں۔ جس وقت اُمّ رومانؓ اور ان کی لاڈلی بیٹی سیّدہ عائشہ صدیقہؓ ایک اونٹنی پر سوار ہوئیں۔ راستے میں اونٹنی مستی میں آکر آپے سے باہر ہوگئی اور اُچھلنا کودنا شروع کردیا۔ ہر لمحہ اونٹنی کے بدک کر کودنے اور گر جانے کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ اس صورتِ حال کی وجہ سے حضرت اُمّ رومانؓ بے حد پریشان ہوگئیں اور آپؓ کی گھبراہٹ بڑھ گئی۔ خود انھیں اپنی اتنی فکر نہ تھی؛ لیکن اپنی پیاری بیٹی سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کی بلائیں لیتی ہوئی ”وا ابنتاہ و اعروساہ“ کے الفاظ بار بار بہ آواز بلند دہرانے لگیں کہ ہائے میری پیاری بیٹی! ہائے میری پیاری دلہن! اتنے میں اچانک غیب سے ندا آئی کہ: اونٹ کی مہار چھوڑ دو۔ جب اونٹ کی مہار چھوڑ دی گئی تو وہ سکون واطمینان سے اپنی منزل کی جانب چلنے لگا۔ اس قسم کے مصائب جھیلتے ہوئے مدینہ پہنچیں۔ مدینۂ منوّرہ پہنچ کر بنوحارث بن خزرج کے محلّے میں قیام پذیر ہوئیں جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

اپنے اہلِ خانہ کی رہائش کے لیے انتظام کر رکھا تھا۔

سیّدہ عائشہ صدیقہؓ پر بہتان

بیٹی کی خوش نصیبی ہمیشہ والدین کے لیے دلی مسرّت وشادمانی کا باعث ہوا کرتی ہے۔ حضرت اُمّ رومانؓ کے لیے بھی اس سے بڑی خوشی اور سرفرازی کیا ہوسکتی ہے کہ ان کی بیٹی سیّدہ عائشہؓ کو کاشانۂ نبوت کی شمعِ فروزاں بننے کی سعادت حاصل ہوئی، لیکن سیاہ بادل اور کالی گھٹا نے سیّدہ اُمّ رومانؓ کے صاف ستھرے ماحول میں اندھیرا بکھیر دیا۔ ان کی پرسکون زندگی کو اضطراب کی لہروں نے گدلا کر کے رکھ دیا۔ بات کچھ یہ ہوئی کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی ابن سلول نے ایک سفر سے واپسی پر موقع دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق بہتان تراشی سے کام لیا، اور لوگوں کے ذہنوں کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق فاسد وخراب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

سیّدہ عائشہؓ پر جب منافقین نے بہتانِ عظیم باندھا تو مدینۂ منوّرہ میں ایک ارتعاش پیدا ہوگیا۔ مسلمانوں میں ہر طرف سراسیمگی پھیل گئی۔ حضرت عائشہؓ اس موقع پر خوب پھوٹ پھوٹ کر زاروقطار روئیں اور حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے میکے چلی گئیں۔ حضرت اُمّ رومانؓ کو صورتِ حال کا علم ہوا تو وہ بھی سراپا رنج والم کی تصویر بن گئیں۔ رسولِ اکرم ﷺ خود بھی بڑے پریشان تھے۔ حضرت اُمّ رومانؓ تو ماں تھیں، دُکھ تو اُنھیں بھی بہت ہوا، لیکن اپنی لختِ جگر عائشہؓ کا دِل رکھنے کو کہا: بیٹی! گھبراؤ نہیں، جو عورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے اسے شوہر کی نظروں سے گرانے کے لیے ایسی باتیں بنائی جاتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ پر عجیب اُداسی چھائی ہوئی تھی۔ انھیں ماں کے جواب سے تسکین نہ ہوئی اور فرطِ الم سے ان کی چیخ نکل گئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بچی کی چیخ سن کر بالا خانے سے نیچے اُترے۔ رقیق

القلب تو تھے ہی خود بھی رونے لگے۔ جب ذرا قرار آیا تو بیٹی سے کہا: بیٹی! تم اپنے گھر جاؤ، ہم ابھی آتے ہیں۔ جب وہ چلی گئیں تو حضرت صدیقِ اکبرؓ اُمّ رومانؓ کو ہمراہ لے کر حضرت عائشہؓ کے ہاں پہنچے۔ سیّدہ عائشہؓ رنج والم کی شدت سے بخار میں مبتلا تھیں۔ حضرت اُمّ رومانؓ نے انھیں اپنی گود میں لٹالیا۔ نمازِ عصر کے بعد حضور ﷺ گھر تشریف لائے۔ سیّدہ عائشہؓ کو اس حالتِ زار میں دیکھا۔ آپ ﷺ سے رہا نہ گیا، فرمایا: عائشہ! اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو صدقِ دل سے توبہ کرلو، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے، بڑا مہربان ہے۔ اگر کوئی جرم سرزد نہیں ہوا تو غم نہ کرو، اللہ یقیناً تمھیں بری کردے گا۔ اس استفسار پر سیّدہ عائشہؓ نے والدہ سے کہا: امّاں جان! کوئی جواب دو۔ وہ خاموش رہیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگیں: ابّا جان! آپ ہی کوئی تسلی بخش جواب دیں۔ وہ بھی خاموشی کا مجسمہ بنے رہے، کیوں کر جواب دیتے۔ وہ دونوں رحمتِ دوعالم ﷺ کے سچے شیدائی تھے۔ اپنے آقا کو ملول دیکھ کر بیٹی کی حمایت کیسے کر سکتے تھے! پھر حضرت عائشہؓ خود اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور جب آنسو کی بہتی لڑیاں خشک ہوئیں تو کہنے لگیں:

اگر میں یہ کہوں، میں بالکل بے گناہ ہوں، اور میرا اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ میری بات تسلیم نہیں کریں گے۔ اگر میں جرم کا اعتراف کرلیتی ہوں تو آپ مطمئن ہو جائیں گے؛ لیکن میرا یہ اعتراف خلافِ واقعہ ہوگا۔ میں تو آج حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا وہ جواب ہی دوں گی جو انھوں نے اپنے بیٹوں کو بے بسی کے عالم میں دیا تھا:

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَاتَصِفُونَ.

سیّدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: میں اس روز اس قدر بے بسی کے عالم میں تھی کہ میرے گوشۂ ذہن سے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھی نکل گیا تھا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ رسولِ اقدس ﷺ پر نزولِ وحی کے آثار طاری

ہوئے اور پورا ایک رکوع نازل ہوا، جس میں سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کی طہارت کی گواہی بڑے واضح الفاظ میں دی گئی تھی۔ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ. (سورہ نور)

ترجمہ: یقین جانو کہ جو لوگ یہ جھوٹی تہمت گھڑ کر لائے ہیں وہ تمہارے اندر ہی کا ایک ٹولہ ہے۔ تم اس بات کو اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہی بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اُس نے کمایا اور اُن میں سے جو اس جھوٹ کے بڑے حصّہ کا ذمہ دار ہے اس کے لیے بھاری عذاب ہے۔

جب سلسلۂ وحی ختم ہوا تو حضور ﷺ خوش وخرم بڑے اچھوتے انداز میں حضرت عائشہؓ سے مخاطب ہوئے، فرمایا کہ: عائشہ! خوش ہو جاؤ، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے تمہاری برأت کے لیے وحی نازل فرمائی۔ اُمّ رومانؓ بھی وہاں موجود تھیں۔ اس بات کا سننا تھا کہ فرطِ مسرت سے کہنے لگیں: بیٹی اُٹھو، اور اپنے سرتاج کا شکریہ ادا کرو۔ جب سیّدہ عائشہؓ نے سنا تو فرمایا: آج میں اس ذاتِ اقدس کا شکر بجا لاؤں گی جس نے میری برأت کا اعلان کیا۔ کچھ دیر پہلے جو گھر رنج والم اور غموں سے نڈھال تھا وہ آناً فاناً ایک وحی کے ذریعے مسرت وشادمانی کا گہوارہ بن گیا۔

سیّدہ اُمّ رُومانؓ کے کھانے کی کرامت

۶ ہجری کی بات ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اصحابِ صفہ میں سے تین اصحاب کو اپنے گھر لائے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس گئے تو واپسی میں دیر ہوگئی۔ گھر آئے تو اُمّ رومانؓ نے کہا: مہمانوں کو چھوڑ کر کہاں بیٹھ رہے؟ بولے: تم نے کھانا نہیں کھلایا؟ جواب

ملا: کھانا بھیجا تھا لیکن ان لوگوں نے آپ کے بغیر کھانے سے انکار کر دیا۔ غرض کھانا کھلایا گیا اور اس قدر برکت ہوئی کہ نہایت افراط کے ساتھ بچ رہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اُمّ رومانؓ سے پوچھا: اب کتنا ہے؟ بولیں: شمار سے زیادہ، چنانچہ اس کھانے کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔

اجمالی اوصاف

حضرت اُمّ رومانؓ عبادت گزار اور شب زندہ دار خاتون تھیں۔ اکثر و بیشتر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتیں۔ اپنے خاوند سیّدنا ابوبکرؓ کی بے حد خدمت گزار تھیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا جوئی ہر دَم، ہر لمحہ اور ہر پل پیشِ نظر رہتی تھی۔ نماز نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ دل لگا کر پڑھا کرتی تھیں۔

اس کا پس منظر بھی خود ان ہی سے منقول ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز میں مصروف تھی اور جسم حرکت کر رہا تھا۔ میرے سرتاج ابوبکرؓ گھر تشریف لائے۔ مجھے اس طرح نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے اس قدر ڈانٹا کہ میں نماز توڑنے کے قریب ہوگئی۔ پھر کہا: نماز کے دوران جسم پرسکون و اطمینان ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اذا قام احدکم فی الصلوٰۃ فلیسکن اطرافہ ولا یمیل میل الیھود، فإن تسکین الاطراف من تمام الصلوٰۃ.

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے اعضا کو سکون واطمینان کی حالت میں رکھے اور یہودیوں کی طرح نہ جھکے اس لیے کہ اعضا کا پرسکون ہونا نماز کے اتمام میں سے ہے۔

اس کے بعد سیّدہ اُمّ رومانؓ کی نماز میں اس قدر سکون وطمانیت آ گئی کہ بیان سے باہر ہے۔

سیّدہ اُمّ رومانؓ کو حضور ﷺ کی نصیحت

حضور ﷺ نے ایک موقع پر اپنی زوجہ محترمہ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کے متعلق ان کی والدہ اُمّ رومانؓ کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: عائشہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

سیّدہ عائشہؓ کے لیے دعا کی درخواست

علی بن بلبان مقدسی کی کتاب تحفة الصديق فی فضائل ابی بكر اور علامہ ذہبی کی کتاب سير اعلام النبلا میں یہ بات موجود ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکرؓ اور حضرت اُمّ رومانؓ رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آج کیسے آنا ہوا؟ دونوں بیک زبان ہو کر بولے: یارسول اللہ! آپ ہماری موجودگی میں عائشہ کے لیے مغفرت کی دعا فرمادیں۔ آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: ”اللهم اغفر لعائشة بنت ابی بكر مغفرةً ظاهرةً و باطنةً لايغادرها ذنب“ ترجمہ: الٰہی عائشہ بنت ابی بکرؓ کو ظاہراً اور باطناً ایسا بخش دے کہ کوئی گناہ باقی نہ رہے۔

جب آپ ﷺ نے دونوں کو بہت مسرور دیکھا تو ارشاد فرمایا: ”مازالت هذه دعوتی لمن اسلم من امتی من لدن بعثنی اللّٰه إلى يومی هذا“ ترجمہ: میری یہ دعا ہر اُس شخص کے لیے ہے جس نے میری بعثت کے بعد اسلام قبول کیا اور آج تک وہ اس پر کاربند ہے۔ (سیدات مبشرات بالجنۃ: ص ۱۶۹)

حضور ﷺ کا حضرت اُمّ رومانؓ کے ساتھ حسن سلوک

حضرت رسولِ اکرم ﷺ سیّدہ اُمّ رومانؓ کا بڑا خیال فرمایا کرتے تھے، اور سیّدہ اُمّ رومانؓ بھی ہمہ وقت رسول ﷺ کی خوشنودی کو مقدم رکھا کرتی تھیں۔ آپ مزاجِ نبوت سے آشنا تھیں جس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایک روز رسولِ اقدس

ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ چھیڑا اور آپ کی غایت درجہ تعریف فرمائی جس سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے انتہائی تعلق و اُنسیت کا اظہار ہو رہا تھا۔ سیّدہ عائشہؓ ابھی نوعمر تھیں، تمام ازواجِ مطہرات میں سب سے لاڈلی اور چہیتی بھی تھیں۔ ان سے رہا نہ گیا، کہنے لگیں کہ: آپ خدیجۃ الکبریٰ کا اس طرح تذکرہ کررہے ہیں جیسے روئے زمین پر ان کے علاوہ کوئی خاتون ہے ہی نہیں۔ حضرت عائشہؓ کی یہ بات آپ ﷺ کو انتہائی ناگوار گزری۔ غصّے سے چہرے کا رنگ سرخ ہوگیا۔ جب اس واقعہ کی خبر حضرت اُمّ رومانؓ کو ہوئی تو دوڑی دوڑی رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی لاڈلی بیٹی کی سفارش کرتے ہوئے کہنے لگیں: یا رسول اللہ! عائشہ ابھی چھوٹی عمر کی ہے۔ آپ اس کی باتوں کو محسوس نہ فرمایا کریں۔ آپ ﷺ نے ناراضگی کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے عائشہ صدیقہؓ کو مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا:

اَلَسْتِ الْقَائِلَةُ كَاَنَّمَا لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اِمْرَأَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةُ؟ وَاللّٰهُ لَقَدْ آمَنَتْ بِيْ اِذْ كَفَرَ بِيْ قَوْمُكِ وَرُزِقْتُ مِنْهَا الْوَلَدَ وَ حُرِّمْتُمُوْهُ.

ترجمہ: کیا تو نے یہ نہیں کہا کہ گویا روئے زمین پر خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہے ہی نہیں؟ بہ خدا! وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب تیری قوم نے میرا انکار کیا، اس سے مجھے اولاد کی نعمت میسر آئی جبکہ تم سب اس سے محروم رہی ہو۔

حضرت اُمّ رومانؓ یہ صورتِ حال دیکھ کر بالکل خاموش رہیں اور پھر ایک لفظ نہ کہا؛ کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ آپ ﷺ جو بھی بات کرتے ہیں، وحیٔ الٰہی کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ کہیں آپ ﷺ کی شانِ اقدس میں بےادبی نہ ہوجائے۔

حورِ جنت کی وفات

حضرت اُمّ رومانؓ رضائے الٰہی میں پوری زندگی خرچ کر کے غزوۂ حنین کے

دوران دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

’صحابیات مبشرات‘ میں آپ کا سنِ وفات ۶ھ لکھا گیا ہے اور ’سیر الصحابیات‘ میں ۹ھ یا اس کے بعد لکھا گیا ہے۔ طبقات، اصابہ، تاریخِ صغیر اور سیرتِ عائشہ کے حوالے سے ’تذکارِ صحابیات‘ میں ۴ھ، ۵ھ، ۶ھ، ذی الحجہ ۷ھ اور ۹ھ مختلف اقوال لکھے گئے ہیں۔ امام بخاریؒ کے بقول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انتقال ہوا۔ سیّد سلیمان ندویؒ کے بقول حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت تک زندہ تھیں؛ مگر زیادہ تر مؤرخین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی میں انتقال نقل کیا ہے۔

تدفین

حضرت اُمّ رومانؓ نے مدینۂ منوّرہ میں وفات پائی اور آپ کو جنّت البقیع میں دفن کیا گیا۔ علامہ سمہودی کہتے ہیں کہ تدفین کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اُترے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی جس کے کلمات یہ تھے:

اللهم انت تعلم مالقيت امّ رومان فيك وفى رسولك.

ترجمہ: الٰہی! تو جانتا ہے کہ اُمّ رومانؓ تیرے اور تیرے رسول کی رضا کے لیے کس قدر مصائب ومشکلات کا شکار ہوئی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

من سَرَّهُ ان ينظُر إلى إمرأة من الحور العين فلينظر إلى امّ رومان.

ترجمہ: جس کو یہ چیز پسند ہو کہ وہ کسی ایسی عورت کو دیکھے جو جنت کی حور ہو تو وہ اُمّ رومان کو دیکھ لے۔

مؤرخین اور اصحابِ سیر نے آپ کے اسی فرمان سے حضرت اُمّ رومانؓ کے لیے جنت کی بشارت نقل کی ہے۔

حاصلِ زندگی

خوشی ہو یا غم، اندھیرا ہو یا اُجالا، صبر وضبط کا موقع ہو یا فرطِ مسرّت میں خوشی کے شادیانے بجانے کا، بہرصورت حضرت اُمّ رومانؓ ایمان کی تصویر، اطاعت کا مفہوم، اتباعِ زوج کا نقشہ، عشقِ رسول ﷺ کی تفسیر، درد کی داستان، شجاعت و بہادری کا پیکر، تقویٰ وطہارت کی مثال اور علم وعمل کی نظیر بنی رہیں اور رضائے الٰہی ورضائے محمدی والی زندگی گزار کر آخرت تک آنے والے انسانوں کے لیے اسوہ ونمونہ قرار پائیں۔

مراجع:

(۱) آسان ترجمہ قرآن
(۲) نساء حول الرسول ﷺ
(۳) سیّدات مبشرات بالجنۃ
(۴) صور من سیر الصحابیات
(۵) طبقات ابن سعد
(۶) سیر الصحابیات
(۷) صحابیات مبشرات بالجنۃ
(۸) حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو
(۹) تذکرِ صحابیات
(۹) ازواجِ مطہرات انسائیکلوپیڈیا
(۱۰) سیرتِ مصطفیٰ
(۱۱) تاریخِ ملت
(۱۲) عشرۂ مبشرہ

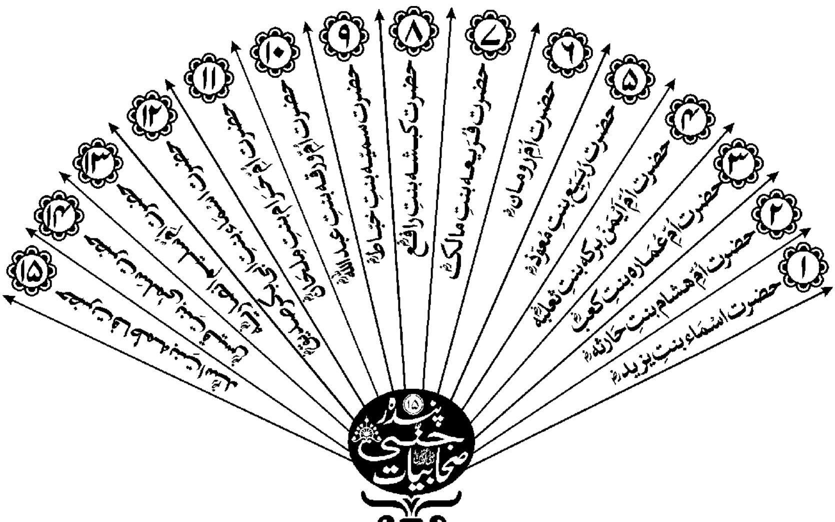

٧

حضرت فُرَیعہ بنتِ مالک رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

اسمِ گرامی : فریعہ

والد کا نام : مالک

والدہ کا نام : انیسہ

نسبت : خزرجی، بنو نجار۔

اسلام : آپ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔

نکاح : زوجِ اوّل سہل بن رافع

زوجِ ثانی : حضرت سہل بن بشیر

بیعتِ رضوان میں شرکت کر کے جنت کا پروانہ حاصل کیا۔

حضرت فُرَیعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا

محمد اطہر محمد اسماعیل بمبوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک دن میری نظر کتابوں کی الماری پر پڑی۔ وہ کتابیں مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھیں اور ایسا محسوس ہورہا تھا گویا وہ مجھ سے گلہ وشکایت کررہی ہیں۔ میں اس طرف کھنچتا ہی چلا گیا۔ کتابوں پر طائرانہ نظر ڈالی۔ لیکن سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس کتاب کا مطالعہ کیا جائے! اچانک تہہ خانۂ دل سے صدا آئی کہ اُن چراغ ہائے محبت کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے جن کے سامنے اُمّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیا جاتا تو ان کی آنکھوں میں عقیدت کا نور اور محبت کا سرور جھلکنے بلکہ چھلکنے لگتا تھا۔

چنانچہ اسی صدا پر عمل کرتے ہوئے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھی جانے والی کتاب کا مطالعہ شروع کیا۔ دورانِ مطالعہ ایک ایسی خاتون کا تذکرۂ خیر آیا جس کے واقعات نے دل ودماغ پر ضرب لگائی۔ خوابیدہ جذبوں کو روشن کیا۔ یہ وہی خاتون ہے، جس نے تاریخ کے سینے پر اپنا نام ایسا ثبت کیا کہ رہتی دُنیا تک اس کے تذکرہ سے تاریخ فخر محسوس کرتی رہے گی، جس نے اپنے کردار سے سچّے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا ثبوت دیا، جسے بیعتِ رضوان میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی، جس کے اخلاقِ حسنہ سے خوش ہوکر ساقئ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالمِ فانی ہی میں عالمِ جاوداں کی کامیابی کا مژدہ سنا دیا۔

کیا آپ جانتے ہیں اس بشارت یافتہ خاتون کو؟ یہ خوش نصیب، نیک بخت سعادت مند خاتون کوئی اور نہیں؛ بلکہ جاں باز صحابی حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کی بیٹی، جلیل القدر صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن: حضرت فریعہ بنتِ مالک رضی اللہ عنہا ہیں۔

راقم نے انھیں کی زندگی کے تابندہ گوشوں کو آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعی کی

ہے، اس امید کے ساتھ کہ روزِ قیامت نجات کا ذریعہ بن جائے اور اس گنہگار کا بھی عشاقِ صحابہؓ میں شمار ہو جائے۔ آمین!

نام ونسب اور خاندان

آپ کا نام فریعہ تھا۔ والدِ بزرگوار کا نام مالک بن سنان اور والدۂ محترم کا نام انیسہ تھا۔ والد کی طرف سے نسب یہ ہے: فریعہ بنت مالک بن سنان بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر۔ ان کا تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا۔

والدہ کی طرف سے نسب یہ ہے: فریعہ بنت انیسہ بنت عمرو بن قیس بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ ان کا تعلق بنو نجار سے تھا۔

حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا محدث، مفتیٔ مدینہ، عالم، فاضل، مجاہد، جرنیل اور حکمران صحابی یعنی سعد بن مالک (ابوسعید خدریؓ) کی بہن تھیں، جن سے ایک ہزار ایک سو ستر احادیث مروی ہیں۔ علامہ ابن اثیرؒ نے اپنی کتاب 'اسد الغابہ' میں اور علامہ ابن عبدالبرؒ نے اپنی تصنیف 'الاستیعاب' میں سیّدنا ابوسعید خدریؓ کے بارے میں لکھا ہے:

كان أبو سعيد من الحفاظ المكثرين العلماء الفضلاء العقلاء.

(ابوسعید علما، فضلا، دانشوروں اور اعلیٰ درجے کے حفاظِ حدیث میں سے تھے۔)

والدہ کی طرف سے اُن کے بھائی قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر بن سواد بن ظفر ہیں، جو جنگِ بدر میں شریک ہونے والے مجاہد اور جنگِ اُحد کے ماہر تیر انداز ہیں۔

والدہ کی طرف سے آپؓ کی ہمشیرہ اُمّ سہل بن نعمان انصاریہ ہیں۔ یہ وہ مومنہ خاتون ہیں جنھوں نے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اس خاندان کے کتنے ہی افراد ہیں جنھیں حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وصحبت نصیب ہوئی۔ بلاشبہ یہ ان کے خاندان کے لیے بڑے فضل وشرف اور اعزاز کی بات ہے۔ کہنا چاہیے کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ (طبقات ابن سعد: ص ۲۶۷)

استقبالِ رسل ﷺ کے لیے نکلنا

مکۂ مکرمہ میں جب کفّار و مشرکین کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو نبیٔ کریم ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو مدینہ کی جانب ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ صحابۂ کرامؓ رفتہ رفتہ ہجرت کرتے رہے۔ جب نبیٔ کریم ﷺ کو بھی ہجرت کا حکم ہوا تو آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ہجرت کے لیے نکلے۔

اُدھر دوسری جانب مدینۂ منوّرہ میں خبر پہنچ گئی کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے تشریف لا رہے ہیں اور اب عنقریب مدینہ پہنچنے ہی والے ہیں۔ یہ خبر سن کر لوگ خوشی سے جھوم اُٹھے اور اپنے گھروں کو خالی چھوڑ کر معزز مہمان کا استقبال کرنے کے لیے باہر نکل آئے۔ حضرت مالک بن سنانؓ، ان کی بیٹی سیّدہ فریعہؓ اور سارا خاندان استقبال کرنے والوں میں پیش پیش تھا۔ (حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو: ص۳۲۲)

ازدواجی زندگی اور اطاعتِ رسول ﷺ

سیّدہ فریعہ رضی اللہ عنہا کی شادی قبیلۂ خزرج کے چشم و چراغ سہل بن رافع کے ساتھ ہوئی۔ لیکن یہ زیادہ عرصہ ان کے ساتھ زندگی بسر نہ کر سکیں۔ ہوا یوں کہ ان کے چند غلام تھے جو فرار ہو گئے۔ یہ ان کی تلاش میں ان کے پیچھے گئے تب غلاموں نے انھیں دھوکے سے قتل کر دیا۔ جب سیدہ فریعہؓ کو اپنے خاوند کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو وہ بہت زیادہ افسردہ ہوئیں۔ خاوند کے قتل ہو جانے کے بعد انھوں نے سوچا کہ میں اپنے میکے چلی جاؤں۔ لیکن جانے سے پہلے انھوں نے رسولِ اقدس ﷺ سے مسئلہ دریافت کرنا مناسب سمجھا اور کیوں نہ کرتیں کہ آخر وہ بھی نبیٔ کریم ﷺ کی تربیت یافتہ تھیں، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔

اسی کے پیشِ نظر وہ خدمتِ اقدس ﷺ میں حاضر ہوئیں۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص۲۳۵)

امام مالکؒ نے سیّدہ زینب کعب بنتِ بن عجرہ سے روایت کیا ہے کہ ابوسعید

خدریؓ کی ہمشیرہ فریعہ بنت مالک بن سنانؓ نے اسے بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انھوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ اپنے خاندانِ بنوخدرہ میں واپس جانا چاہتی ہیں، کیونکہ ان کے خاوند اپنے فرار شدہ غلاموں کی تلاش میں گئے اور انھوں نے ان کو قتل کر دیا۔ خاوند نے پیچھے کوئی گھر نہیں چھوڑا جس کی وہ مالک ہو اور نہ ہی خرچ کرنے کے لیے مال چھوڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں جا سکتی ہو۔'' کہتی ہیں کہ میں واپس ہونے لگی۔ میں ابھی حجرے ہی میں تھی کہ آپ ﷺ مجھے آواز دے کر بلایا اور فرمایا: ''تم نے کیا پوچھا تھا؟'' میں نے اپنی کہانی دوبارہ دوہرائی اور اپنے خاوند کے بارے میں بتایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "اُمكثي في بيتك حتّٰى يبلغَ الكتاب أجله" ترجمہ: اپنے گھر میں رہو؛ یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے۔

یاد رہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَيَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا يَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّ عَشۡرًا.

ترجمہ: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ کر جائیں تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن انتظار میں رکھیں گی۔

حضرت فریعہ بنت مالکؓ نے رسولِ اقدس ﷺ کا حکم سن کر چار ماہ دس دن اپنے گھر میں گزارے اور اس کے بعد اسلام کی سربلندی کے لیے پوری زندگی بسر کی۔

ایک مومن مسلمان بیعت کرنے والی خاتون سے یہی توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ ہر وقت رسولِ مقبول ﷺ کی اطاعت کرے گی۔ سیّدہ فریعہؓ نے چار ماہ دس دن عدّت گزاری اور پھر انصار کے قبیلۂ بنو ظفر کے ایک شخص سہل بن بشیر بن عنبسہ سے ان کا نکاح ہو گیا۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلو پیڈیا: ص۵۴۳، صور من سیر الصحابیات: ص۵۶، طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۶۷)

سیّدہ فریعہؓ کے والد کے مختصر حالات

آپ کا نام نامی مالک بن سنان ہے۔ آپ کا نکاح انیسہ بنت عمرو بن قیسؓ سے ہوا اور ان ہی سے سعد (ابوسعید خدریؓ) اور فریعہ نامی ایک صاحبزادی ہوئی۔

آپ کو اپنے قبیلے میں بڑا مقام حاصل تھا۔ معاشرے میں ہمیشہ آپ کو عزّت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، آپ زمانۂ جاہلیت میں اوس وخزرج کے درمیان ہونے والی لڑائی کو ناپسند فرماتے اوراس کوختم کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے صحابی ہونے کا شرف حاصل کیا۔ جہاد کے نہایت درجہ شوقین اور نبوت پر جان قربان کرنے کے لیے بے قرار رہتے تھے۔

جب بدر کے میدان میں حق و باطل کا معرکۂ اوّل بپا ہوا تو اس وقت بعض دیگر صحابہؓ کی طرح آپ بھی اس میں حاضر نہ ہوسکے تھے۔

البتہ جب غزوۂ اُحد کا موقع آیا تو آپ نے خوب ہمّت و جرأت کا مظاہرہ کیا؛ یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کر کے عشق وعزیمت کی لازوال داستان رقم کر گئے۔

ہوا یوں کہ اس غزوے میں ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ کافر غالب اور مسلمان مغلوب ہونے لگے، صفیں درہم برہم ہوگئیں۔ چند جاں فروش صحابہؓ رسالت مآب ﷺ کو گھیرے ہوئے تھے۔ موقع پا کر مشرکین گھیرا توڑنے میں کامیاب ہوگئے اور آپ ﷺ پر حملہ کیا؛ یہاں تک کہ تلوار کے وار سے خود کے دو حلقے رخسارِ مبارک میں دھنس گئے۔ پتھر مارا گیا جس سے پیشانیٔ مبارک زخمی ہوگئی اور خون بہنے لگا۔

اس وقت عشق ومحبت کا وہ منظر سامنے آیا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ محبوب کا خون بھی زمین پر گرنا گوارا نہ کیا۔ حضرت مالک بن سنانؓ آگے بڑھے اور بہتے ہوئے زخم پر اپنے ہونٹ لگا کر نکلنے والا خون پی گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بھی: تھوک دو۔ لیکن کہنے لگے: قسم خدا کی! میں ہرگز نہیں تھوکوں گا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ مَسَّ دمُهُ دمی لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ“ ترجمہ: یرا خون جس خون سے مل گیا اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔

یہ تھا ان کا جذبۂ عشق، اسی بنا پر وہ اس ظالم سے انتقام لینے کے لیے میدانِ کارزار کی طرف پلٹے، جس نے حضور ﷺ کو زخمی کیا تھا، لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ آگے جا کر وہ خود دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا نکل جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

حضرت فریعہؓ کے ماں شریک بھائی حضرت قتادہ بن نعمان انصاریؓ غزوۂ اُحد میں شریک تھے۔ یہ جنگِ اُحد کے ماہر تیرانداز تھے۔

جب جنگ اُحد کی چکّی کا پہیہ گھوما، زور کا رن پڑا تو اس بہادر کی آنکھ میں تیر لگا، جس سے آنکھ نکل کر رخسار پر ڈھلک گئی۔ یہ اسی حالت میں فوری طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے آنکھ کو پکڑ کر اس کی جگہ رکھ دی۔ پھر دُعا فرمائی: "اللھم قِ قتادة کما وقی وجه نبیك، فاجعلها أحسن عینیه و أحدّھما نظراً" تو آپؓ کی آنکھ پہلے سے زیادہ تیز اور خوبصورت ہوگئی۔

(سیّدات مبشرات بالجنۃ: ص۱۹۶، حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو: ص۳۲۱)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی جہاد سے محبت

غزوۂ اُحد سے پہلے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کا جائزہ لے رہے تھے تو دیکھا کہ کچھ نوعمر صحابہؓ بھی مجاہدین کی صفوں میں شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی چھوٹی عمر کی وجہ سے انھیں واپس کر دیا اور فرمایا: ابھی تمہاری لڑنے کی عمر نہیں۔

ابوسعیدؓ واپس لوٹے تو وہ وفورِ غم سے آنسو بہانے لگے۔ وہ جہاد کا شرف حاصل کرنے سے محروم رہ جانے کی بنا پر رو رہے تھے۔ راستے میں سیّدہ فریعہؓ اپنے بھائی ابوسعید خدریؓ سے ملیں۔ انھوں نے اپنے بھائی کو پیار سے بغل میں لیا اور ان کے آنسو اپنے آنچل سے صاف کیے اور انھیں مزید انتظار کرنے اور صبر کا دامن تھامنے کی تلقین کرتے ہوئے دلاسا دینے لگیں کہ تم فکر نہ کرو، آئندہ جنگوں میں تمھیں شامل کر لیا جائے گا اور تم مسلسل شامل رہو گے؛ یہاں تک کہ شرک مٹ جائے گا اور ایمان کا جھنڈا سر بلند ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بڑے ہو کر مفتیٔ مدینہ کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور میدانِ علم وفضل میں روشن ستارے کی طرح جگمگائے۔ (صحابیاتِ مبشرات: ص۳۱۲، نساء مبشرات بالجنۃ: ص۲۳۳)

سیّدہ فریعہ رضی اللہ عنہا کی بیعتِ رضوان میں شرکت

جب نبیٔ کریم ﷺ ۶ ھ میں عمرہ ادا کرنے کے لیے صحابۂ کرامؓ کے ساتھ روانہ ہوئے تو ان ایک ہزار چار سو قدسی نفوس کے قافلے میں یہ خوش نصیب خاتون بھی شریک تھیں۔ لیکن حدیبیہ کے مقام پر اس قافلہ کو روک لیا گیا۔ اِدھر حضرت عثمانؓ کو نمائندہ بنا کر رسولِ اقدس ﷺ نے مکہ معظّمہ بھیجا۔ ان کے بارے میں افواہ پھیلا دی گئی کہ انھیں مشرکینِ مکہ نے شہید کر دیا ہے۔ تب وہاں درخت کے نیچے تمام صحابۂ کرامؓ سے حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لیے بیعت لی گئی تھی۔ ان تمام بیعت کرنے والوں کے جذبۂ ایثار کی ادا اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ ان کو اپنی رضا مندی کا پروانہ دے دیا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْیُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَافِیْ قُلُوْبِھِمْ فَأَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَأَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا، وَمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَھَا وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزاً حَکِیْمًا. (سورۂ فتح) ترجمہ: اللہ مومنو! سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دِلوں کا حال اس کو معلوم تھا۔ اس لیے اس نے ان پر سکینت نازل کی، ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی اور بہت سا مالِ غنیمت ان کو عطا کر دیا جسے وہ عنقریب حاصل کریں گے، اللہ بڑا زبردست اور خوب حکمت والا ہے۔

روایتِ احادیث

سیّدہ فریعہؓ بڑی عقلمند، دانشور، ذہین وفطین اور عظیم المرتبت خاتون تھیں۔ وہ باقاعدگی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مجلسوں میں حاضر ہوتیں، اس حاضری نے انھیں اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے احادیث سن کر ان کو ذہن نشین کریں اور پھر انھیں دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کریں۔ یہ چیز ان کے بلند مرتبہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ان سے آٹھ حدیثیں مروی ہیں جن میں جہاد کے بارے میں بھی احادیث ہیں، جن کو بعض اکابر صحابہؓ نے روایت کیا ہے۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۲۳۶)

سیّدنا عثمان بن عفانؓ نے متوفّی عنھا زوجھا کی عدّت کے بارے میں ان کی طرف رجوع کیا۔ مدینہ، حجاز، شام، عراق، مصر کے علما و فقہا نے حضرت فریعہ بنت مالکؓ کے بیان کے مطابق فتویٰ صادر کیا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ اپنی مشہور ومعروف کتاب 'زاد المعاد' میں رقمطراز ہیں کہ مشہور تابعی محمد بن سیرینؒ کا بیان ہے: ایک عورت کا خاوند فوت ہوگیا۔ عورت بیمار تھی۔ رشتہ داروں نے اسے والدین کے گھر منتقل کردیا۔ اہلِ علم کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو سب نے یہی کہا کہ اس عورت کو خاوند کے گھر منتقل کیا جائے۔ وہیں یہ عدّت کے دن گزارے۔ لہٰذا ہم نے اسے خاوند کے گھر منتقل کردیا۔ یہ فتویٰ حضرت فریعہ بنت مالکؓ کے واقعہ کی بنیاد پر صادر کیا گیا۔

(حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو: ص ۳۲۷-۳۲۸، سیدات مبشرات بالجنۃ: ص ۱۹۴)

جنت کی بشارت

سیّدہ فریعہ رضی اللہ عنہا جنت کی بشارت حاصل کرکے ہمیشہ کے لیے کامیاب ہوگئیں، اس لیے کہ وہ بیعتِ رضوان میں شریک تھیں۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَایَدْخُلُ االنَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَایَعَ تَحتَ الشَّجَرَۃِ. ترجمہ: جس نے درخت تلے بیعت کی، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَنْتُمُ الْیَوْمَ خَیرُ أھلِ الأرض. ترجمہ: آج تم زمین میں سب سے بہتر لوگ ہو۔ (سیّدات مبشرات بالجنۃ، ص ۱۹۷)

حضرت جابرؓ نے اُمّ مبشر سے روایت کیا، وہ کہتی ہیں کہ: حاطب بن ابی بلتعہ کا غلام آیا اور اس نے کہا، اللہ کی قسم! احاطب جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کَذَبْتَ قَدْ شَھِدَ بَدْراً وَحُدَیْبِیَّۃَ. ترجمہ: تو جھوٹ بولتا ہے، وہ جنگ بدر اور صلحِ حدیبیہ میں شریک ہوا ہے۔ یعنی جو جنگِ بدر اور صلحِ حدیبیہ میں شریک ہوئے، وہ جنتی ہیں۔ (حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو: ص ۳۲۹)

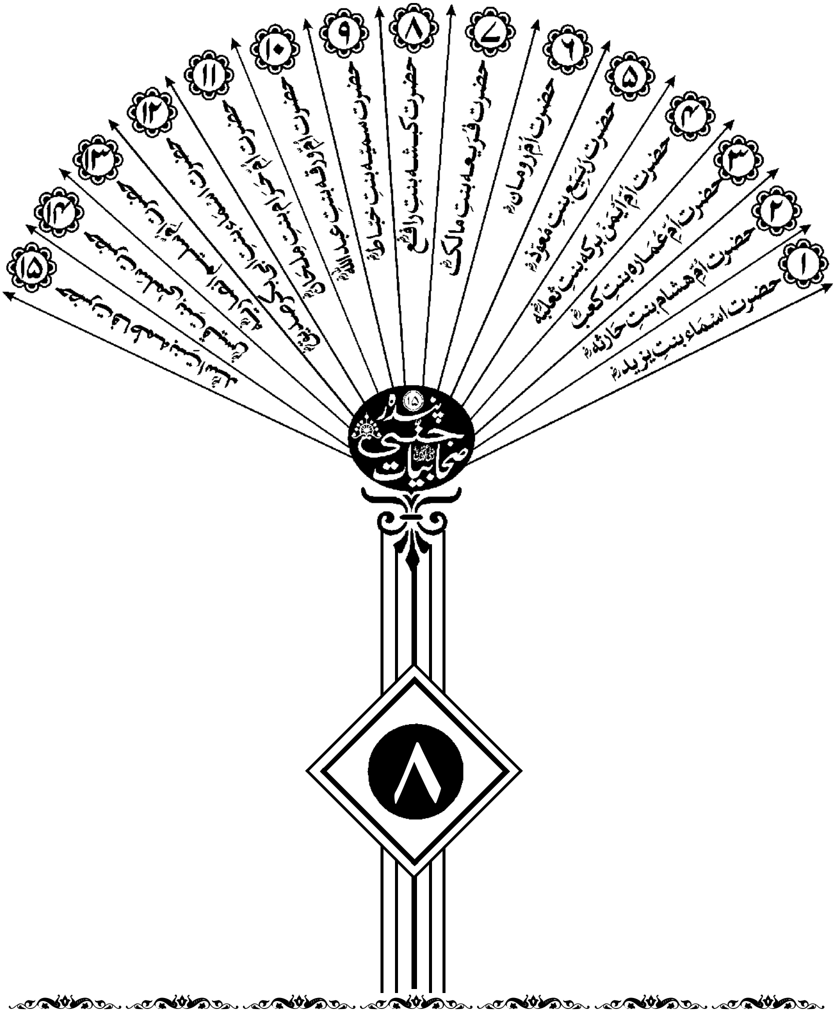

حضرت کبشہ بنتِ رافع رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

نام	:	کبشہ
والد کا نام	:	رافع
والدہ کا نام	:	اُمّ الربیع
نکاح	:	نعمان بن امرؤ القیس سے ہوا۔
اولاد	:	چار صاحبزادے: سعد، عمرو، ایاس، اوس اور دو صاحبزادیاں: عقرب و امّ حرام تولد ہوئیں۔
قبولِ اسلام	:	حضرت مصعبؓ کی محنت اور صاحبزادے سعد بن معاذؓ کی فہمائش پر اسلام قبول کرلیا تھا۔
رشتۂ اخوت	:	حضرت عائشہؓ سے رشتۂ اخوت و محبت قائم ہوا۔
اوصاف و کمالات	:	اللہ و رسول کی عاشقِ زار تھیں اور جہاد سے بہت زیادہ رغبت رکھنے والی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا خصوصی لحاظ فرماتے تھے۔
وفات	:	حضرت سعد بن معاذؓ کی شہادت کے کچھ عرصے بعد وفات پائی۔

حضرت کبشہ بنت رافع رضی اللہ عنہا

عثمان غنی اکل کوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہِ بطحا تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیرینہ خوابوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سیّدنا مصعب بن عمیرؓ مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منوّرہ جلوہ افروز ہوتے ہیں اور ایک باغ کو اس مبارک کام کے لیے تجویز کرتے ہیں۔ روزانہ اللہ اور اس کے رسول کی باتیں بڑے دلنشیں انداز میں اہلِ مدینہ کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور ہر روز کوئی نہ کوئی حلقہ بگوشِ اسلام ہوتا ہے۔ ایک ایک دو دو کرکے یہ تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ انصار کے دو بڑے سردار اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ یہ جمِ غفیر دیکھ کر غصّے میں لال پیلے ہو گئے کہ یہ لوگ تو 'قطرہ قطرہ دریا شودٗ' کا حقیقی مصداق بنے جا رہے ہیں۔ چنانچہ سعد بن معاذ نے اسید بن حضیرؓ سے کہا: اے اسید! کیا اس جوان العمر کو نہیں دیکھتے جس نے مدینہ کی گلی گلی میں ہنگامہ بپا کر رکھا ہے۔ اگر اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا تو ہماری برادری کا بچہ بچہ اس نوجوان کا دلدادہ ہو جائے گا اور وہ ہم سے متنفر ہو جائیں گے۔ جاؤ! اس نوجوان کی خبر لو۔ اسید بن حضیرؓ ذرا سی دیر میں اس محفل میں آ دھمکے اور سفیرِ اوّل مبلغِ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کو سخت وسست کہنے لگے۔ لیکن سیّدنا مصعب بن عمیرؓ دربارِ محمدی سے فیضیاب ہو چکے تھے۔ وہ کہاں ان سب باتوں سے مرغوب و متأثر ہو سکتے تھے، وہ پتھر سے زیادہ سخت دِلوں کو آتشِ حسنِ اخلاق سے موم بنا دیتے تھے۔ جب اسید اپنی جارحانہ گفتگو سے فارغ ہو چکے تو مبلغِ اسلام نے بڑے نرم اور دلنشیں انداز میں فرمایا: آپ تشریف تو رکھیں، میری گفتگو سنیں، اگر آپ کے دل کو بھا جائے تو ٹھیک؛ ورنہ آپ کی مرضی کے

خلاف یہ کام ہرگز نہیں کروں گا۔ اسید نے کہا: بات تو انصاف کی ہے، ٹھیک ہے تم اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھو اور خود نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے اور خوب غور سے سننے لگے۔ حضرت مصعبؓ بڑے مہذب، دانشور اور بااخلاق انسان تھے۔ انھوں نے بڑے دل نشیں انداز میں قرآن کی ان آیتوں: وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ کی تلاوت کی اور ایسی جامع مانع تشریح کی کہ اسید بے اختیار کہہ اٹھے: ”ما احسن هذا الكلام! و ما اجمله!“ (کیا ہی اچھا کلام ہے اور کیا ہی عمدہ کلام ہے) آپ کے دہنِ مبارک سے الفاظ ایک ایک کر کے اسی طرح نکل رہے تھے، جیسے دھاگے سے موتی ایک ایک کر کے گرتے ہیں:

سخن میں سوز الٰہی کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کردے

یہ دلنشیں گفتگو سن کر اسید اسلام کے گرویدہ ہوگئے۔ اور وہیں دائرۂ اسلام میں داخل ہوکر سیدھے سعد بن معاذ کے پاس آپہنچے۔ سعد بن معاذ نے ان کا چہرہ پڑھ لیا اور فرمایا: یہ وہ چہرہ نہیں جس کو لے کر یہ گئے تھے، اور مختصر سی گفتگو کے بعد خود ہی محفل برخاست کرنے کا بیڑا اٹھائے چل دیے۔ وہاں پہنچ کر حضرت اسید بن حضیرؓ کی طرح واہی تباہی بکنے لگے۔ سیّدنا مصعب بن عمیرؓ نے حضرت اسیدؓ ہی کی طرح سمجھا کر انھیں بھی اسلام کا گرویدہ بنایا اور وہ بھی اسی وقت مسلمان ہوگئے۔ (سیّدات مبشرات بالجنۃ: ۱۰۴-۱۰۵)

شکر، شکوے کو کیا حسنِ ادا سے تو نے
ہم سخن کردیا بندوں کو خدا سے تو نے

پس کیا تھا، دونوں حضرات اپنی قوم بنی عبدالاشہل کے پاس گئے اور حضرت سعد بن معاذ آگے بڑھ کر یوں مخاطب ہوئے: اے میری قوم! تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ تمام قوم نے کہا: آپ ہمارے سردار ہیں، آپ ہم میں سب سے ذہین اور باشعور آدمی ہیں، تو

حضرت سعدؓ نے کہا: تمہارے مردوں اور عورتوں کا میرے ساتھ اس وقت تک بات کرنا حرام ہے جب تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔ قوم نے اپنے سردار کی بات کے سامنے سر تسلیم خم کرلیا۔ شام ہوتے ہوتے پوری قوم نورِ ایمانی و فیضِ ربّانی سے سرفراز ہوگئی۔ اسلام قبول کرنے والے سعادت مندوں میں آپ کی والدۂ محترمہ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا سرِفہرست رہیں، اور یہیں سے آپ کی اسلامی زندگی شروع ہوتی ہے۔

نام و نسب

آپ کا نام کبشہ، والد کا نام رافع اور والدہ کا نام اُمّ الربیع تھا۔ والدِ ماجد کی جانب سے آپ کا نسب یہ ہے: کبشہ بنتِ رافع بن معاویہ بن عبید بن الابجر بن الانصاریہ الجذریہ الاشہلی۔ اور والدہ کی جانب سے آپ کا نسب یہ ہے: کبشہ بنت اُمّ الربیع بنت مالک بن عامر بن فہیرہ بن بیاضہ۔

آپ کا نکاح اور آپ کے فرزندارجمند

آپ کا نکاح نعمان بن امروالقیس بن زید بن عبدالاشہل سے ہوا اور آپ کے بطن سے چار لڑکے: سعد، عمرو، ایاس، اوس اور دو لڑکیاں: عقرب اور اُمِ حرام پیدا ہوئیں۔

مکی و مدنی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؓ کی عقیدت

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی مخلصانہ و مجاہدانہ کاوشوں اور دلکش اندازِ بیان کی بنا پر جب مدینۂ منوّرہ اسلام کا گہوارہ بن گیا اور ربِّ ذوالجلال کی طرف سے نبیٔ پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تو اہلِ مدینہ کے دِلوں میں خوشی و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ انصاری عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے نکل پڑیں۔ اُس وقت حضرت

کبشہؓ سب سے پیش پیش تھیں اور آپ کی شدید خواہش تھی کہ میزبانی کا شرف انھیں حاصل ہو جیسا کہ آپ کے سفیر حضرت مصعبؓ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا؛ لیکن آپ ﷺ کی اونٹنی حکمِ خداوندی کی پابند و مامور تھی، اس لیے آپ نے تمام لوگوں سے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ: اونٹنی کی لگام کو چھوڑ دو، یہ مامور من اللہ ہے، جہاں یہ بیٹھے گی وہیں میرا قیام ہے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا ارشاد ہے کہ: انصار کی خواتین اور بچیوں نے جس محبت اور احترام سے آپ ﷺ کا استقبال کیا تھا وہ قابلِ دید تھا اور ان الفاظ میں آپ کو نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا تھا:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا لِلّٰہ داع
ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

(۱) پہاڑی کے اس موڑ سے جہاں سے قافلے رخصت کیے جاتے ہیں آج چودھویں کا چاند نکل آیا۔ (۲) جب تک دنیا میں اللہ کا ایک نام لینے والا بھی رہے گا ہم پر شکر کرنا واجب رہے گا۔ (۳) اے وہ پاک ذات جس کو ہمارے درمیان مبعوث کیا گیا، آپ واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں۔

آپ ﷺ ان کے اس اظہارِ محبت و عقیدت کو دیکھ کر اتنا خوش ہوئے کہ آپ ﷺ نے ان کی شان میں "اللّٰھم انتم احب الناس الیّ" جیسے مبارک کلمات تین مرتبہ ارشاد فرما کر ان کے پاکیزہ ترین حوصلوں کو پروان چڑھایا۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص۱۴۳)

ع یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

چونکہ اس استقبال میں حضرت کبشہؓ اور ان کا قبیلہ بنو عبد الاشہل پیش پیش تھا۔ ان کی حوصلہ افزائی کے لیے آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: "خَیْرُ دُوْرِ الْأَنْصَارِ بَنُو

نَجّار ثُمَّ بَنُوْ عَبْدِالْأَشْهَل ثُمَّ بَنُوْ الْحَارِثَة ثُمَّ بَنُوْ سَاعِدَة وفی کُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ خَیْر."

ترجمہ: انصار کے قبیلوں میں سب سے بہتر قبیلہ بنو نجار کا ہے، پھر بنو عبد الاشہل، پھر بنو حارثہ، پھر بنو ساعدہ اور انصار کا ہر قبیلہ بہتر ہے۔

ان کلمات سے آپ ﷺ کی حضرت کبشہؓ اور ان کے قبیلے بنو عبد الاشہل سے محبت، شفقت اور تعلق و لگاؤ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ: انصار کے قبیلوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والا بنی عبد الاشہل ہے، اس لیے تم ان کا اکرام کیا کرو۔

آپؓ کی اور آپؓ کی بہنوں کی بیعت

تاریخ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت کبشہؓ اور آپ کی دونوں بہنیں: فریعہ یا فارعہ بنتِ سعاد بنتِ رافع نے نبیٔ کریم ﷺ کے دستِ بابرکت پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص۱۴۳)

حضرت ابن سعد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینۂ منورہ میں جو ایمان لایا وہ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں، اس کے بعد حضرت اُمِ عامر بنت یزید بن سکن پھر اس کے بعد حواء بنت یزید بن سکن ایمان لائیں۔

حضرت کبشہؓ کا رشتہ مؤدت

مکہ سے آئے ہوئے بے سروسامان مہاجرین کی باز آبادی کے لیے حضور ﷺ نے ایک بے مثال تاریخی قدم اٹھایا اور ۱ھ رجب کے مہینے میں مہاجرین و انصار کے درمیان رشتہ مؤدت (بھائی چارگی) قائم فرمایا۔ اس موقع پر حضرت کبشہؓ بڑی خوش نصیب رہیں کہ ان کا رشتہ مؤدت و محبت اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قائم ہوا۔

آپؓ کی صفاتِ حمیدہ

حضرت کبشہؓ بڑے پاکیزہ اخلاق کی مالک، متحمل مزاج اور انتہائی صابر وشاکر تھیں۔ آپ اور آپ کے اہلِ خانہ جہاد سے بہت محبت کرتے تھے، نیز آپ شعر وشاعری میں بھی درک رکھتی تھی۔ (تذکارِ صحابیات: ص۴۸۳)

آپؓ کا اپنے بیٹوں کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے پیش کرنا

غزوۂ بدر کے موقع پر آپؓ کے دو فرزندار جمند عمرو وسعد جہاد کے لیے تیار ہوئے، دونوں نے معرکہ میں بڑی ہمّت و جوانمردی کے جوہر دکھلائے اور فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ چنانچہ اس موقع پر آپ کی والدہ بھی اللہ کی نصرت اور مسلمانوں کی کامیابی کے واقعات سن کر بے انتہا خوش ہوئی۔ (سیّدات مبشرات بالجنۃ: ص۱۴۴)

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ: نبیٔ کریم ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع پر مشورہ کیا، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی جرأت مندانہ رائے کے بعد پھر آپ ﷺ نے دیگر تمام صحابۂ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا۔ کسی نے کہا: اے انصار! حضور ﷺ خاص طور پر تم سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں، کیا تم بھی اس سے متفق ہو؟ (سیّدات مبشرات بالجنۃ: ص۱۰۸)

اس پر حضرت سعد بن معاذؓ انصار کے نمائندے بن کر کھڑے ہوئے اور بڑے جاں نثارانہ انداز میں یہ ارشاد فرمایا: اے اللہ کے نبی! آپ ہم سے مشورہ چاہتے ہیں تو سن لیجیے: ہم آپ پر ایمان لائے، آپ کی تصدیق کی، آپ کے ذریعے ہم تک پہنچنے والے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تصدیق کی، اطاعت و جاں نثاری کا عہد کیا۔ واللہ! آپ فرمائیں تو ہم برک الغماد تک پہنچ جائیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا ہے: اگر آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں، دشمن سے لڑائی ہو تو ہم مقابلے میں سچّے اور صابر رہیں گے، اللہ ہم سے وہ چیز کر دکھائے جس سے آپ کی

آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔آپ اللہ کے نام پر ہم کو حکم دیجیے۔ انصار کی اس ترجمانی سے حضور ﷺ بے حد خوش ہوئے۔ (سیرتِ احمد مجتبیٰ:۲/۲۰۶)

غزوۂ احد میں آپ بنفس نفیس جہاد میں شریک تھیں اور مجاہدین کے لیے مرہم پٹّی کرنے اور پانی پلانے کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد تھی۔ (نساء مبشرات بالجنۃ:۱۴۴)

اسی غزوہ میں آپ کے لختِ جگر، نورِ نظر حضرت عمرو بن معاذؓ لڑتے لڑتے مشرکین کی صفوں میں جا گھسے؛ یہاں تک کہ آپ کا سامنا ضرار بن خطاب سے ہوگیا، اور اس سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔

حضور ﷺ سے محبت

چونکہ اس غزوہ میں حضور ﷺ کی شہادت کی خبرِ وحشت اثر نے بڑا کہرام بپا کر رکھا تھا۔ جب حضرت کبشہؓ کے کانوں سے یہ خبر ٹکرائی تو تیزی سے دوڑتی ہوئی اس مقام پر پہنچیں جہاں لڑائی ہو رہی تھی اور رسولِ خدا ﷺ کو دیکھ کر سجدۂ شکر ادا کیا اور فرمایا: آپ کو صحیح سالم دیکھ کر تمام مصیبتیں ہیچ ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے ان کی تعزیت کی اور ان کو دلاسہ دیا۔ (صحابیاتِ مبشرات:ص۳۴۰-۳۴۱)

حالانکہ اس غزوے میں آپ کے لختِ جگر حضرت عمرو بن معاذؓ اور آپ کے قبیلے کے بارہ سرفروش جامِ شہادت نوش کر چکے تھے اور تیس افراد زخم خوردہ تھے؛ مگر سچے رسول کی سچی عاشقہ کو اس کا ہوش کب تھا۔

غزوۂ احد کے دن جب کامیابی ناکامیابی میں بدل گئی اور بیشتر کبارِ صحابہؓ شہید کر دیے گئے، حضرت حمزہؓ کا مثلہ کیا گیا تو مدینہ لوٹ کر انصاری خواتین اپنے شہیدوں پر رونے لگیں، حضورِ پُرنور ﷺ نے سنا تو درد آمیز لہجے میں فرمایا: "ولکن حمزۃ لا بواکِیَ لَہ" جب حضرت سعدؓ نے دل کو تڑپا دینے والی یہ آواز سنی تو وہ دوڑے دوڑے انصاری عورتوں

کے پاس گئے، اور حضرت کبشہؓ سب کو لے کر رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئیں اور سب نے مل کر نوحہ و ماتم کرنا شروع کر دیا، ان کے رونے دھونے کی آواز جب نبوت کے کانوں سے ٹکرائی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "رضی الله عنكن و عن اولاد كن" اللہ تعالیٰ تم سے اور تمہاری اولاد سے راضی ہوگیا، اب بس کرو۔ اسی موقع پر حضور ﷺ نے نوحہ و ماتم سے منع فرمایا۔ (سیّدات مبشرات بالجنۃ: ۱۱۰)

حضور ﷺ نے ان خواتین کو گھر لوٹنے کا حکم دیا۔ اس وقت حضرت اُمِ سعدؓ بے انتہا خوش و خرم ہوگئیں، آپؓ نے اپنے اور اپنی ان سہیلیوں کے بارے میں جو نوحہ کرنے میں آپ کے ساتھ تھیں، اللہ کے رسول ﷺ کی خوشی کو سن لیا تھا، باوجودیکہ آپ پر اس وقت بے انتہا غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۱۴۵)

اسی طرح آپؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمارے بارے میں فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ تم نے میرے ساتھ مواخات قائم کی، اللہ انصار پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے؛ اس لیے کہ میں ان کے مواخات کے بارے میں قدیم زمانے سے جانتا ہوں۔ (سیّدات مبشرات بالجنۃ: ص ۱۱۰)

غزوۂ خندق

شوال ۵ھ میں جب غزوۂ خندق پیش آیا، تمام صحابہؓ مدینہ سے باہر خندق پر مورچے لگائے ہوئے تھے، اور مدینہ میں تمام صحابیات یہودِ بے بہود کی غداری کے خدشے سے بنو حارثہ کے گھر میں جمع تھیں، اسی موقع پر حضرت سعدؓ حضور ﷺ کے سپرد کردہ ایک کام کو پورا کر کے ہتھیار سجائے گھوڑے پر بیٹھے رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے وہاں سے گزرے:

لیث قلیلاً یشھد الھجا حمل

لا بأس بالموت اذا خان الاجل

یہ سن کر حضرت کبشہؓ نے جہاد کی محبت سے لبریز کلمات کہے، اور فرمایا: اے میرے بیٹے! دوڑ کر جا، تو نے بڑی دیر کر دی۔ حضرت عائشہؓ بھی ساتھ ہی موجود تھیں، انھیں دیکھ کر کہنے لگیں! اے اُمِ سعدؓ! میں سمجھتی ہوں کہ سعد کی زرہ نامکمل ہے، کسی کھلی جگہ پر دشمن کا کوئی تیر نہ لگ جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حبان ابن عرفہ کا ایک تیر ذراع میں موجود رگِ حیات میں جا کر پیوست ہوگیا، حبان ابن عرفہ نے تیر مارتے ہوئے کہا تھا کہ: لے اس کو میری طرف سے لے لے، اور میں ابن عرفہ ہوں۔ تو حضرت سعدؓ نے اس کم بخت سے کہا: اللہ تیرا چہرہ جہنم کی آگ میں جھلسائے۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ۱۴۶)

چونکہ غزوۂ خندق کے موقع پر بنوقریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ غداری کی تھی، اس لیے پھر بارگاہِ ازدی میں یوں دست بدعا ہوئے: اے اللہ تو مجھ کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک کہ میں اپنی آنکھوں سے بنوقریظہ کا حال نہ دیکھ لوں جنھوں نے رسول ﷺ کے ساتھ عہد شکنی کی تھی۔

چونکہ زخم بڑا گہرا تھا، تکلیف بہت زیادہ تھی، رسولِ اقدس ﷺ نے آپ کا خیمہ مسجدِ نبوی میں نصب کرادیا، تاکہ تیمارداری میں آسانی ہوسکے، جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ خون بند نہیں ہو رہا ہے، تو زخم کو داغ دیا گیا، داغنے سے خون تو بند ہوگیا لیکن بازو میں ورم پیدا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر ہوا بھیج دی، جس سے ان کی ہانڈیاں اُلٹ گئیں، آگ بجھ گئی اور ان کے خیمے اُکھڑ گئے، چنانچہ پورا لشکرِ کفار اپنے سردار سمیت اُلٹے قدموں بھاگ گیا۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: بنوقریظہ زمانۂ جاہلیت میں سعد بن معاذؓ کے حلیف تھے، رسول اللہ ﷺ غزوۂ خندق سے فارغ ہوکر مدینۂ منوّرہ واپس آگئے۔ سعد بن معاذؓ کے لیے مسجد میں چمڑے کا خیمہ نصب کرنے کا حکم دے دیا۔

غزوۂ بنوقریظہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پیغامِ الٰہی پہنچانے کے بعد بنوقریظہ کا محاصرہ ہوا اور جب بنوقریظہ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا سعدؓ بن معاذ کو فیصلہ سنانے کا حکم دیا۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا: میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے جنگجو افراد کو قتل کیا جائے، ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے مال و متاع کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لقد حکمتَ فیھم بحُکم اللّٰہ و حُکم رسولِہ" تو نے ان کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

شہادت

اب تقدیرِ الٰہی کے تحت قبولیتِ دُعا کا وقت آ چکا تھا، زخم کی تکلیف ناقابلِ برداشت حد تک بڑھ گئی۔ چنانچہ ایک روز زخم پھٹا جس سے خون کا فوّارہ پھوٹ پڑا۔ نقاہت بڑھ گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو تشریف لائے اور جلدی سے آپ ﷺ نے ان کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ اسی حالت میں جان قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ (صحابیاتِ مبشرات: ص۲۴۲)

اس قابلِ صد رشک بیٹے کی شہادت پر حضرت کبشہؓ یہ شعر پڑھ رہی تھیں:

ویل ام سعد سعد حزامۃ و حلا

نبیٔ کریم ﷺ نے یہ شعر سنا تو آپ کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا:

"کل باکیہ تکذب الا ام سعد"

ہر رونے والی جھوٹ بولتی ہے سوائے اُمّ اسد کے۔

تجہیز وتکفین اور نمازِ جنازہ کے بعد حضرت سعدؓ کو جنت البقیع میں دفن کردیا گیا۔ لیکن آپ کی والدہ کا بوجھ کسی طرح ہلکا نہیں ہورہا تھا، یہ دیکھ کر نبیٔ کریم ﷺ نے ماں بیٹے دونوں کے لیے مبارک بشارت عنایت فرمائی جن کو اسماء بنتِ یزید بن سکن نے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ: جب سعد بن معاذ کا انتقال ہوگیا، تو ان کی والدہ بے حد رونے لگیں، یہ دیکھ کر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: کیا اس بات سے تیرے آنسو نہیں تھمیں گے، اور تیرا غم زائل نہیں ہوگا کہ سب سے پہلا تیرا بیٹا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوکر مسکرائے ہیں، اور اس کی موت سے عرش کانپ اُٹھا۔

بنوقریظہ میں شرکت اور مالِ غنیمت

جب مسلمانوں نے بنوقریظہ کے قلعہ کو فتح کرلیا اور ان کا مالِ غنیمت، مسلمانوں میں تقسیم ہونا شروع ہوا تو نبیٔ کریم ﷺ نے ان عورتوں کو بھی غنیمت میں سے حصہ عنایت کیا جو اس غزوہ میں شریک تھیں۔ حضرت کبشہؓ بھی شریک تھیں؛ اس لیے وہ بھی غنیمت کے مال کی حقدار ہوئیں۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۱۴۸-۱۴۷)

جنت کی خوشخبری

آپؓ وہ نیک بخت اور خوش نصیب صحابیہؓ ہیں جنھیں نبیٔ کریم ﷺ نے جنت کی خوشخبری سنائی۔ غزوۂ اُحد کے دن جس وقت حضرت سعد آپ ﷺ کے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تھے، حضرت کبشہؓ سامنے سے آتی ہوئی دکھائی دیں، حضرت سعدؓ نے دیکھ کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ میری والدہ ہیں، آپ ﷺ نے ان کا استقبال واکرام کیا اور فرمایا: اے اُمِ سعد خوش ہوجاؤ، اور اپنے اہلِ خانہ کے لیے خوشخبری لے لو۔ آپ کے شہداء جنت میں اکٹھے ہوگئے ہیں، اور آپ کے اہلِ خانہ کے بارے میں سفارش کو

قبول کرلیا گیا ہے۔ حضرت کبشہؓ نے مارے مسرت کے نعرہ لگایا کہ: ہم راضی ہیں، بھلا یہ خوشخبری سننے کے بعد کون روسکتا ہے!(سیّدات مبشرات بالجنۃ: ص۱۱۲)

حضرت سعد کے شہید ہوجانے کے بعد حضرت اُمِ سعدؓ کا زیادہ وقت عبادت اور ذکرِ الٰہی میں گزرنے لگا اور زندگی کے آخری لمحات تک یہ سعادت انھیں حاصل رہی۔ حضرت اُمِ سعدؓ بڑی صابرہ، شاکرہ، تحمل مزاج، بردبار اور بہادر خاتون تھیں، نیز شعر گوئی میں بھی درک حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے اخلاقِ حسنہ کو اخذ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اب اس حیا باختہ دور میں ان جیسی خاتون نہیں، ان کے پرتو اور ان کا سایہ ملنا بھی ناممکن نظر آتا ہے:

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے
دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے
آکے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے
آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

✡✡

۹

حضرت سمیّہ بنتِ خبّاط رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

آپ کا نام سمیہؓ تھا، والد کا نام خباط تھا، آپ کا نکاح حضرت یاسرؓ سے ہوا۔ آپ کے تین لڑکے تھے: (۱) عمار (۲) عبداللہ (۳) حریث۔ آپ مکہ کے ایک رئیس ابوحذیفہ مخزومی کی کنیز تھیں۔ آپ ان سات افراد میں سے ایک تھیں جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اسلام لانے کی وجہ سے آپ کو سخت آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا؛ مگر آپ استقامت کا پہاڑ بن کر ڈٹی رہیں۔ آپ ﷺ نے آپ کو بار بار جنت کی بشارت سنائی اور آپ کے خاندان کے لیے عذابِ نار سے بچنے کی دعا کی۔ ایک دن آپ نے ابوجہل کو سخت سست کہا جس کی وجہ سے آپ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ آپ کی وفات کا یہ قصہ ۷ نبوی میں پیش آیا اور آپ کو 'سیّدۃ الشہداء' کا لقب اور 'شہید خاتونِ اوّل' ہونے کا اعزاز ملا۔

حضرت سمیّہ بنتِ خبّاط رضی اللہ عنہا

محمد زاہد عبدالغفار کوڈینار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راہِ خدا میں ظلم وستم کی چکّی میں پسنے والا تاریخِ اسلام کا ایک ممتاز گھرانہ حضرت یاسر، حضرت سمیہ، حضرت عبداللہ وعمار رضی اللہ عنہم پر مشتمل ہے۔ ماں باپ اور بیٹے سب دین کے شیدائی تھے۔ یہ معزز گھرانہ زندگی بھر ظلم وستم کا نشانہ بنا رہا اور اسی ظلم وستم کے گرداب میں راہیٔ ملک بقا ہوا۔ اسی معزّز خاندان کی ایک مثالی خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت سمیہؓ اُن سات خوش نصیب دلیروں میں سے ایک تھیں جن کے کانوں میں جب صدائے حق پڑی تو نتائج سے بے پرواہ ہوکر انھوں نے سب سے پہلے علی الاعلان اسلام کا اظہار کیا۔ اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ اور حضرت لبابہؓ زوجۂ عباسؓ کے بعد حضرت سمیہؓ بنتِ خباط تیسری صاحبِ ایمان خاتون ہیں جنھوں نے حق پر ثابت قدمی اور عشق ووفا کی وہ داستان دہرائی جو تاریخ کے صفحات پر آبِ زر سے لکھنے اور چشمِ تر سے پڑھنے کے قابل ہے۔

نام ونسب اور خاندان

آپ کا نام سمیّہ تھا، والد خبّاط کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ خاوند کا نام یاسر بن عامر اور بیٹے کا نام عمّار بن یاسر تھا۔ آپ ایران کے علاقۂ کسکر کی خاتون تھیں، کسی طرح طائف پہنچیں تو سمیہ نام دیا گیا۔ آپ کے آبا واجداد میں سے صرف والد کا نام معلوم ہے۔ آپ کا خاندان کونسا تھا، کب اور کیسے مکہ پہنچیں، کتبِ سیَر ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں دیتیں، صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ایامِ جاہلیت میں یہ مکہ کے ایک رئیس ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی باوفا اور سلیقہ شعار کنیز تھیں۔

رشتۂ زوجیت

یہ بعثتِ نبوی سے تقریباً ۴۵ سال پہلے کا ذکر ہے۔ یمن سے ایک قحطانی النسل

شخص یاسر بن عامر بن مالک اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ اپنے ایک مفقود الخبر بھائی کی تلاش میں مکہ پہنچے۔ وہاں لوگوں کا طرزِ معاشرت دیکھا، مکہ کی گلیوں کے نشیب و فراز سے لطف اندوز ہوئے، موسم کا پیار ملا، حارث اور مالک تو چند دن گذار کر یمن واپس چلے گئے؛ لیکن یاسر کو مکۂ معظّمہ اتنا پسند آیا کہ اُس نے واپس یمن جانے سے انکار کردیا اور مستقل وہیں ڈیرا ڈال کر سکونت اختیار کرلی۔ اس وقت کے دستور کے مطابق ابوحذیفہ بن عبداللہ مخزومی کی ضمانت و پناہ حاصل کرتے ہوئے اس کے حلیف بن گئے۔ روز بہ روز ان کے باہمی تعلقات خوشگوار ہوتے گئے؛ یہاں تک کہ ابوحذیفہ نے اپنی باندی سمیہ سے یاسر کا بیاہ کردیا اور دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام عمّار رکھا گیا۔ اس ولادت کی خوشی میں ابوحذیفہ نے اپنی باندی کو آزاد کردیا مگر اس کے باوجود ان لوگوں نے ابوحذیفہ کے ساتھ ہی رہنا پسند کیا، یہاں تک کہ ابوحذیفہ کا انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جوڑے کو نرینہ اولاد سے نوازتے ہوئے دو اور بیٹے عطا کیے: ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام حرّیث رکھا گیا۔ حرّیث کو قبل از اسلام کسی نے قتل کردیا تھا اور یہیں سے اس خاندان پر مصائب کا آغاز ہوا۔

مسِ خام کو جس نے کندن بنادیا

بعثت کے ابتدائی تین سال خفیہ دعوت و تبلیغ کے ایام تھے۔ پیارے آقا ﷺ چپکے چپکے لوگوں کو اسلام کے سایۂ عاطفت میں آنے کی دعوت دیتے رہے۔ اُس زمانے میں سب سے پہلے جن سات افراد کا ظلمت کدۂ دل آفتابِ نبوت کی پہلی کرن سے روشن و منور ہوا اور جو بلاخوف و خطر صدائے حق پر لبیک کہہ کر قافلۂ محمدی کے جانباز و جاں نثار راہ رَو بن گئے ان میں سے ایک حضرت سمیہؓ بھی ہیں۔ امام ذہبیؒ اپنی کتاب 'سیر الاعلام النبلاء' میں رقم طراز ہیں کہ: حضرت سمیہؓ اُن لوگوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنے آپ کو سب سے پہلے دامنِ اسلام سے وابستہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جن لوگوں

نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا اُن کی تعداد سات ہے: (۱) رسول اللہ ﷺ (۲) ابو بکرؓ (۳) عمارؓ (۴) ان کی والدہ سمیہؓ (۵) صہیبؓ (۶) بلالؓ (۷) مقدادؓ۔

داستانِ ظلم وستم کی ابتدا

اِدھر چراغِ اسلام وادئ کفر وشرک میں منوّر ہوا اور اُدھر اخوان الشیاطین سیاہ چہرے لیے ظلم وستم کی آندھی بن کر رونما ہوئے۔ یہی قریش جو آپ ﷺ کو ''امین امین'' پکارتے نہ تھکتے تھے، نہ صرف آپ ﷺ کے دشمن بن گئے؛ بلکہ دینِ اسلام سے وابستہ ہونے والے ہر شخص پر نا قابلِ برداشت ظلم وستم کا آغاز کر دیا۔ یہ اہلِ حق کے لیے بڑا پُر آشوب زمانہ تھا۔ جو شخص بھی پرچمِ اسلام کے سائے تلے آتا مشرکینِ قریش کے غیظ وغضب اور لرزہ خیز جور وتشدد کا نشانہ بن جاتا۔ ہوش وحواس سے بے گانہ اور آتشِ انتقام میں مجنون بنے مشرکینِ مکہ اس معاملے میں اپنے قریب ترین عزیزوں کا بھی لحاظ نہ کرتے تھے۔ حضرت سمیہؓ و یاسرؓ تو غریب الوطن تھے ہی، نہ اُن کے پاس مال وزر تھا نہ پسِ پشت حمایت کے لیے کھڑا رہنے والا خاندان۔ ایسے ماحول میں صدائے حق پر لبیک کہنا گویا اپنے آپ کو ظلم وستم کی بھٹی میں ڈالنا تھا۔ مگر کیا کہنا اس خاتونِ بے مثل کا کہ:

ع بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

کسی کے شوق میں مزے ستم کے لیے

اِدھر یہ خاندانِ بابرکت اسلام کی آغوشِ شفقت میں آیا اور اُدھر ظالم درندوں نے تاریخ کے اوراق پر ظلم وستم کی ایک نئی داستان رقم کرنا شروع کر دی۔ ایک دن پیارے آقا ﷺ قبیلۂ مخزوم کے کسی محلّے سے گزرے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ سن رسیدہ خاتون سمیہ قریش کے جبر وتشدد کا نشانہ بنی ہوئی ہیں۔ قریش نے اس معمّر خاتون کو لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں زمین پر لٹا رکھا ہے اور پاس کھڑے لوگ اپنے اس ظالمانہ کرتوت پر فخریہ قہقہے لگا رہے ہیں اور ساتھ ہی اس خاتون سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ: محمد کا

دین کو قبول کرنے کا مزہ چکھو۔ مظلوم خاتون کی بے بسی دیکھ کر پیارے آقا ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور ان سے مخاطب ہوکر فرمایا: صبر کرو، تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔

وہی ظلم وستم کی داستاں وہی بے کسی کا عالم

حضرت سمیہؓ، ان کے خاوند یاسرؓ اور بیٹے عمارؓ قریش کے ظلم وستم کا بار ہا نشانہ بنے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کا بازار سے گزر ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ قریش ان لوگوں پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ ایسی دردناک اذیتیں اور تکلیفیں دے رہے ہیں کہ دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں لیکن بے بسی کا یہ عالم تھا کہ انھیں دشمن کے چنگل سے چھڑا نہ سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں دلاسہ دیتے ہوئے کہا: آلِ یاسر! صبر کرو، بے شک تم سے جنت کا وعدہ ہے۔

آلِ یاسر کے لیے عذابِ نار سے بچنے کی دُعا

کفار نے طرح طرح کی تکالیف ومصائب سے خاندانِ یاسر کو دوچار کیا۔ جب ان کا ظلم اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو ایک دن حضرت عمارؓ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور ظلم وستم کی شکایت کی اور آلِ یاسر کے لیے دعا کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے کہا:

صبراً اباالیقظان– کنیة عمار–اللهم لاتعذب أحداً من آل یاسر بالنار.

عمار! صبر کرو۔ اے اللہ! آلِ یاسر میں سے کسی کو جہنم کی آگ کے حوالے نہ کیجیے گا۔

زباں بے ساختہ بول اُٹھی کہ کب تک یہ ظلم ہوگا

امام احمدؒ نے سالم بن ابی جعدؒ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: حضرت عثمانؓ نے ایک مرتبہ اصحابِ رسول ﷺ کو بلایا، ان میں عمار بن یاسرؓ بھی تھی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: کیا میں آپ کو عمار کے بارے میں بتلاؤں؟ ہوا یہ کہ ایک مرتبہ میں پیارے آقا ﷺ کا دستِ مبارک پکڑے وادیٔ بطحا میں پہنچا، وہاں ہم نے یہ منظر دیکھا کہ کفر و شرک کے دلدادہ کفارِ مکہ عمار اور ان کے والدین کو بری طرح سزا دے رہے تھے۔

ابوعمار کی نظر رسالت مآب ﷺ کے چہرۂ انور پر پڑی۔ پیارے بیٹے اور بیوی کی تکالیف دیکھ کر رہا نہ گیا، دل کی بات بے ساختہ زبان پر آ گئی: اللہ کے رسول! کیا ہم پر ساری عمر اسی طرح ظلم وستم ہوتا رہے گا؟ ہم اپنی زندگی اسی طرح گزار دیں گے؟ کیا یہی ہمارا مقدر ہے؟ ان ظالموں کے ہاتھ سے ہمیں کب نجات ملے گی؟ یہ سن کر پیارے آقا ﷺ کا دِل بھر آیا، رخسارِ مبارک پر آنسوؤں نے موتیوں کی لڑی بنالی۔ چشمِ گریاں وقلبِ بریاں لیے ہوئے پیارے آقا ﷺ نے تسلی دی اور ارشاد فرمایا: صبر کریں، پھر یہ دعا کی: یاالٰہ العالمین! آلِ یاسر کو بخش دے اور تو نے ان کو بخش ہی دیا ہوگا۔

صبر کی تلقین اور جنت کی بشارت

امام نورالدین ہیثمی نے ذکر کیا ہے کہ عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آلِ یاسر سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"اصبروا آل یاسر موعدکم الجنة":

ترجمہ: صبر کرو اے آلِ یاسر! تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔

طبقاتِ کبری میں ابنِ سعد نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ آلِ عمار کے پاس سے گزرے اور وہ لوگ عذاب میں مبتلا تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ابشروا آل عمار فان موعدکم الجنة":

ترجمہ: تمہیں بشارت ہو آلِ عمار! بے شک تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔

تیرے عزم واستقلال کو ہو صد سلام

قریش حضرت سمیہؓ کی ایذا رسانی میں ساری حدیں پار کر گئے، جلاّدوں نے انھیں تختۂ مشق بنالیا، تپتی ہوئی دھوپ میں لے جاتے اور جلتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے اور پیارے آقا ﷺ کی لائی ہوئی شریعتِ مطہرہ کے انکار کا مطالبہ کرتے، مگر وادئ مکہ کے بلند وبالا پہاڑ گواہ ہیں کہ اس ضعیف العمر، نحیف ونزار خاتون کے پائے استقلال میں کبھی ہلکا سا تزلزل تک نہ آ سکا۔ آپؓ ہر طرح کے ظلم وستم کو یہ سوچ کر سہہ جاتیں کہ:

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

یہ بات مشہور ہے کہ عورت مرد کی بہ نسبت طاقت وقوت، حوصلہ و پختہ ارادی میں کمزور ہوتی ہے؛ لیکن حضرت سمیہؓ نے قریش کے سب سے بڑے ظالم کبر ونخوت کے پتلے ابوجہل کے سامنے چیلنج کر کے اس مقولے ”عورت مرد کی نسبت کمزور ہوتی ہے“ کو جھوٹا ثابت کر دیا۔ یہ ظالم و جابر ایذا رسانی کے لیے نت نئے طریقے ایجاد کرتے۔ داستانِ ظلم و ستم کا ہر روز ایک نیا باب باندھا جاتا تا کہ یہ دینِ اسلام کو چھوڑ دیں؛ مگر اس ضعیف العمر وقوی الاعتقاد خاتون کے سامنے وہ یہ جنگ ہار گیا۔ ہر قسم کے ہتھکنڈے آزمانے کے باوجود اس کی امید بر نہ آئی اور تمام آرزوئیں وتمنائیں اس پیکرِ صدق ووفا کے سامنے نہ صرف خاک وخون میں مل گئیں؛ بلکہ جتنا ظلم وستم بڑھتا گیا اُتنا ہی خانۂ دل ایمان ویقین کی شمع سے منور ہوتا چلا گیا، اس لیے کہ:

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اُتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

ایک مسکراہٹ تھی جو ظالم کو بے چین کیے دیتی تھی

جب ابوجہل ظلم وستم کے تمام حربے آزما کر تھک جاتا، تو غصہ میں آپے سے باہر ہوجاتا اور اس کی دیوانگی نقطۂ عروج پر پہنچ جاتی۔ اس کی جنونی حالت دیکھ کر سیّدہ سمیہؓ کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل جاتی جسے دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ بھڑک اُٹھتی، اس کا تکبر وغرور خاک میں مل جاتا اور وہ اپنی اس ذلت ورسوائی اور بے بسی و لاچاری پر ہاتھ ملتا رہ جاتا۔

چل دیے یاسر وعبداللہ کوئے یار سے سوئے دار

قریش نے آلِ یاسر کو سزا دینے میں تمام انسانی حدود پار کر دی۔ آلِ یاسر طرح

طرح کی اذیتوں کا مقابلہ کرتے رہے، مگر اس پورے شیطانی ٹولے کا ظلم وستم انگلی پر گنے جانے والے کمزور افراد کب تک برداشت کرتے، آخر کار حضرت سمیہؓ کے شوہر یاسر گردابِ اذیت میں ظلم وستم سہتے سہتے جنت کو سدھار گئے ع

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

خدا کی لاڈلی مل گئی اپنے خدا سے جا کر

حضرت سمیہؓ معمر خاتون تھیں۔ خود تو کسی طرح ظلم وستم اور قہر و جبر سہہ جاتیں؛ مگر ان کے سینے میں ممتا کا دھڑکتا دل اپنے بیٹے عمارؓ پر تشدد نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایک مرتبہ بیٹے کی محبت میں ابوجہل کو برا بھلا کہہ بیٹھیں۔ اس بے عزتی پر وہ آگ بگولہ ہوگیا، بپھر کر وحشت و درندگی کے عالم میں آپ کی نازک جگہ پر ایسا نیزہ مارا کہ جسم کے پار ہوگیا۔ بوڑھی جان پانی بھی نہ مانگ سکی اور خواتین کی تاریخ میں اسلام کی خاطر سب سے پہلے راہِ حق میں سرِ نیاز ربِّ بے نیاز کے دربار میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرلیا اور یوں راہِ حق کی شہید خاتونِ اوّل کہلائیں۔ یہ قصہ ۷ نبوی میں پیش آیا۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ: اسلام میں سب سے پہلے شہید ہونے والی خاتون اُمّ عمارہ (سمیہؓ) ہیں جنھیں بد بخت ابوجہل نے نیزہ مارا تھا۔ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت سمیہؓ اسلام میں سب سے پہلے شہید ہونے والی خاتون ہیں۔

حضرت سمیہؓ بنت خباط کا شمار نہایت بلند پایہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ نے راہِ حق میں اپنے ضعف و کبرسنی کے باوجود زہرہ گداز مظالم جھیلے اور آخر اپنی جان کا نذرانہ یہ کہتے ہوئے بارگاہِ ایزدی میں پیش کردیا۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حضرت سمیہؓ عزم و ہمت، صبر و استقلال اور جرأت و استقامت کا ایک بے نظیر باب لکھ کر اپنے رب کی طرف راضی خوشی چلی گئیں۔ وہ مکہ کے گرم علاقے اور تپتے

ہوئے صحرا سے اُس جنت کی طرف منتقل ہوگئیں جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو متقی لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور نہ ان کا نام کسی کان نے سنا اور نہ ہی اس کا خیال کسی انسان کے دل میں کھٹکا۔

ابنِ اثیرؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'اسد الاغابہ' میں رقم طراز ہیں کہ: حضرت سمیہؓ نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی اور اللہ کی راہ میں سخت ترین تکالیف و مصائب کا سامنا کیا۔

ہم جیسے جاتے ہیں مرگِ مسلسل کی طرح

ماں کے بعد بیٹا مشقِ ستم بنا۔ حضرت عمارؓ بے یارو مددگار تھے، طرح طرح کی اذیتیں دی جاتیں، گھنٹوں پانی میں غوطے دیے جاتے، تپتی ریت اور چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا۔ دَم کھنچ کر آنکھوں میں آتا لیکن زبان پر اللہ کا نام جاری رہتا۔ مچھلی کی طرح تڑپ رہے ہوتے، بے بسی ایسی کہ اُٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ ایسے میں رحمۃ للعالمین ﷺ ادھر سے گزرتے، اُن کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور دعا فرماتے:

يَا نَار كُونِى بَرْداً وَّسَلامًا عَلىٰ عَمَّار كَمَا كنت بردا وسلاما على ابراهيم.

ترجمہ: اے آگ! تو ابراہیم علیہ السلام کی طرح عمارؓ پر بھی ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

سمیہ رضی اللہ عنہا کے قاتل کا قتل

بیٹا خود اگرچہ لاکھ مظالم سہہ گیا مگر اسے اپنی والدہ کی مظلومانہ شہادت تڑپائے دیتی تھی۔ جب جب وہ منظر یاد آتا دل میں ایک ہوک سی اُٹھتی اور پیاری ماں کا تڑپتا جسم چین و سکون لے اُڑتا۔ سرورِ کونین ﷺ کو بھی ابو جہل کی شقاوت اور حضرت سمیہؓ کی مرگِ بے کسی یاد رہی۔ چنانچہ غزوۂ بدر میں جب دو چھوٹے چھوٹے صحابی معاذ اور معوذ نے کبر و نخوت کے پتلے ابو جہل کو خاک و خون میں ملا دیا اور عبداللہ بن مسعودؓ اس کا سر تن سے جدا کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے تو آپ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو بلا کر خوشخبری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "قد قتل اللّٰه قاتل امك" ترجمہ: اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل کو قتل کر دیا۔

دامن اُسی کا تھامنا جب بھی ہوا اختلاف

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں ظلم وستم اور جبر وقہر کے زہریلے گھونٹ پی کر دامنِ حق کو تھامے رکھنے کا یہ صلہ ملا کہ پھر رہتی دُنیا تک سمیہؓ کے لختِ جگر معیارِ حق قرار پائے۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے ایک روز رسولِ اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"اذا اختلف الناس كان ابن سمية مع الحق".

ترجمہ: جب لوگوں میں اختلاف رونما ہوگا تو ابنِ سمیہؓ حق کا ساتھ دے گا۔

ابنِ سمیہؓ کا وِردلسانِ رسول ﷺ پر

آپ ﷺ حضرت عمارؓ کو اکثر "ابنِ سمیہؓ" کے نام ہی سے مخاطب فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "ماخير ابن سمية بين أمرين إلا اختار أيسرهما" ترجمہ: دو معاملہ میں اختیار دیا جاتا ہے تو وہ ان میں سے آسان کو اختیار کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینۂ منوّرہ میں مسجد کی تعمیر کے وقت حضرت عمارؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"ويحك يا ابن سمية تقتلك الفئة الباغية".

ترجمہ: افسوس اے ابنِ سمیہ! تجھ کو باغی جماعت قتل کردے گی۔

تمام صحابۂ کرامؓ بھی حضور ﷺ کی دیکھا دیکھی آپ کو "ابنِ سمیہؓ" ہی کے نام سے مخاطب فرماتے تھے۔ حالانکہ عمارؓ کہہ سکتے تھے، لیکن ابنِ سمیہؓ کے نام سے مخاطب کرنا حضرت سمیہؓ کے قابلِ تعظیم وتکریم ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

کیا ہی خوش قسمت ہے یہ خاندان کہ بارہا جسے جنّت کی بشارت ملی اور آپ ﷺ نے جن کے لیے مغفرت وبخشش اور عذابِ جہنم سے حفاظت کی دعا کی۔

اگرچہ دُنیا میں یہ شیدائیانِ رسالت سکھ کا ایک سانس نہ لے سکے؛ لیکن ان مصائب وآلام کو برداشت کرکے اپنی ابدی زندگی سنوار گئے اور راہِ خدا میں اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کرکے فردوسِ اعلیٰ کے خریدار بنے جن کا تذکرہ خود خالقِ دوجہاں نے اپنی کتاب میں کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.

(سورہ توبہ، رکوع ۱۲، آیت ۱۱۱)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اوران کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے، مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے جنت کا وعدہ اللہ کے ذمہ ایک پختہ وعدہ ہے تورات، انجیل اور قرآن میں اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو، پس خوشیاں مناؤ اس سودے پر جو تم سے خدا نے چکالیا ہے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت سمیہؓ اور ان کے پورے خاندان کو جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور انھیں اپنے خصوصی فضل سے ان قربانیوں کا بدلہ عطا فرمائے اور ان کی قربانیوں پر رحمتوں کی بارش برسائیں اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مراجع و مصادر:

(۱) نساء مبشرات بالجنۃ
(۲) سیّدات مبشرات بالجنۃ
(۳) تذکارِ صحابیات
(۴) صحابیات مبشرات
(۵) صحابیات کے درخشاں پہلو
(۵) ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا
(۷) سیر الصحابیات
(۸) صور من سیر الصحابیات

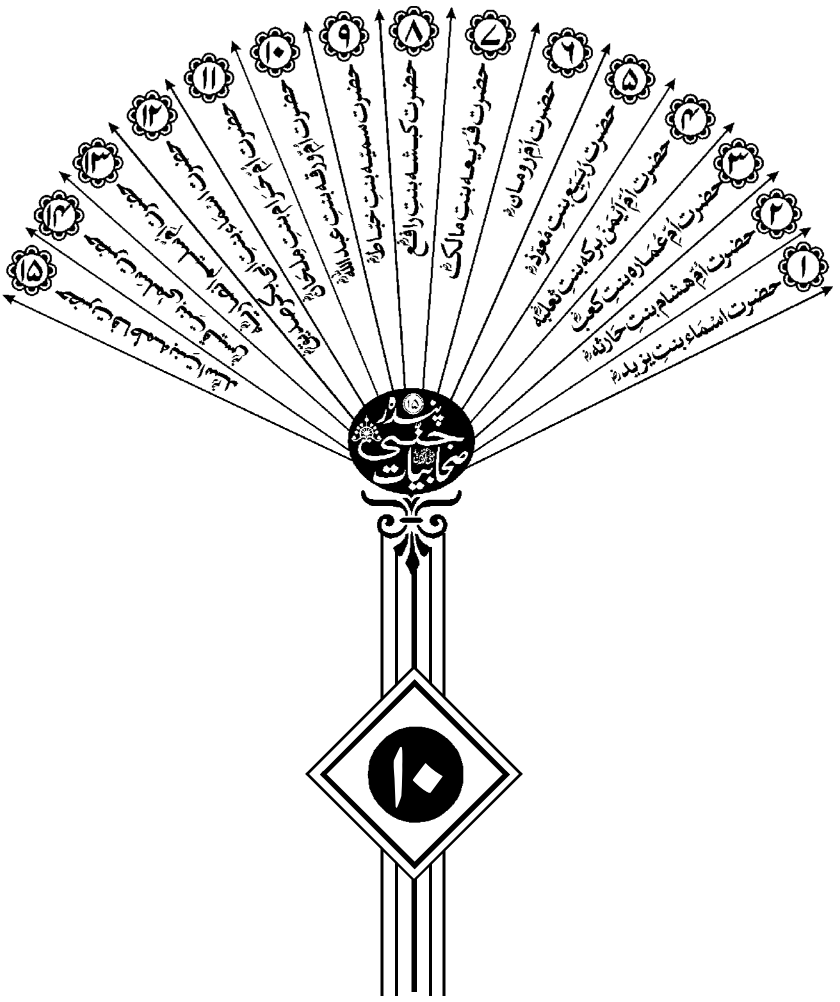

حضرتِ اُمِّ ورقہ بنتِ عبداللہ رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

اسمِ گرامی : آپ کا اصل نام معلوم نہیں۔
کنیت : اُمِّ ورقہؓ (کنیت سے ہی آپؓ معروف ہیں)
والد کا نام : عبداللہ
لقب : شہیدہ
قبیلہ : بنو مالک بن نجار۔ انصاری صحابیہ تھیں۔ آپؓ کے جدِاعلیٰ کا نام نوفل تھا، اسی لیے آپؓ کو آپ کے جدِ اعلیٰ کی طرف منسوب 'ورقہ بن نوفل' بھی کہا جاتا ہے۔
قبولِ اسلام : ہجرت کے بعد اسلام میں داخل ہوئیں۔
مقام و مرتبہ : حضور ﷺ ہر جمعہ کو آپ کی زیارت کے لیے آپ کے گھر اپنے صحابہؓ کے ہمراہ تشریف لایا کرتے تھے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر جب آپؓ جنگ میں شرکت کی اجازت لینے کے لیے دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ تم اپنے گھر ہی میں رہو، اللہ تعالیٰ تمھیں وہیں شہادت کا مرتبہ عطا کرے گا۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا۔
تمغۂ امتیاز : آپؓ ایک ممتاز خوبی اور منفرد اعزاز کی بھی حامل تھیں جو نہ کسی کو آپؓ سے پہلے ملا اور نہ بعد میں مل سکتا ہے۔ وہ عورتوں کی امامت کا سہرا ہے جو حضور ﷺ نے آپؓ کے سر باندھا تھا اور حکم فرمایا تھا کہ: تم اپنے گھر والوں کی امامت کراؤ۔ آپؓ کی وفات کے ساتھ یہ منصب بھی ہمیشہ کے لیے دفن ہو گیا۔ آپؓ قرآن کی حافظہ، عالمہ، زاہدہ، فاضلہ، مدبرہ اور عابدہ صحابیہ تھیں۔

حضرت اُمِّ ورقہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا

محمد سعد بن اصغر احمد آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِس دُنیائے رنگ و بو میں ایسی بہت سی کلیاں چٹخیں جنھوں نے زندگی کی آخری رمق تک اپنے دامن کو اس عالمِ خاردار سے بچایا، خزاں اور بادِ سموم کے جھونکوں کو برداشت کر کے توکّل وقناعت کے پانی سے سیرابی حاصل کرتی رہیں اور اس چمنستانِ عالم کو خوشبوئے کمالات وصفات سے معطر کیا، ان ہی گلہائے رنگا رنگ میں سے ایک گلِ چیدہ اُمّ ورقہؓ بنت عبداللہ کی ذات بابرکت ہے۔

نام ونسب

آپؓ قبیلۂ بنو مالک بن نجار کی ایک انصاریہ خاتون تھیں۔ آپؓ کا اصل نام معلوم نہیں، اُمّ ورقہؓ آپ کی کنیت اور لقب شہیدہ تھا۔ والد کا نام عبداللہ ہے۔ سلسلۂ نسب یوں ہے: اُمّ ورقہؓ بنت عبداللہ بن حارث بن عویمر بن نوفل۔ جدِاعلیٰ نوفل کی طرف منسوب کر کے آپ کو 'ورقہ بنت نوفل' بھی کہا جاتا ہے۔

قبولِ اسلام

آپؓ جہاں دوسرے اوصاف وکمال سے متصف تھیں وہیں ایک منفرد فضیلت وخوبی کی بھی حامل تھیں۔ وہ عورتوں کی امامت کا سہرا ہے، جو نبیٔ کریم ﷺ نے آپ کے سر باندھا تھا۔ یہ ایک ایسی ممتاز خوبی اور منفرد اعزاز ہے جو نہ کسی کو آپ سے پہلے ملا اور نہ بعد میں مل سکتا ہے۔ غالبًا ہجرت کے بعد آپ اسلام کی تعلیمات سے متأثر ہو کر اسلام قبول کر کے صحابیات کے زمرے میں شامل ہوگئیں اور حضورِ اکرم ﷺ سے بیعت کا شرف بھی

حاصل کیا۔ آپؓ نے قرآن اور شریعت کے احکام کی تعلیمات براہِ راست داعیٔ اسلام ﷺ سے حاصل کیں اور اپنی زندگی کو قرآنی احکامات اور نبوی فرمودات کے سانچے میں ڈھالا۔

عابدہ وحافظہ

آپؓ کو قرآن سے عشق کی حد تک تعلق تھا؛ اس لیے آپ کا زیادہ تر وقت قرآن کی تلاوت ہی میں صرف ہوتا تھا۔ ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ: آپؓ نے پورا قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ آپؓ کثرتِ صلوٰۃ اور حسنِ عبادت میں بھی مشہور تھیں۔ رفتہ رفتہ آپؓ کا شمار حافظہ، عالمہ، زاہدہ، فاضلہ، مدبرہ اور عابدہ صحابیات میں ہونے لگا۔

شرفِ امامت

رسولِ کریم ﷺ نے آپؓ کے علم وتقویٰ سے خوش ہوکر عورتوں کی امامت کا سہرا آپ کے سر باندھا دیا اور پھر آپؓ ہی درخواست پر باقاعدہ ایک بوڑھا مؤذن بھی مقرر فرمادیا۔ راویٔ حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن خلادؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے آپؓ کے مؤذن کو دیکھا، وہ بہت بوڑھے تھے۔ نماز کے اوقات میں مؤذن اذان دیتا اور صحابیات نماز باجماعت کے لیے آپ ہی کے در کا رُخ کرتیں۔ سنن ابی داوٗد میں عبدالرحمٰن بن خلادؓ حضرت اُمّ ورقہؓ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ آپؓ کی ملاقات کے لیے آپؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور آپ کے لیے ایک مؤذن مقرر فرمادیا تھا جو نماز کے اوقات میں اذان دیتا اور حضور ﷺ نے آپؓ کو یہ حکم دیا تھا کہ تو اپنے گھر والوں کی امامت کراؤ۔

سرکار ﷺ کی تشریف آوری

نماز کے علاوہ علم اور زہد وتقویٰ میں بھی صحابیات آپؓ کی اقتدا کرتی تھیں۔ نبیٔ کریم ﷺ آپؓ کی بہت ہی قدر کیا کرتے تھے اور بعض دفعہ اپنے ساتھ موجود صحابہؓ سے فرماتے: ”انطلقوا بنا نزور الشهيدة“ (چلیں، ہم شہیدہ کے گھر ہو آئیں) پھر آپ ﷺ تشریف لے جاتے اور خیر خیریت دریافت فرماکر کچھ دیر آرام فرماتے اور

اخیر میں دعاؤں کے پھول نچھاور کرتے ہوئے رخصت ہوجاتے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن خلاد انصاریؒ نے حضرت اُمّ ورقہؓ سے بیان کیا ہے، وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر جمعہ میرے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔

شہادت کی بشارت

۲ھ میں جب بدر کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا تو آپؓ شوقِ شہادت سے بے قرار ہوکر دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! اس غزوہ میں مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں، میں مریضوں کی دیکھ بھال اور زخمیوں کی خدمت کروں گی، شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی راہِ حق میں شہادت کی سعادت نصیب فرمادے۔ یہ جذبۂ بے پناہ اور شوقِ فراواں دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”قری فی بیتك، فانّ اللّٰہ تعالیٰ یرزقك الشھادۃ“ (تم اپنے گھر ہی میں رہو، اللہ تعالیٰ تمھیں وہیں شہادت کا مرتبہ عطا کرے گا)۔ (سنن ابی داوٗد: ۱/ ۹۷)

یہ سن کر آپؓ نے سرِ تسلیم خم کردیا اور حکم نبوی کی تعمیل میں اپنے جذبات فنا کردیے۔ اس واقعہ کے بعد دن قرآنِ کریم کی تلاوت، اس میں غور وتدبّر اور رات قیام کی حالت میں گزارنے لگیں۔ زمانہ رنگ بدلتا رہا، جنگ کے شعلے بھڑکتے، لپکتے اور بجھتے رہے۔ اسلام پھلتا پھولتا اور پھیلتا رہا؛ یہاں تک کہ وہ زمانہ بھی آ گیا کہ غربت وافلاس کی چادر پھٹی اور مال ودولت کے انبار مدینہ کی گلیوں میں جابجا دیکھے گئے، مگر کوئی ہنگامہ اور کوئی دولت آپ کو اپنے مقصد سے غافل نہ کرسکی۔ جو عادات وصفات اور جو طرزِ زندگی اپنے سرکار ﷺ کی پاکیزہ نگاہوں کے ہوتے ہوئے اپنا رکھا تھا، اخیر دَم تک اُسی پر قائم رہیں۔

خلعتِ شہادت

نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکرؓ بھی حضرت عمرؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے حضرت اُمّ ورقہؓ کی زیارت کے لیے آپؓ کے گھر تشریف لے

جاتے۔ وصالِ صدیقی کے بعد عہدِ فاروقی کا آغاز ہوا۔ حضرت عمرؓ بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ان کی زیارت وملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ سیّدنا عمر بن خطابؓ روزانہ نمازِ فجر کے لیے جاتے ہوئے سیّدہ اُمّ ورقہؓ کے گھر کے دروازے سے گزرتے تو ان کی تلاوت کی آواز سن کر خوش ہوجاتے اور فرماتے کہ: لوگو! یہ میری معزز خالہ اُمّ ورقہؓ کی آواز ہے۔ اے خالہ جان! تمھیں رات کا قیام مبارک ہو۔ پھر جب نماز پڑھا کر واپس آتے تو آپؓ کو اُسی طرح تلاوت میں مشغول پاتے۔ بازار سے سودا سلف لانے کے لیے آپؓ کے پاس ایک غلام اور گھریلو کام کاج کے لیے ایک کنیز تھی۔ آپ حسنِ سلوک سے ان کے ساتھ پیش آتیں، ان کی ضروریات کا خیال رکھتیں اور فیاضی کے ساتھ خرچ بھی دیا کرتی تھیں۔ نیز آپ نے ان دونوں سے وعدہ بھی کر رکھا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم دونوں آزاد ہو۔ پھر بھی ان کم بختوں نے احسان فراموشی کا ثبوت دیا، گلہائے وفا کے صلے میں جفا کے کانٹے چبھوئے اور دُنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔

قصہ مختصر یہ کہ جلد آزاد ہونے کی لالچ میں رات کے وقت ان دونوں نے آپ کو چادر میں لپیٹ کر مضبوطی کے ساتھ گھر کے ایک گوشہ میں ڈال دیا جس کی بنا پر دَم گھٹنے کی وجہ سے آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور وہ دونوں بھاگ کر کسی جگہ روپوش ہوگئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حسبِ معمول فجر کی نماز پڑھانے کے لیے مسجد جارہے تھے، مگر جب آپ حضرت اُمّ ورقہؓ کے گھر کے دروازے کے پاس سے گزرے تو آج تلاوت کی آواز سنائی نہ دی۔ آپ نے کان لگا کر سننے کی کوشش بھی کی مگر کوئی آہٹ محسوس نہ ہوئی۔ آپ نے دوبارہ سننے کی کوشش کی؛ مگر کچھ بھی سنائی نہ دیا۔ اس غیر معمولی صورتِ حال سے آپ کے دل میں شک وشبہ کا پیدا ہونا فطری بات تھی۔ آپ تیزی کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور جلدی نماز سے فارغ ہوکر چند صحابۂ کرامؓ کے ہمراہ حقیقتِ حال معلوم کرنے کی غرض سے سیّدہ اُمّ ورقہؓ کے گھر پہنچے۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر دروازہ پر دستک دیتے ہوئے آواز دی کہ: اے خالہ جان! آپ کہاں ہیں؟ لیکن وہاں کوئی جواب دینے والا نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے بار بار آواز دی مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ اس صورتِ حال سے تمام صحابۂ کرامؓ کو سخت بے چینی لاحق ہوئی اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ گھر کے اندر داخل ہو کر صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے۔ چنانچہ سب گھر میں داخل ہو کر اُمّ ورقہؓ کو تلاش کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد گھر کے کونے سے کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک لاش ملی۔ جب صحابۂ کرامؓ نے چہرہ سے کپڑا ہٹایا تو وہ سیّدہ اُمّ ورقہؓ کی نعش تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہؓ یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔

صدق اللہ ورسولہ

اس دردناک منظر نے حضرت عمرؓ کو تڑپا دیا کیونکہ اُمّ ورقہؓ وہ معزز خاتون تھیں جن کے ساتھ خواتین کی امامت ختم ہوگئی اور امامت کا یہ منصب ہمیشہ کے لیے ان کے ساتھ دفن ہوگیا۔ غم واندوہ کے اس عالم میں حضرت عمر فاروقؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بشارت یاد آ گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ ورقہؓ کے متعلق فرمائی تھی۔ بے اختیار آپ کے منہ سے نکلا: ”صدق اللّٰه و رسوله“ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ ورقہؓ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ”انطلقوا بنا نزور الشهيدة“ چلیں ہم شہیدہ کی زیارت کر آتے ہیں۔ غزوۂ بدر کے موقع پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ تم اپنے گھر ہی میں رہو، اللہ تعالیٰ تمھیں گھر ہی شہادت کی دولت سے سرفراز فرمائے گا۔

مدینۂ منورہ میں پہلی پھانسی

سیّدنا عمرؓ نے اُمّ ورقہؓ کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا اور اس کے بعد بڑی تیزی سے مسجد تشریف لے گئے اور لوگوں کو سیّدہ اُمّ ورقہؓ کے ساتھ پیش آنے والے دلدوز واقعہ سے

آگاہ کیا اور یہ حکم صادر فرمایا کہ فوری طور پر غلام اور کنیز کو تلاش کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے۔ تلاشِ بسیار کے بعد ان دونوں کو گرفتار کر کے آپؓ کے سامنے لایا گیا، انھوں نے تہدید و دھمکی کے بعد اپنے اس گھناؤنے جرم کا اعتراف کرلیا۔ آپؓ نے ان دونوں کو سرِ عام تختۂ دار پر چڑھانے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں کو باب المدینہ پر پھانسی دی گئی۔ اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ: یہ دونوں پہلے مجرم تھے جن کو سب سے پہلے مدینۂ منورہ میں سولی دی گئی۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی اور آپؓ کو گھر میں شہادت کا رتبہ حاصل ہوا۔

روایتِ حدیث

ابنِ سعد کا بیان ہے کہ حضرت اُمّ ورقہؓ نے حضور ﷺ سے کچھ حدیثیں بھی روایت کی ہیں؛ لیکن کسی دوسری کتاب میں ان سے روایتِ حدیث کا ذکر نہیں آیا۔ سیّدہ اُمّ ورقہؓ کے فضل و شرف کے لیے یہ کافی ہے کہ ان سے سیّدنا عمر بن خطابؓ نے حدیثِ رسول ﷺ روایت کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

کاش کہ ہمارے زمانے کی خواتین بھی علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں حضرت اُمّ ورقہؓ کی پیروی کرتیں اور گھر کی ملکہ بن کر امورِ خانہ داری کو بخوبی نبھاتیں تو آج ہمارے حیاسوز معاشرے میں فحاشی و عریانیت کے بجائے شرم و حیا اور ایمان و اطاعت کی جھلکیاں دیکھنے کو ملتیں۔

مراجع:

(۱) حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو
(۲) نساء مبشرات بالجنۃ
(۳) تذکارِ صحابیات
(۴) سیّدات مبشرا بالجنۃ
(۵) نساء حول الرسول
(۶) صحابیاتِ مبشرات
(۷) صحابیات

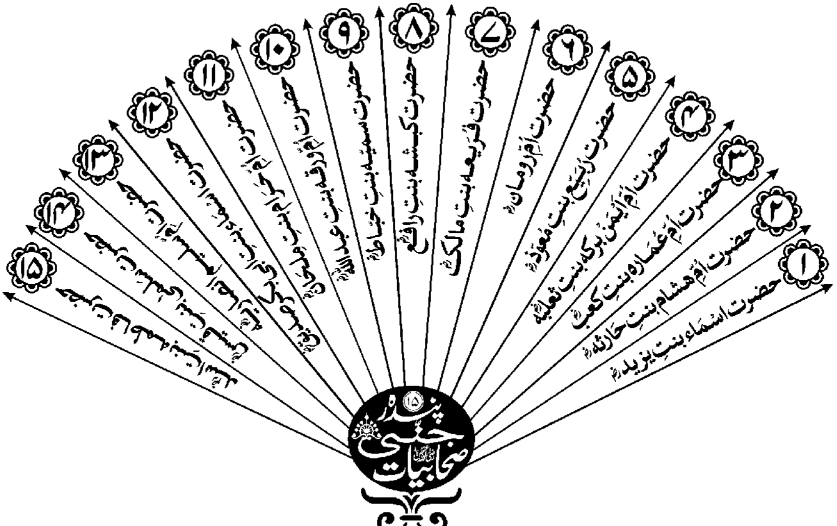

۱۱

حضرت اُمِّ حرام بنتِ مِلحان رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

نام: اربابِ سیر نے عام طور سے آپ کے نام کی تصریح نہیں کی۔ آپ اپنی کنیت اُمّ حرامؓ ہی سے مشہور ہیں۔

والد ملحان اور والدہ ملیکہ بنت مالک ہیں۔

آپ ایک انصاری صحابیہ ہیں۔

مدینہ کے مشہور قبیلۂ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تعلق رکھتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تو قسم ہا قسم کے کھانے تیار کرتیں اور بڑی مسرت وشوق سے کھلاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت اُمّ حرامؓ کی بڑی قدر ومنزلت فرماتے۔

آپؓ وہ مجاہدہ خاتون ہیں جو اسلام میں پیش آنے والے سب سے پہلے بحری غزوے میں شامل تھیں۔ یہ وہی غزوہ ہے جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اس کے تمام شرکا کی بخشش کردی جائے گی۔

حضرت اُمِّ حرام بنتِ ملحان رضی اللہ عنہا

لطف الرحمٰن مولانا یعقوب انکلیشوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس دارِ فانی میں کروڑ ہا کروڑ لوگ آتے رہے اور اپنے اپنے مقررہ وقت پر عالمِ فنا سے عالمِ بقا کی طرف کوچ کرتے رہے۔ان آنے جانے والوں میں دو طبقے ہوتے ہیں: ایک تو وہ جو گیا تو گویا کہ تھا ہی نہیں، اور دوسرا وہ طبقہ جس کو صدیاں گزرنے کے بعد بھی دُنیا یاد کرتی رہتی ہے۔تاریخ کے اوراق جن کی بے نظیر زندگیوں سے درخشندہ و تابندہ ہیں۔اس طبقے میں سب سے بلند مرتبہ اُن مقدس نفوس کا ہے جنھیں ہم 'صحابہ و صحابیات' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اُن ہی صحابیات میں سے ایک؛ وہ مقدس ہستی ہے جس کے نہاں خانۂ دل میں راہِ خدا میں جاں نثار ہونے کی تمنا ہر لحظہ موجزن رہتی تھی، جس نے شہادت کا رتبہ حاصل کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، جسے انصاری خواتین میں اسلام قبول کرنے کے اعتبار سے سبقت کی سعادت حاصل ہوئی، جس نے واقعۂ ہجرت سے قبل ہی بہ بانگِ دہل اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا تھا، جو خدمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ انجام دینے کو اپنے لیے بہت بڑی نیک بختی سمجھتی تھیں، اور جس کو لسانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دارِ فانی ہی میں جنت کی بشارت مل چکی تھی۔تو آیئے! اس خاتونِ جنت جلیل القدر صحابیہ حضرت اُمّ حرام بنتِ ملحان رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشوں کو اُجاگر کرکے اسے اپنی زندگی کے لیے مشعلِ راہ بنائیں:

نام و نسب

اربابِ سیر نے عام طور سے آپ کے نام کی تصریح نہیں کی۔آپ اپنی کنیت اُمّ حرامؓ

ہی سے مشہور ہیں۔ والد کا نام مِلحان اور والدہ کا نام مُلیکہ بنت مالک ہے۔ آپ ایک انصاری صحابیہ ہیں۔ آپ کا تعلق مدینہ کے مشہور قبیلے خزرج کے باعزت خاندان بنونجار سے ہے۔

آپ کا سلسلۂ نسب والدِ ماجد کی جانب سے کچھ اس طرح ہے: اُمّ حرامؓ بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ اور والدۂ ماجدہ کی جانب سے اُمّ حرامؓ بنتِ ملیکہ بن مالک بن عدی بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار ہے۔ خادمِ رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ حضرت اُمّ سلیمؓ آپؓ کی حقیقی بہن اور شہیدِ بیرِ معونہ حضرت حرام بن ملحان حقیقی بھائی ہوتے ہیں۔ آپ کو ایک اعتبار سے حضور ﷺ سے رشتہ داری کا شرف بھی حاصل ہے۔

قبولِ اسلام

بعثتِ نبوی کے بعد رفتہ رفتہ اسلام کی ترقی ہوتی گئی اور لوگ دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوتے گئے اور یونہی اسلام پھیلتا ہوا مدینۂ منوّرہ پہنچا۔ جس وقت مدینہ میں دعوتِ حق کی صدا لگائی گئی تو مدینے کے بہت سے قبائل جوق در جوق اسلام میں آتے گئے۔ ان قبائل میں اسلام قبول کرنے کے اعتبار سے بنونجار سرِفہرست تھا۔ چونکہ اُمّ حرامؓ کا تعلق خاندانِ بنونجار سے تھا، اس لیے وہ بھی اسی دوران مع اپنے بھائی بہن کے مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

عشقِ رسول ﷺ کی کچھ جھلکیاں

حضرت اُمّ حرامؓ حضور ﷺ کی خالہ تھیں۔ جب بھی آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لاتے تو اُن کی قلبی مسرت وخوشی کی حد نہ رہتی۔ آپ ﷺ کے لیے بے حد عمدہ ولذیذ پکوان تیار کرتیں، آپ ﷺ کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتیں اور آرام کے لیے بہترین بستر کا انتظام فرماتیں۔ خود آپ ﷺ بھی ان کے گھر تشریف لے جا کر نہایت خوش ہوتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک روز رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں حضرت اُمّ حرامؓ کے گھر تشریف لائے، وہاں میں اور امّی جان بھی موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُٹھو! میں تمھیں نماز پڑھاؤں، اور مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور والدہ اور خالہ جان (اُمّ حرامؓ) ہمارے پیچھے تھیں۔

حمادؒ نے ثابتؒ سے اور انھوں نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ اُمّ حرامؓ بنت ملحان کے گھر چٹائی پر نماز ادا کی اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ حرامؓ کے گھر ایسے وقت میں بھی نماز ادا کی جو فرض نماز کے علاوہ کا وقت تھا۔ الغرض قلبِ مضطر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کے جذبات کمال کی حد تک پہنچے ہوئے تھے۔

غزوات میں شرکت

حضرت اُمّ حرامؓ نے اپنی زندگی میں صرف ایک غزوے میں شرکت فرمائی اور وہی غزوہ آپ کی زندگی کا پہلا اور آخری غزوہ تھا۔ یہ ایک تاریخی غزوہ تھا جو اسلام میں سب سے پہلے بحری راستہ سے جزیرۂ قبرس (سائپرس) پر ہوا۔ اس غزوے میں بحمداللہ مسلمان فتح سے بہرہ ور ہوئے۔

نکاح

حضرت اُمّ حرامؓ نے اپنی زندگی میں دو نکاح کیے: ان میں سے ایک تو حضرت عمرو بن قیس انصاریؓ سے ہوا، جو غزوۂ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک تھے، اور غزوۂ اُحد میں اپنے صاحبزادے قیس بن عمروؓ کے ساتھ جامِ شہادت نوش فرما کر خلدِ بریں کو سدھارے۔ شوہرِ اوّل حضرت عمرو بن قیسؓ کی شہادت کے بعد دوسرا نکاح مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہوا، جو تاریخِ اسلام کے ایک عظیم شہسوار ہونے کے ساتھ ساتھ کامیاب جرنیل بھی رہے ہیں، اور جن کا شمار اجلۂ صحابہ میں ہوتا ہے۔ حضرت

عبادہ بن صامتؓ کا مکان مدینۂ منوّرہ سے باہر (غربی پتھریلے علاقے کے کنارے) قباء سے متصل واقع تھا۔حضرت اُمّ حرامؓ نکاحِ ثانی کے بعد اسی مکان میں آگئیں۔

۴ھ میں حضرت اُمّ حرامؓ بنت ملحان کو ایک اور صدمۂ عظیم سے دوچار ہونا پڑا، وہ یہ کہ ان کے ایک محبوب بھائی حرام بن ملحان واقعۂ بیرِ معونہ میں مظلومانہ شہید ہو گئے۔ اس واقعہ سے فرطِ غم کے باعث آپ اور بھی زیادہ نڈھال ہوگئیں، لیکن چونکہ یہ بارگاہِ ایزدی کی جانب سے تھا؛ اس لیے رضائے الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور خود بھی راہِ حق میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے بے قرار رہنے لگیں۔

اولاد

حضرت اُمّ حرامؓ کی اولاد میں تین لڑکوں کا شمار ہوتا ہے۔ان میں سے پہلے شوہر سے قیس اور عبداللہ پیدا ہوئے، اور دوسرے شوہر حضرت عبادہؓ سے محمد کی ولادت ہوئی۔

بشارتِ عظمیٰ

حجۃ الوداع کے بعد ایک روز آپ ﷺ ان کے دولت کدے پر تشریف لے گئے اور کھانا تناول فرمانے کے بعد استراحت کی غرض سے بستر پر لیٹ گئے۔حضرت اُمّ حرامؓ آپ ﷺ کے سرہانے بیٹھ گئیں اور آپ ﷺ کے سرِ مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ: میں نے ایک خواب دیکھا، وہ یہ کہ میری امت کے کچھ لوگ غزوے کے ارادے سے سمندر میں سوار ہیں۔ان کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ لوگ مسہریوں پر۔حضرت اُمّ حرامؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ دعا فرما دیجیے کہ میں بھی ان خوش نصیب لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ آنکھ بند کر کے آرام فرمانے لگے۔کچھ دیر بعد پردۂ بصارت وا فرمائے اور پھر سے اُسی خواب کا اعادہ فرمایا۔حضرت اُمّ حرامؓ نے پھر اپنی شرکت کے لیے دعا کی درخواست کی، تو اُس وقت آپ ﷺ نے

فرمایا کہ: تم پہلی جماعت کے ساتھ ہوگی۔ یہ ارشاد سن کر انھیں اس قدر مسرت ہوئی کہ زبان سے بے اختیار تکبیر و تہلیل جاری ہوگئی۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں خالد بن معدان سے روایت نقل کی کہ عمیر بن اسود العُنَیسی نے اسے بتایا کہ: وہ عبادہ بن صامتؓ کے پاس گیا، انھوں نے حمص کے میدان میں پڑاؤ کیا ہوا تھا، وہاں وہ ایک مکان جو خاص طور پر ان کے لیے بنایا گیا تھا، اپنی بیوی سیّدہ اُمّ حرامؓ کے ساتھ رہتے تھے۔ عمیر کہتے ہیں کہ: ہمیں سیّدہ اُمّ حرامؓ نے بتایا کہ انھوں نے نبیٔ کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا، ان پر جنت واجب ہوگئی۔ سیّدہ اُمّ حرامؓ نے عرض کیا، اللہ کے رسول! میں ان میں شامل ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تم اس میں شامل ہوگی۔ پھر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر یعنی استنبول میں جنگ لڑے گا اس میں شامل سب لوگ بخش دیے جائیں گے۔ سیّدہ اُمّ حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں ان مجاہدین میں شامل ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔

مختلف احادیث کی عربی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) **حدیث:** حدثنا عبداللّٰہ بن محمد ثنا معاویة بن عمرو ثنا ابواسحٰق عن عبد اللّٰہ بن عبد الرحمٰن الانصاری قال: سمعتُ انساً یقول دخل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علی بنت ملحان فاتّکأ عندها ثمّ ضحك فقالت لم تضحك یا رسول اللّٰہ! فقال: ناسٌ من امتی یرکبون البحر الأخضر فی سبیل اللّٰہ مثلهم مثل الملوك علی الأسرّة فقالت: یا رسول اللّٰہ! ادعُ اللّٰہ ان یجعلنی منهم، قال اللهم اجعلها منهم، ثمّ عاد فضحك، فقالت: له مثل اومم ذلك۔ فقال: لها مثل ذلك، فقالت: ادعُ اللّٰہ أن یجعلنی منهم، قال: أنتِ من الاوّلین و لستِ من الأخریَنِ قال قال انس فتزوّجت عبادة ابن صامت فرکبت البحر مع بنت قرضة فلمّا فقلت رکبت رابتهافوقصت بها

فسقطت عنها فماتت۔ (رواہ البخاری، جلد۱، ص۴۰۳)

(۲) حدیث: عن اُمّ حرام انّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: یوما فی بیتها فاستیقظ وهو یضحك قالت یا رسول اللّٰہ مایضحك؟ قال: عجبت من قومٍ من امتی یرکبون البحر کالملوكِ علی الاسرّة، فقلتُ یا رسول اللّٰہ! ادعُ اللّٰہ أن یجعلنی منهم، قال: انت منهم، ثمّ نام فاستیقظ وهو یضحك، فقال: مثل ذلك مرتین او ثلاثاً، قلتُ یا رسول اللّٰہ ادعُ اللّٰہ ان یجعلنی منهم، فیقول: انت من الاوّلین فتزوّج بها عبادة بن الصامت فخرج بها إلی الغزو فلمّا رجعت قرّبت دابّة لترکبها فوقعت فاندقّت عنقها۔ (رواہ البخاری، جلد۱، ص۴۰۵)

(۳) حدیث: عن اُمّ حرام انّها سمعتِ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: اوّل جیشٍ من امّتی یغزون البحر قدأوجبوا قالت ام حرام: فقلت یا رسول اللّٰہ! أنا فیهم؟ قال: انتِ فیهم۔ قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أول جیشٍ من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم، فقلتُ أنا فیهم یارسول اللّٰہ، قال: لا۔ (رواہ البخاری، جلد۱، ص۴۰۹)

یہ خواب ۲۸ھ میں شرمندۂ تعبیر ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جزیرۂ قبرص (سائپرس) تک پیغامِ اسلام پہنچانے کی غرض سے ایک بحری بیڑا تیار کیا، اس بیڑے میں بہت سے جلیل القدر صحابہؓ شریک ہوئے، جن میں اُمّ حرامؓ کے شوہر حضرت عبادہ بن صامتؓ بھی تھے اور ان کے ساتھ ان کی زوجۂ محترمہ حضرت اُمّ حرامؓ بنت ملحان بھی شریک ہوئیں۔ یہ بیڑا حمص کے ساحل سے روانہ ہوا، اور محنت اور جدوجہد کے بعد بالآخر جزیرے کو فتح کرلیا اور قبرص پر پرچمِ اسلام بلند ہوا۔

وفات اور قبر

مجاہدین اپنی اس مہم کی تکمیل کے بعد واپس ہونے لگے، حضرت اُمّ حرامؓ کی سواری

کا جانور منہ زور تھا، روانہ ہوتے ہی اُس نے راستے میں ایک جگہ ان کو زمین پر گرادیا، جس کی وجہ سے ان کو ایک کاری زخم لگا (جب حضرت عبادہؓ ان کے پاس پہنچے تو ان کی زبان پر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان جاری تھا: "انتِ من الاوّلین" بعد میں یہی زخم ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوا اور یوں ان کی مقدس روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. غسل اور نمازِ جنازہ سے فارغ ہوکر اسی جگہ دفن کردیا گیا، اس طرح سرزمینِ قبرص کو ہی ان کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا۔

ان کی قبر کے متعلق ابن ہشام فرماتے ہیں کہ: اُمّ حرامؓ بنت ملحان کی قبر قبرص میں ہے اور وہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ: "هذا قبر المرأة الصالحة" یعنی یہ قبر ایک نیک صالح عورت کی ہے۔ اور ابن ہشامؒ ہی کا ایک دوسرا بھی قول ہے: میں نے ان کی قبر کو دیکھا اور میں وہاں ساحل قاقیس پر ۹۱ھ میں ٹھہرا اور ذہبیؒ نے فرمایا کہ: مجھے یہ بات پہنچی کہ ان کی قبر مبارک مقام فرنج میں واقع ہے۔

فضائل ومناقب

(۱) سیّدہ اُمّ حرام بنتِ ملحانؓ السابقون الاوّلون میں سے تھیں۔ محاسنِ اوصاف و مکارمِ اخلاق سے آراستہ تھیں۔ آپؓ کو حضور ﷺ سے پانچ احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا، جن میں سے ایک روایت صحیحین میں بھی مذکور ہے۔ ان کے راویوں میں خود ان کے شوہر حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عمرو بن اسودؓ، عطا بن یسارؒ اور یعلی بن شداد بن اوسؒ شامل ہیں۔ امام ابنِ عبدالبر کا بیان ہے کہ: رسول اللہ ﷺ اُمّ حرامؓ کا نہایت درجہ احترام فرماتے تھے، ان کے گھر جاکر ان کی ملاقات کرتے، دوپہر میں ان کے یہاں آرام بھی فرماتے، ایک موقع سے آپ نے ان کو شہادت کی دعا بھی دی۔

(۲) سیّدہ اُمّ حرام بنت ملحانؓ روزہ دار اور شب زندہ دار تھیں، بڑے اہتمام کے ساتھ

روزے رکھتیں اور بہ کثرت قرآنِ مجید کی تلاوت کرتی تھیں۔ آپؓ انتہائی سخی، فیاض اور فراخ حوصلہ خاتون تھیں۔

(۳) حضرت اُمّ حرامؓ ان گنی چنی صحابیات میں سے تھیں جن کے گھر آپ ﷺ جاتے رہتے تھے۔ اُمّ حرامؓ تو آپ ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں۔ بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کے دادا کے رشتے سے خالہ لگتی تھیں، اس لیے کہ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی والدہ کا تعلق خاندانِ بنونجار سے تھا اور اس رشتہ کی وجہ سے آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے، کھانا تناول فرماتے اور آرام بھی کرلیا کرتے تھے۔

(۴) نبی اکرم ﷺ کے ہاں حضرت اُمّ حرامؓ کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ ان کا بہت زیادہ اکرام کرتے تھے۔ آپ جب کبھی قباء میں تشریف لے جاتے تو ان کے دولت کدے پر ضرور آرام فرماتے۔

یہ تھیں جلیل القدر صحابیہ حضرت اُمّ حرامؓ بنتِ ملحان کی حیاتِ طیبہ کی کچھ جھلکیاں جنھوں نے اپنی زندگی میں عشقِ رسول کی وہ مثال پیش فرمائی جس سے تاریخ کے اوراق آج بھی تابناک ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کچھ اس طرح گزاری کہ ان کو اس جہانِ فانی میں ہی خلدِ بریں کے حسین پروانے سے نوازا گیا۔

ماخذ و مراجع:

(۱) سیر الصحابیات

(۲) حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو

(۳) تذکرۂ صحابیات

(۴) صحابیات مبشرات

(۵ ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا

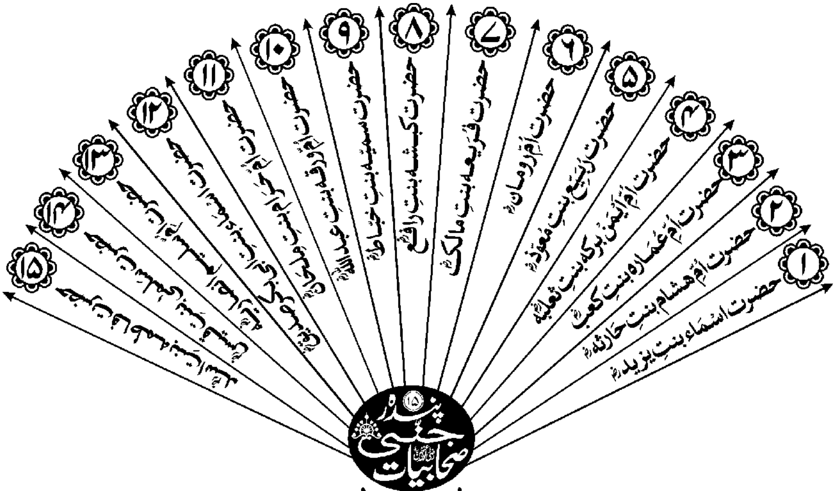

۱۲

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

اسمِ گرامی : اسماءؓ

والد : ابوبکر صدیقؓ

والدہ : قتیلہ بنت عبدالعزّیٰ

لقب : ذات النطاقین تھا جو ہجرتِ نبوی کے وقت خود حضور ﷺ نے عطا کیا تھا۔

ولادت : ہجرت سے ستائیس سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔

نکاح : زبیر ابن العوامؓ سے ہوا۔

آپؓ کا شمار سابقینِ اسلام میں اٹھارہویں نمبر پر آپ کا نام آتا ہے۔ مدینہ ہجرت کی۔ مہاجرین میں سب سے پہلے آپ کے یہاں ولادت ہوئی۔ کل اولاد آٹھ ہیں، پانچ لڑکے: عبداللہؓ، عروہؓ، منذرؓ، عاصمؓ اور مہاجرؓ، تین لڑکیاں: خدیجہؓ، ام الحسنؓ اور عائشہؓ۔ ایک طویل مدّت حضرت زبیرؓ کے نکاح میں رہیں۔ غزوات میں شرکت کی، لیکن کوئی تفصیل موجود نہیں؛ البتہ جنگِ یرموک میں اپنے شوہر کے ساتھ تھیں۔ طلاق کے بعد عہدِ خلافتِ بنو اُمیہ میں اپنے بیٹے عبداللہؓ کے ساتھ مکہ میں رہنے لگیں۔ صاحبزادے کی حجاج کے ساتھ لڑائی کے وقت آپؓ حیات تھیں۔ بیٹے کی شہادت کے کچھ ہی دنوں کے بعد سو سال کی عمر میں عالمِ فانی سے رخصت ہوئیں۔ آخر سانس تک ہوش و حواس درست تھے۔

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا

رمّان اختر گلزار احمد مالیگانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ خوش نصیب اور پاکیزہ روحیں جن کے تقدس پر دنیا ناز کرتی ہے، جن کے ایمانی جذبے کی کوئی نظیر نہ مل سکی، جن کے بلند و بالا حوصلے کا کوئی ثانی نہیں، جن کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا، جنھوں نے قدم قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہی اشارۂ چشم وابرو پر لبیک کہنے والے اور دل و جان کا نذرانہ پیش کرنے والے تھے۔ یہی وہ لوگ تھے جنھیں سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جیتے جی دنیا ہی میں بہشتِ بریں کی بشارت عنایت فرمائی۔ ان ہی مقدّس روحوں میں سے حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر صدیقؓ بھی ہیں۔ ہم ان اوراق میں آپ ہی کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کریں گے۔ انشاءاللہ۔

نام ونسب اور خاندان

آپؓ کا اسمِ گرامی اسماء، والدِ بزرگوار کا نام ابوبکر صدیق اور والدہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ ہے۔

نسب والدِ گرامی کی جانب سے یہ ہے: اسماء بنتِ ابوبکر بن ابوقحافہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّہ بن غالب بن لوئی القرشی۔ بن لوئی پر آپؓ کا نسب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے جا ملتا ہے۔

والدہ کی جانب سے نسب کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے: قتیلہ بنتِ عبدالعزیٰ بن اسعد بن جابر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی۔ آپؓ کے نانا عبدالعزیٰ قریش کے نامور رئیس تھے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ آپؓ کی سوتیلی بہن تھیں۔ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی

دوسری بیوی حضرت اُمّ رومانؓ کے بطن سے مولود ہوئیں اور انھیں سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ بھی پیدا ہوئے۔

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ آپ کے حقیقی بھائی ہیں۔ حضرت اسماءؓ 'ذات النطاقین' کے لقب سے مشہور تھیں۔ (طبقات ابن سعد اُردو: ۸/۱۸۴، تذکار صحابیات: ص ۱۸۰)

پیدائش

ہجرتِ نبوی سے ستائیس سال قبل آپؓ بطنِ مادر سے بطنِ دنیا میں تشریف لائیں۔ اُس وقت والد بزرگوار کی عمر بیس سال سے کچھ زائد تھی۔ آپؓ نے جس وقت آنکھ کھولی اُس وقت سارا مکۂ معظّمہ بلکہ سارے عرب پر ضلالت وگمراہی کا گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ہر طرف سفا کی، عیاری اور غارت گری پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ہر چیز کو معبود مانتے تھے۔ ایسے وقت میں بھی آپؓ کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ ان سب سے الگ تھلگ رہے۔ آپؓ (حضرت صدیقؓ) شروع ہی سے حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؓ نیک صفات اور پاکیزہ خیالات کے حامل تھے اور اس ظلاّمِ بحر کے خطرناک تلاطم سے محفوظ رہے۔

ظلاّمِ بحر میں کھو کر سنبھل جا ترٹپ جا، پیچ کھا کھا کر بدل جا

بہر کیف! اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ صفات کے پیکر کے یہاں حضرت اسماءؓ کی تربیت کیسی ہوئی ہوگی۔ چنانچہ آپؓ ہر طرف سے مجد وشرف کو سمیٹے ہوئے تھیں؛ اس لیے کہ آپؓ کے والد، دادا، بہن، خاوند اور صاحبزادے کو حضور ﷺ کی صحبت سے فیض یابی کا شرف حاصل تھا۔

والدِ ماجد

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپؓ کے والد کا رشتۂ رفاقت ومحبت بڑا مضبوط تھا۔ آپؓ مسلمانوں میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں آپ کا نام 'عبدالکعبہ' تھا۔ اصل

نام 'عبداللہ' ہے۔ کنیت ابوبکر ہے جو نام سے زیادہ مشہور ہے۔ آپ 'صدیق' کے لقب سے معروف ہیں جو بارگاہِ نبوی ﷺ سے عطا ہوا تھا۔ مردوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا۔ عشرۂ مبشرہ میں آپ کا نام اوّل نمبر پر آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات بعد آپؓ ہی مسلمانوں کے سب سے پہلے خلیفہ ہوئے۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

حضرت اسماءؓ کے دادا ابوعتیق تھے۔ بہن کا کیا کہنا؟ وہ تو نبیٔ کریم ﷺ کی رفیقۂ حیات تھیں۔ ایسی طاہرہ تھیں کہ قرآن نے ان کی پاکیزگی کا اعلان کیا۔ حواریٔ رسول اور مجاہدِ اعظم حضرت زبیر ابن العوامؓ آپؓ کے شوہر تھے اور بحرالعلم حضرت عبداللہ بن زبیرؓ صاحبزادے تھے۔ آپؓ کی دادی امّ الخیر سلمٰی بنتِ صخر تھیں، انھیں بھی حضورِ اکرم ﷺ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ آپؓ کی تین پھوپھیاں تھیں، یہ بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر رسول اللہ ﷺ کی صحابیات میں شامل ہوئیں۔ گویا ایں ہمہ خانہ آفتاب است۔

(مزید تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: عشرۂ مبشرہ، ناشر: شعبۂ تقریر و تحریر جامعہ ڈابھیل)

نکاح

حضرت اسماءؓ کا نکاح حواریٔ رسول حضرت زبیر ابن العوامؓ سے ہوا، جوان اصحاب میں سے ہیں جنھیں رسالت مآب ﷺ سے دنیا ہی میں جنت کا پروانہ ملا۔ آپؓ بہادر، شجاع، جری اور جنگجو سپاہی کی حیثیت رکھتے تھے۔ رشتے میں آپؓ حضورِ اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہوتے تھے اور آپؓ کے والد عوام حضرت خدیجہؓ کے حقیقی بھائی تھے جس کی وجہ سے دو نسبتیں حضور اکرم ﷺ سے تھیں۔ ایک تو پھوپھی زاد بھائی ہونے کی اور دوسری بھتیجا ہونے کی۔ آپؓ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ حضرت زبیرؓ سے نکاح کے بعد حضرت اسماءؓ کی شوہرِ نامدار کے ساتھ کچھ اَن بن رہا کرتی تھی؛ اس لیے کہ حضرت زبیرؓ کے مزاج میں تُرشی تھی اور حضرت اسماءؓ خوش خو اور نرم مزاج تھیں۔

حضرت عکرمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت اسماءؓ حضرت زبیرؓ کے نکاح میں تھیں، حضرت زبیرؓ آپؓ پر سختی کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے والدِ بزرگوار صدیقِ اکبرؓ کے پاس شکایت لے کر پہنچیں؛ لیکن صدیق اکبرؓ بجائے اپنی بیٹی کی طرفداری کرنے کے خود اسے سمجھانے لگے کہ: میری بیٹی صبر کرو۔ جب کسی عورت کا شوہر نیک اور صالح ہو اور وہ فوت ہو جائے اس کے بعد عورت دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جمع فرما دے گا۔ آپؓ اپنے والد بزرگوار کے تسلّی بخش کلمات سن کر بے انتہا خوش ہوئیں اور واپس اپنے گھر لوٹ آئیں۔ اس کے بعد طویل عرصے تک اس رشتے کو نبھاتی رہیں۔

قبولِ اسلام

حضرت اسماءؓ اُس وقت آغوشِ اسلام میں آئیں جبکہ صرف سترہ نفوسِ قدسی دولت اسلام سے بہرہ یاب ہوئے تھے۔ اس طرح 'سابقین اوّلین' کی فہرست میں آپؓ کا نام اٹھارہویں نمبر پر آتا ہے۔ آپؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا سبب آپؓ کے والد ہی بنے۔ قبولِ اسلام کے ساتھ ہی حضور ﷺ سے بیعت کا شرف بھی حاصل کر لیا تھا۔

قربانیاں

نبیٔ کریم ﷺ کو لبادۂ نبوت اوڑھے چار سال کا عرصہ گزر چکا تھا؛ لیکن ابھی تک خفیہ تبلیغ ہونے کی وجہ سے اکثر لوگ دعوتِ اسلام کی صدا سے ناآشنا تھے۔ اب حق تعالیٰ کی طرف سے علانیہ تبلیغِ حق کا حکم ہوا تو نبیٔ کریم ﷺ اور دیگر صحابۂ کرامؓ تبلیغِ حق کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ اس تبلیغ کے دوران مشرکین کی طرف سے بے انتہا ظلم وستم ڈھائے جاتے رہے۔ وہ ان مظالم کو سہتے رہے؛ لیکن اسلام کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور اللہ سے اجر وثواب کی اُمید رکھی۔

حضرت اسماءؓ نے ایسے کئی صبر آزما حالات دیکھے اور جھیلے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپؓ سے ان کے چشم دید واقعات کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ آپ نے سب سے

زیادہ تکلیف دہ واقعہ کونسا دیکھا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ کفارِ مکہ مسجدِ حرام میں بیٹھے آپ ﷺ کے خلاف فقرے کس رہے تھے کہ اتنے میں حضورِ اکرم ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ بس پھر کیا تھا! کفار تو ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ کب موقع ملے اور جی بھر کے سنایا اور مارا جائے۔ دیکھتے ہی خون کے پیاسے وحشی درندوں کی طرح حضورِ پُرنور ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ جب حضرت ابوبکرؓ تک ان کے شوروغل کی آواز پہنچی تو باہر نکلے۔ کسی نے بتایا کہ کفار سرکارِ دوجہاں ﷺ کو قتل کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ فوراً حضرت ابوبکر صدیقؓ دوڑے بھاگے وہاں پہنچے۔ اس وقت آپؓ کے سر پر چار زُلفیں تھیں۔ آپؓ کفار سے مخاطب تھے کہ: تم اس شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس اپنے ربّ کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔ یہ سننا تھا کہ مشرکینِ مکہ، سرورِ کون ومکاں ﷺ کو چھوڑ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر جھپٹ پڑے اور اس قدر زدوکوب کیا کہ آپ ہوش وحواس کھو بیٹھے۔ جب آپ کو اُٹھا کر گھر لایا گیا تو زخموں کی وجہ سے یہ حالت ہوگئی تھی کہ ہم سر کے جس حصّے پر ہاتھ رکھتے بال جھڑ جاتے تھے۔ ہوش میں آنے پر آپؓ کی زبانِ مبارک پر "تبارکت یاذا الجلالِ والاکرام" کا وِرد جاری تھا۔ (اس واقعے کو ابویعلی نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے)۔ اُس وقت ان مصائب وآلام اور ظلم وستم کو دیکھ کر حضرت اسماءؓ کے قلب پر کیا گزرتی ہوگی اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ آپؓ نہایت استقلال کے ساتھ ان دردانگیز مناظر کو دیکھ کر صبر کرتی رہیں۔

ہجرتِ نبوی ﷺ کے وقت قربانی

کیا ہی خطرناک اور خوفناک منظر تھا جب دشمنِ اسلام، رسولِ اکرم ﷺ کے بیتِ اقدس کو ہر چہار سمت سے گھیرے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے باہر نکلنے کے منتظر تھے تاکہ انھیں قتل کریں، مگر انھیں کیا معلوم کہ جن کے صدقے میں خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ نے اس جہانِ فانی کو وجود بخشا وہ انھیں کب بے سہارا چھوڑ سکتا تھا، وہ تو خود ان کا محافظ تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ پردۂ شب کی تاریکی چاک ہونے سے پہلے سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات

پڑھتے ہوئے اس طرح ان کے درمیان سے نکلے کہ انھیں کچھ نظر ہی نہ آیا؛ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مردودوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ وہاں سے سیدھے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان پر پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پہلے ہی اپنی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کو توشہ تیار کرنے کا حکم دے رکھا تھا، چنانچہ آپؓ نے توشہ تیار کرکے نبیٔ کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کو روانہ کیا۔

اِدھر صبح سویرے پو پھٹی اور رسولِ خدا ﷺ کے بستر سے حضرت علیؓ کو اٹھتا ہوا دیکھ کر نابکار کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ان سب کا سردار ابوجہل شور مچاتا اور جھلاتا ہوا حضرت صدیقِ اکبرؓ کے مکان پر پہنچا اور زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کردیا۔ حضرت اسماءؓ نے دروازہ کھولا تو اس نے غصّہ بھرے لہجے میں پوچھا: ''لڑکی! تیرا باپ کہاں ہے؟'' آپؓ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تو اُس بدبخت ملعون نے آپؓ کے چہرے پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ کان کی بالی نکل کر دور جا پڑی؛ لیکن آپؓ نے صبر وتحمل کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ بالآخر ابوجہل غصہ سے تیوری چڑھائے منہ بگاڑے وہاں سے دفع ہوگیا۔ یہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے کہ ہجرت کے نہایت نازک راز کو اپنے نہاں خانۂ دل میں محفوظ رکھا۔

ہجرتِ نبوی اور ذات النطاقین

اسی سفرِ ہجرت کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ کے ساتھ مل کر دو تین دن کا توشۂ سفر تیار کیا۔ توشہ دان باندھنے کے لیے کوئی رسّی نہ ملی تو حضرت اسماءؓ نے اپنا نطاق (وہ کپڑا جو اس زمانے میں عورتیں قمیص کے اوپر کمر پر لپیٹتی تھیں) کھول کر اس کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے توشہ دان کا منہ باندھ دیا اور دوسرے سے مشکیزے کا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ آپؓ کے اس عمل سے بے حد خوش ہوئے اور آپؓ کے حق میں دُعا فرمائی:

''أبدَلك الله بنطاقك هذا نطاقين في الجنة.''

تیرے اس کمر بند کے بدلے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تجھے جنت میں دو کمر بند عطا کرے گا۔

تب سے آپؓ کا لقب 'ذات النطاقین' پڑ گیا۔ اور آپ ﷺ کے اسی فرمان سے آپؓ کو جنّت کی بشارت کا بہترین تحفہ ملا۔

دوسری روایت کے مطابق یہ واقعہ غارِثور میں پہنچنے کے بعد پیش آیا۔ آپؓ اور آپ کے بھائی حضرت عبداللہ روزانہ رات کو غار میں کھانا پہنچایا کرتے تھے۔ تیسری رات جب حضور ﷺ اور آپؓ کے والد روانہ ہونے والے تھے، آپؓ توشہ لے کر پہنچیں اور جلدی میں اسے باندھنے کے لیے رسّی وغیرہ لینا بھول گئیں۔ اُس وقت آپؓ نے اپنا نطاق کھول کر اُسے پھاڑا۔ ایک سے زادِراہ کا منہ بند کیا اور دوسرے کو اپنی کمر پر لپیٹ لیا۔ اسی وقت سے انھیں 'ذات النطاقین' کہا جانے لگا۔

صحیح بخاری میں حضرت اسماءؓ کا خود اپنا بیان ہے جس سے پہلی روایت کی تائید ہوتی ہے، فرماتی ہیں کہ: جب رسول اللہ ﷺ نے مدینۂ منوّرہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے رسولِ اکرم ﷺ اور والدِ گرامی کے لیے کھانا تیار کیا۔ ہمیں کھانے کے تھیلے اور پانی کے مشکیزے کا منہ باندھنے کے لیے کوئی رسّی نہ ملی تو میں نے اپنے پدرِ بزرگوار سیّدنا ابوبکر صدیقؓ سے کہا: اللہ کی قسم! کمر بند کے علاوہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس سے تھیلے اور مشکیزے کا منہ باندھ سکوں۔ انھوں نے فرمایا: کمر بند پھاڑ کر دو حصّے کرلو۔ ایک سے مشکیزہ اور دوسرے سے تھیلا باندھ دو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، اس وجہ سے میرا نام ذات النطاقین رکھ دیا گیا۔

ہجرتِ مدینہ

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے مدینہ پہنچ جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے عبداللہ بن اریقط کو اپنے صاحبزادے کے نام خط دے کر روانہ کیا کہ وہ اپنی والدہ اور بہنوں کو لے کر مدینہ آجائیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ حضرت اُمّ رومانؓ (حضرت ابوبکرؓ کی دوسری زوجۂ مطہرہ، حضرت عائشہؓ کی والدۂ ماجدہ) حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ کو لے کر مدینۂ منوّرہ پہنچ گئے۔

جبکہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں حضرت عروہ بن زبیرؓ کے حوالے سے ہجرت کا قصّہ یوں مذکور ہے کہ: ہجرتِ نبوی کے کچھ عرصہ پہلے حضرت زبیرؓ ابن العوام ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے تھے۔ واپسی میں سرِ راہ رسولِ خدا ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت زبیرؓ نے حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں کچھ سفید کپڑے تحفتاً پیش کیے۔ آپ ﷺ یہی کپڑے زیبِ تن فرما کر مدینۂ منوّرہ میں داخل ہوئے، پھر حضرت زبیرؓ اپنی والدہ حضرت صفیہؓ اور حضرت اسماءؓ کو لے کر مدینہ پہنچ گئے۔

صاحب 'سیر الصحابیات' نے ان کے قبا میں مقیم ہونے کا تذکرہ کیا ہے جہاں وہ مستقل سکون پذیر ہو گئے۔ مگر بقول طالب الہاشمی: جمہور اربابِ سیر نے پہلی روایت ہی کو ترجیح دی ہے۔

حضرت عبداللہ کی پیدائش

ہجرت کے بعد ایک عرصہ تک کسی مہاجر کے یہاں اولاد نہ ہوئی تھی۔ یہودیوں کو منہ کھولنے کا موقع مل گیا۔ انھوں نے یہ مشہور کر دیا کہ ہم نے مسلمانوں پر سحر کر دیا ہے، اب ان کے ہاں نرینہ اولاد نہ ہوگی۔ یہودی مسلمانوں کا استہزا کرتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے دل ٹوٹے جا رہے تھے؛ لیکن خداوندِ قدوس کو کچھ اور ہی کرشمہ دکھانا منظور تھا۔ چنانچہ مہاجرین میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماءؓ کو ایک بچہ عطا فرمایا۔ حضرت عائشہؓ انھیں گود میں لے کر حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ: اس بچہ کے کانوں میں اذان دیں تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے پوتے کے کانوں میں اذان دی، پھر حضور ﷺ نے بچے کو اپنی آغوش مبارک میں لے کر اپنے مبارک لعابِ دہن لگے ہوئے کھجور سے گھٹی دی۔ چنانچہ آپؓ کے منہ میں داخل ہونے والی سب سے پہلی چیز حضورِ پُر نور ﷺ کا لعابِ دہن تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے لیے خیر و برکت کی دُعا فرمائی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ نے ان ہی صاحبزادے کے نام پر اپنی کنیت

اُمّ عبداللہ رکھ لی تھی۔ آپؓ کی پیدائش کی خبر سے یہودیوں کی ناک کٹ گئی اور مسلمانوں کے یہاں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ یہودی مدینہ میں منہ چھپائے پھر رہے تھے۔ اس موقع پر مسلمانوں نے فرطِ مسرّت سے ایسا نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مدینہ کے دشت وجبل گونج اُٹھے:

تم جو آؤ گے تو موسم دوسرا ہوجائے گا
لو کا جھونکا بھی چلے گا تو صبا ہوجائے گا

ایامِ عُسرت

مدینہ کے قیام کے دوران حضرت اسماءؓ کے شروع کے چند سال بڑی تنگی اور مفلسی میں گزرے۔ حضرت زبیرؓ کی کل جائیداد ایک گھوڑے اور ایک اونٹ پر مشتمل تھی۔ حضرت اسماءؓ گھر کے سارے کام کاج خود ہی کیا کرتی تھیں۔ صحیح بخاری میں خود آپؓ کا بیان منقول ہے، فرماتی ہیں کہ: جب زبیرؓ نے مجھ سے نکاح کیا اس وقت نہ تو ان کے پاس کوئی زمین تھی نہ غلام، نہ کچھ، سوائے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے۔ میں ان کے گھوڑے کو دانہ کھلاتی، پانی بھرتی، ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی تھی۔ مجھے تو اچھی طرح روٹی پکانا بھی نہ آتا تھا۔ انصار کی چند مخلص اور خوش اخلاق عورتیں- جو میری ہمسایہ تھیں- روٹی پکا دیا کرتی تھیں۔ میں زبیرؓ کی زمین سے- جو انھیں حضور ﷺ نے عطا فرمائی تھی- سر پر گٹھلیاں رکھ کر لاتی اور انھیں کوٹ کر اونٹ کو کھلاتی تھی۔ یہ زمین نخلستانِ بنونضیر سے تین فرسخ کی مسافت پر تھی۔ اس قدر سخت تنگی کے باوجود آپؓ نے بڑی ہمّت وجرأت، صبر واستقامت، فہم وبصیرت اور تحمل وقناعت کے ساتھ ایام گذار دیے اور اپنے منہ سے شکوہ کا ایک لفظ بھی نکالنا گوارا نہ کیا۔

تنگ دستی کا ایک دلچسپ واقعہ

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور طبرانیؒ نے حضرت اسماءؓ کی تنگدستی کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے جو خود حضرت اسماءؓ کی زبانی مذکور ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ: ’’ایک مرتبہ میں اس زمین میں تھی جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوسلمہؓ اور حضرت زبیرؓ کو عطا فرمائی تھی۔ یہ

بنونضیر والی زمین کہلاتی تھی۔ میری پڑوسن ایک یہودیہ تھی، اس کے گھر میں بکری ذبح کی گئی۔ جب یہودیہ نے گوشت بھوننا شروع کیا تو اس کی خوشبو سے مجھے اتنی سخت اشتہا پیدا ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اُن دنوں میری بیٹی خدیجہ پیدا ہونے والی تھی۔ میں اس یہودی عورت کے پاس آگ لینے کے بہانے گئی کہ شاید وہ مجھ سے کھانے کے بارے میں پوچھ لے، حالانکہ مجھے آگ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اس نے کھانے کے متعلق کچھ بات ہی نہ کی۔ میں آگ لے کر واپس آ گئی۔ کچھ دیر کے بعد پھر یہودیہ کے گھر گئی، پھر بھی اس نے کھانے کے تعلق سے کچھ نہیں کہا۔ تیسری مرتبہ پھر میں نے اس کے گھر پھیرا ڈالا۔ لیکن کسی نے کچھ نہ پوچھا۔ اب میں اپنے گھر بیٹھ کر رونے لگی اور اللہ سے دُعا کی کہ الٰہی! میری اشتہا کا سامان کر دے۔

اتنے میں اُس یہودیہ کا شوہر اپنے گھر آیا اور آتے ہی سوال کیا کہ تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ یہودیہ نے کہا: ہاں! پڑوس کی عرب عورت آئی تھی۔ یہودی نے کہا: جب تک تو اس گوشت میں سے اس کے پاس نہ بھیج دے گی میں ہرگز اسے ہاتھ نہ لگاؤں گا (کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں نظر نہ لگ گئی ہو) چنانچہ اس نے میرے پاس ایک گوشت سے بھرا پیالہ بھیجا۔ (اس زمانے میں) میرے لیے اس جگہ اس سے زیادہ پسندیدہ کھانا کوئی نہ تھا۔

طالب الہاشمی اس قصّہ کے نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں کہ: یہ روایت حضرت اسماءؓ کی صاف گوئی پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں انھوں نے اپنی عسرت اور ایک بشری کمزوری کا حال صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ نیز اس قصّے سے حضرت اسماءؓ کا مستجاب الدعوات ہونا بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے جو دعا فرمائی بارگاہِ الٰہی میں اسے شرفِ قبولیت سے نوازا گیا۔

اندوہ ناک واقعہ یعنی طلاق

آپؓ نے حضرت زبیرؓ کی زوجیت میں باوجود ان کے مزاج کی سختی کے ایک طویل عرصہ گزرا؛ مگر ایک دن بڑا افسوسناک واقعہ رونما ہوا جس کے نتیجے میں آپ کو طلاق ہوگئی۔

طلاق کے بارے میں مؤرخین مختلف وجوہ بیان فرماتے ہیں۔ اصل سبب تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے؛ مگر قیاسِ غالب یہ ہے کہ دونوں کے درمیان گھریلو معاملات میں کچھ اَن بن ہوئی۔ حضرت زبیرؓ نے طیش میں آ کر آپؓ کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ آپؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے مدد مانگی یا وہ خود آگے آئے تو حضرت زبیرؓ نے بیٹے سے کہا کہ: اگر تم نے اپنی ماں کی حمایت کی تو اسے طلاق ہے مگر حضرت عبداللہؓ سے یہ زدوکوب دیکھا نہ جاسکا اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے کہ: آپ میری ماں کو نشانہ بناتے ہیں، پھر لپک کر حضرت اسماءؓ کا بازو والد کے ہاتھ سے چھڑا دیا، چنانچہ اس کے بعد دونوں میں ہمیشہ کے لیے علیحدگی ہوگئی۔

حواریٔ رسول حضرت زبیرؓ سے علیحدگی کے بعد بھی آپ ہمیشہ ان کو عزت واحترام سے یاد کرتیں اور ان کی خوبیوں کی تعریف کیا کرتی تھیں۔ ۳۱ھ میں جنگِ جمل سے واپسی کے دوران جب ایک شخص عمرو ابن جرموز المجاشعی نے وادیٔ اسباع میں حضرت زبیرؓ کو قتل کر دیا تو آپ سخت کبیدہ خاطر اور مغموم ہوئیں اور بے ساختہ آپؓ کی زبان سے یہ مرثیۂ غم نکلنے لگا:

غدر ابن جرموز بفارسٍ بهمة — يوم الهياج و كان غير مفردٍ

يا عمرو لو نبّهته لو جدته — لا طأ شاء رعش الجنان ولا اليد

شكلتك امك ان قتلتا المسلما — حلت عليك عقوبة المعتمد

ترجمہ: ابن جرموز نے لڑائی کے دن ایک شہسوار اور عالی ہمّت سے بے وفائی اور دغا بازی کی کہ وہ نہتا اور بے سروسامان تھا۔ اے عمرو! اگر تو اس کو متنبہ کر دیتا تو دیکھتا کہ اس کے دل میں نہ خوف تھا اور نہ ہاتھ میں لرزہ۔ تیری ماں تجھ پر روئے، تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا ضرور تجھ پر عذاب نازل ہوگا۔

طلاق کے بعد حضرت اسماءؓ اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے ساتھ رہنے لگیں اور حضرت عبداللہؓ بھی اخیر دم تک ایک فرماں بردار واطاعت شعار بیٹے کی طرح اپنی پاکیزہ و طاہرہ ماں کی خدمت کرتے رہے۔

عہدِ خلافت راشدہ

رسولِ اکرم ﷺ کے اس عالمِ فانی سے پردہ فرما جانے کے بعد عَلمِ خلافت آپؓ کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ آیا۔ اس وقت حضرت اسماءؓ قبا میں رہائش پذیر تھیں۔ آپؓ کے والد آپ کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کا دورِ خلافت گزرا، اس کے بعد حضرت عمر بن خطابؓ کا دورِ خلافت آیا۔ حضرت عمرؓ بھی آپ کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے اور حسنِ سلوک کا معاملہ فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت مصعب بن سعدؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب وظائف مقرر کیے تو حضرت اسماءؓ کا وظیفہ سالانہ ایک ہزار درہم مقرر فرمایا۔ حضرت عمرؓ جہاد کے لیے جو قافلہ روانہ فرماتے ان میں آپؓ کے شوہر حضرت زبیرؓ بھی ہوتے۔ ایک مرتبہ آپؓ نے بھی قافلے میں شرکت کر کے جنگی خدمات انجام دی تھیں۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے، تو حضرت اسماءؓ نے ان کا بھی پورا دور دیکھا۔ حضرت عثمانؓ کا باغیوں کے ساتھ جو معاملہ رہا اور جس بے دردی کے ساتھ آپؓ کو شہید کیا گیا سب حضرت اسماءؓ کے سامنے ہی ہوا۔ بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالبؓ خلیفہ بنائے گئے۔ ان کے دورِ خلافت میں بھی آپؓ مدینہ ہی میں رہیں۔ جنگِ جمل میں آپؓ کے شوہر حضرت زبیرؓ نے شرکت کی۔ واپسی کے دوران آپ کو شہید کر دیا گیا۔ عہدِ خلافت راشدہ کے بعد حضرت عبداللہؓ نے اپنی والدہ کے ساتھ مکۂ مکرمہ میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔

عہدِ خلافت بنو اُمیہ

حضرت عبداللہؓ جب مکہ میں رہنے لگے تو اہلِ مکہ نے حضرت عبداللہؓ کو مکّے کا حاکم مقرر کر لیا۔ انھوں نے پورے چھ سال عَلمِ خلافت سنبھالے رکھا۔ حضرت حسینؓ کی طرح انھوں نے بھی مرتے دم تک یزید کی بیعت نہ کی۔ حضرت حسینؓ کی المناک شہادت کے بعد انھوں نے بنی اُمیّہ کی قاہر طاقت اور ظالم حکومت کا جس استقامت اور شجاعت کے ساتھ

مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت عبداللہؓ کو حضرت حسینؓ کے رفقاء جیسے چند ساتھی مل جاتے تو وہ بنی اُمیّہ کی سلطنت کا تختہ اُلٹ کر رکھ دیتے اور دوبارہ خلافتِ راشدہ کا نقشہ قائم کر دیتے؛ مگر ربِّ حکیم کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حجاج

حضرت عبداللہؓ کو ان چھ سالوں میں بیک وقت دو محاذوں پر لڑنا پڑا۔ ایک طرف مختار بن ابی عبید ثقفی کی زبردست جماعت تھی تو دوسری طرف بنواُمیہ کی قاہرانہ قوت۔ آپ بڑے عزم وحوصلہ کے ساتھ لڑتے رہے۔ جب عبدالملک بن مروان مسندِ حکومت پر بیٹھا تو اس نے تہیہ کرلیا کہ وہ کسی طرح بھی حضرت عبداللہؓ کی خلافت کو ختم کرے گا، اس مقصد کے لیے اس نے اپنے ایک آزمودہ کار جرنیل حجاج بن یوسف کو مقرر کیا۔ چنانچہ حجاج بن یوسف ایک زبردست فوج کے ساتھ ۷۲ھ میں مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا۔ اور چھ ماہ تک سخت محاصرہ کیے پڑا رہا۔ محاصرہ اتنا سخت تھا کہ اس کی وجہ سے مکہ میں ایک دانہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حجاج نے کعبۃ اللہ کی تعظیم کو بالائے طاق رکھ کر اس پر لگاتار پتھروں کی بارش کی۔ شدتِ محاصرہ اور قلتِ خوراک سے تنگ آکر حضرت عبداللہؓ کے اکثر ساتھی حجاج بن یوسف سے جا ملے۔ اثنائے محاصرہ حضرت عبداللہؓ اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ کچھ علیل تھیں۔ گفتگو کے دوران آپؓ کے منہ سے نکل گیا: اماں جان! موت میں بڑی راحت ہے۔ حضرت اسماءؓ نے کہا: بیٹے! شاید تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے، لیکن میں تیرا انجام دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تو فاتح بنے تو اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچاؤں اگر جامِ شہادت نوش کرے تو اپنے ہاتھ سے کفن دفن کا انتظام کروں۔

غیرت مند ماں کا مشورہ

اخیر میں جب چند ہی لوگ حضرت عبداللہؓ کے ساتھ رہ گئے، تو وہ اپنی والدہ کے پاس آئے اور عرض کیا: امّی جان میں اس وقت کچھ مشورہ کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوا ہوں۔

حضرت اسماءؓ نے پوچھا: کس معاملے میں مشورہ چاہتے ہو؟ تو حضرت عبداللہؓ نے کہا: امّاں جان! میرے ساتھیوں نے بے وفائی کی ہے، اب معدودے چند لوگوں کے سوا کوئی میرا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں اور اُدھر بنو اُمیّہ کے قاصد برابر میرے سامنے یہ پیشکش کررہے ہیں کہ اگر میں ہتھیار ڈال دوں اور عبدالملک بن مروان کی بیعت کرلوں تو وہ میرا ہر دنیوی مطالبہ ماننے کے لیے تیار ہے۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپؓ نے جواب دیا: میرے فرزند! اگر تم حق پر ہو تو مردوں کی طرح لڑکر رتبۂ شہادت پر فائز ہو جاؤ اور کسی قسم کی ذلت نہ اٹھاؤ۔ اگر تمہارا مقصد دنیا طلبی ہے تو تم سے بُرا شخص کوئی نہیں جس نے اپنی عاقبت بھی خراب کی اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔ اور کہا: بیٹا! اگر تم حق پر ہو تو حالات اور ساتھیوں کی بے وفائی کے سبب دُشمنوں سے دَب جانا شریفوں کا شیوہ نہیں۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا: اماں! مجھے خوف ہے کہ دشمن میری لاش کا مثلہ کریں گے جس سے آپ کو رنج و ملال ہوگا۔ آپؓ نے فرمایا: بیٹے! جب بکری ذبح کرڈالی جائے تو پھر اس کی کھال کھینچی جائے یا اس کے جسم کے ٹکڑے کیے جائیں اسے کیا پروا؟ اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے کام کیے جاؤ۔ راہِ حق میں تلواروں سے قیمہ ہونا گمراہوں کی غلامی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ آگے حضرت اسماءؓ نے اپنے بیٹے کی مزید تسلّی و تشفی کے لیے فرمایا: اے میرے فرزند! مجھے اُمید ہے کہ میرا صبر تیرے حق میں ایک عدیم النظیر صبر ہوگا۔ اگر تو شہید ہوا تو میرے لیے اَجر کا باعث ہوگا اور کامیابی سے ہمکنار ہوا تو میرے لیے مسرّت کا باعث ہوگا۔ اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔

ماں بیٹے کی الوداعی ملاقات

پھر حضرت عبداللہؓ زرہ پہن کر الوداعی ملاقات کے لیے اپنی ماں کے پاس آئے اور دُعا کی درخواست کی۔ حضرت اسماءؓ نے انھیں اپنے گلے سے لگایا تو ان کے جسم پر زرہ محسوس ہوئی۔ بولیں: عبداللہ! جو لوگ شہادت کے مشتاق ہوتے ہیں وہ زرہ بالائے طاق رکھ

دیتے ہیں۔ یہ سن کر آپؓ نے زرہ اُتار دی اور کہا: آپؓ میرے لیے دُعا میں کمی نہ کیجیے گا۔
چنانچہ حضرت اسماءؓ بارگاہِ ایزدی میں دست بہ دعا ہوئیں: یااللہ! رات کی تاریکیوں میں لوگ جب خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے ہوتے ہیں اس کے طویل قیام، شدتِ گریہ وزاری اور سسکیوں پر رحم فرمانا۔ خدایا! مکہ اور مدینہ کی کڑی دُھوپ میں روزہ رکھ کر اس کے بھوک پیاس کی سختی برداشت کرنے پر رحم فرمانا۔ یاالٰہا العالمین! اس کے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک پر رحم فرما۔ میرے پیارے رب! میں نے اس کو تیری مشیت کے حوالے کر دیا اور اس کے متعلق تیرے فیصلے پر سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اس پر مجھ کو صابرین کا اَجر عطا فرما۔

اپنی عظیم ماں کی حوصلہ افزائی اور دُعا سے حضرت عبداللہ پر رقت طاری ہوگئی اور یہ رجزیہ شعر:

إنّــمــا أعـرف يـومـي أصبـر
و إنّــمــا يـعـرف يومـه الحـر
إذا بـعـضـهـم يعرف ثم ينكر

پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں کود پڑے۔ دیر تک مقابلہ آرائی ہوتی رہی؛ یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ حجاج نے آپؓ کی نعش مبارک کو سولی پر لٹکا دیا۔

عظیم ماں، عظیم بیٹا اور حضرت ابن عمرؓ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ مقامِ حجون سے گزر رہے تھے۔ آپؓ کو سولی پر لٹکا ہوا پایا تو آ ہیں نکل آئیں اور فرمایا: اے ابوخبیب! السلام علیک۔ میں نے آپ کو اس سیاست میں پڑنے سے منع کیا تھا۔ آپ پابندِ صوم وصلوٰۃ تھے اور صلہ رحمی کرتے تھے۔ جب حجاج نے ابن عمرؓ کے تعریف کرنے کے متعلق سنا تو آپؓ کی نعش مبارک کو یہودیوں کے قبرستان میں پھنکوا دیا۔

حضرت ابن عمرؓ نے وہاں سے مسجد حرام کی راہ لی۔ مسجد میں داخل ہوئے تو انھیں معلوم ہوا کہ حضرت اسماءؓ مسجد کے گوشے میں تشریف فرما ہیں۔ آپؓ ان کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور فرزندِ ارجمند کے سارے احوال ذکر کرنے کے بعد دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا: ان جسموں کی کوئی بات نہیں، اصل معاملہ تو روحوں کا ہے، وہ اللہ کے پاس محفوظ ہو جاتی ہے۔ آپ صبر سے کام لیں اور ہر دم اللہ سے ڈرتی رہیں۔ پھر آپؓ وہاں سے چلے گئے۔

كلمة حقٍ عند سلطان جائر

حجاج نے حضرت اسماءؓ کو بلانے کے لیے قاصد بھیج رکھا تھا۔ قاصد آپؓ کے پاس آیا اور حجاج کا پیغام سنایا؛ لیکن حضرت اسماءؓ نے جانے سے انکار کر دیا اور بلا خوف و تردّد اُسے خط ارسال کیا کہ: میرے بچّے کی لاش مجھے دے دے تا کہ میں اس کی تجہیز و تکفین کر سکوں؛ لیکن اس بدبخت نے صاف منع کر دیا اور کہلوا بھیجا کہ میرے حکم کی تعمیل کرو ورنہ چوٹی پکڑ کر گھسیٹواؤں گا۔ لیکن حضرت اسماءؓ نے بڑی بے باکی سے جواب دیا کہ: بہ خدا! میں اس وقت تک نہ آؤں گی تاوقتیکہ تو چوٹی پکڑ کر نہ گھسیٹوائے گا۔ اب حجاج کو مجبوراً آپؓ کے پاس آنا پڑا۔ چنانچہ آیا اور نخوت و کبر کے ساتھ کہنے لگا: اے ذات النطاقین! سچ کہنا خدا کے دُشمن کو کیسی سزا ہوئی؟

آپؓ نے فرمایا: ہاں! تو نے میرے بیٹے کی دنیا خراب کی ہے لیکن اس نے تیری آخرت پر حملہ کیا ہے اور ہاں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو میرے بیٹے کو طنزاً 'ابنِ ذات النطاقین' کہا کرتا تھا، واللہ! میں ہی 'ذات النطاقین' ہوں، میں نے ہی رسول اللہ اور والدِ ماجد کا توشہ دان اپنے نطاق سے باندھا تھا۔ اور ہاں! میرے آقا کا فرمان سچ ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: بنی ثقیف میں ایک کذاب اور ایک سفاک پیدا ہو گا۔ مسیلمہ کذاب تو آچکا، سفاک باقی تھا اور وہ تو ہی ہے۔

شہسوار کو سلام

جناب طالب الہاشمی نے اپنی کتاب 'تذکارِ صحابیات' میں لکھا ہے کہ شہادت کے تیسرے دن نعش سولی پر رہنے کا قصہ سن کر حضرت اسماءؓ خود اپنی ایک کنیز کے سہارے مقامِ

حجون تشریف لے گئیں (کیونکہ آپ کی بینائی ختم ہوچکی تھی) حجاج وہاں گشت لگا رہا تھا۔

آپؓ نے فرمایا: کیا ابھی تک اس سوار کے اُترنے کا وقت نہیں آیا؟ حجاج نے آپؓ کی بات سن کر کہا: وہ ملحد تھا اس کی سزا یہی تھی۔ آپؓ تڑپ اٹھیں اور فرمایا: بہ خدا! وہ ملحد نہ تھا بلکہ پابند صوم وصلوٰۃ اور متقی تھا۔ حجاج نے جھلّا کر کہا: بڑھیا! یہاں سے چلی جا۔ تو آپؓ نے بڑی بے باکی سے جواب دیا: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنو ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ظالم (سفاک) پیدا ہوگا۔ سو کذاب (مسیلمہ) کو تو ہم نے دیکھ لیا اور سفاک تو ہی ہے۔

یہ واقعات کہ ایسے جری، ظالم، طاقتور اور خطرناک شخص کے سامنے بھی ذرا جھجک محسوس نہ کی، دلالت ہے آپؓ کی ہمّت و جرأت، استقلال و پامردی اور بے باکی پر۔ بہر حال! آپؓ کی ایسی جرأت مندانہ گفتگو سن کر حجاج ہوش وحواس کھو بیٹھا اور کان دبائے چل دیا۔

صبر واستقامت کا پہاڑ

حضرت اسماءؓ جب حجاج کی طرف سے حصولِ لاش کے سلسلے میں مایوس ہوگئیں تو اپنے دوسرے بیٹے عروہؒ کے ہاتھوں عبدالملک کو دمشق پیغام بھیجا جس میں حضرت عبداللہؓ کی نعش کے ساتھ گستاخی کرنے اور واپس نہ کرنے کا ذکر تھا۔ چنانچہ عبدالملک نے ایک خفگی آمیز خط حجاج کو لکھ بھیجا کہ لاش جلد از جلد واپس کردیں چنانچہ حجاج نے لاش کے واپس کرنے کا حکم دے دیا۔

ابن ابی مُلَیکہ فرماتے ہیں کہ: میں سب سے پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماءؓ کو ان کے لاڈلے کی نعش حوالے کیے جانے کی بشارت دی۔ حضرت اسماءؓ دُعا کرتی تھیں: یاالٰہی! اس وقت تک میری موت نہ آئے جب تک میں اپنے لاڈلے کا جثہ کفنا دفنا کر مطمئن نہ ہوجاؤں۔ بارگاہِ خداوندی میں آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا گیا، چنانچہ حضرت عبداللہؓ کی نعش آپؓ کے پاس لائی گئی، آپ نے ان کے لیے دُعائے مغفرت فرمائی۔

پھر آپ کو غسل دیا گیا۔ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ: حضرت اسماءؓ نے مجھے غسل دینے کا حکم دیا۔ ان کا جوڑ جوڑ الگ تھا، چنانچہ ایک ایک عضو کو نہلا کر کفن میں لپیٹتا جاتا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت اسماءؓ صبر کرتیں کہ: خدا کی رحمت ان ہی پارہ پارہ ٹکڑوں پر نازل ہوتی ہے۔

شہادتِ عبداللہؓ پر علّامہ شبلی کے اشعار

علّامہ شبلی نعمانی نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے واقعۂ شہادت کو اشعار کے گلدستے میں پیش کیا ہے جسے طالب الہاشمی نے 'تذکارِ صحابیات' میں لکھا ہے۔ چونکہ شہادتِ عبداللہ بن زبیرؓ کا ایک جیتا جاگتا مرکزی کردار حضرت اسماءؓ کی استقامت و پامردی، ہمّت وجرأت اور حوصلہ وتوکل بھی ہے؛ اس لیے ان اشعار کو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

مسند آرائے خلافت جو ہوئے ابنِ زبیرؓ
سب نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے یکبار
ابنِ مرواں نے حجاج کو بھیجا پئے جنگ
جس کی تقدیر میں تھا مرغانِ حرم کا شکار
حرمِ کعبہ میں محصور ہوئے ابنِ زبیرؓ
فوجِ بے دین نے کیا کعبۂ ملت کا حصار
دامنِ عرش ہوا جاتا تھا آلودۂ گرد
بارشِ سنگ سے اُٹھتا تھا جو اُڑ اُڑ کے غبار
تھا جو سامانِ رسد چار طرف سے مسدود
ہر گلی کوچہ بنا جاتا تھا ایک کنجِ مزار
جب یہ دیکھا کہ کوئی ناصر و یاور نہ رہا
ماں کی خدمت میں گئے ابنِ زبیرؓ آخرکار
آ کے عرض کی کہ: اے اختِ حریم نبوی!
نظر آتے نہیں اب حرمتِ دیں کے آثار
آپ فرمایئے! اب آپ کا ارشاد ہے کیا؟
کہ میں ہوں آپ کا اِک بندۂ فرماں بردار
صلح کروں؟ کہ چلا جاؤں حرم سے باہر؟
یا یہیں رہ کے اسی خاک پہ ہو جاؤں نثار؟
بولیں وہ پردہ نشینِ حرم سرِّ عفاف:
حق پہ گر تو ہے تو پھر صلح ہے مستوجب عار
یہ زمین ہے وہی قرباں گہِ اسماعیلی
فدیۂ نفس ہے خود دینِ خلیلی کا شعار
ماں سے رخصت ہوئے یہ کہہ کے باآداب و نیاز!
آپ کے دودھ سے شرمندہ نہ ہوں گا زنہار
پہلے ہی حملہ میں دُشمن کی الٹ دیں فوجیں
جس طرف جاتے تھے یہ ٹوٹتی جاتی تھی قطار
منجنیقوں سے برستے تھے جو پتھر پیہم
ایک پتھر نے کیا آ کے سرو رُخ کو فگار

خون ٹپکا جو قدم پہ تو کہا ازرہِ فخر
یہ ادا وہ ہے کہ ہم ہاشمیوں کا ہے شعار
اس گھرانے نے کبھی پشت پہ کھایا نہیں زخم
خون ٹپکے گا تو ٹپکے گا قدم پہ ہر بار
زخم کھا کھا کے لڑتے جاتے تھے لیکن کب تک
آخر الامر گرے خاک پہ مجروح و نزار
لاش منگوا کے جو حجاج نے دیکھی تو کہا
اس کو سولی پہ چڑھاؤ کہ یہ تھا قابلِ دار
لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن
ان کی ماں نے نہ کیا رنج والم کا اظہار
اتفاقات سے اِک دن جو ادھر جا نکلیں
دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں یک بار
ہوچکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے اُترتا نہیں اب بھی یہ سوار

وفات اور تدفین

عام مؤرخین نے لکھا ہے کہ: حضرت اسماءؓ اپنے فرزندِ ارجمند کے جامِ شہادت نوش کرنے کے بعد کچھ ہی روز حیات رہیں؛ لیکن 'نامور مسلم خواتین' میں بیس روز لکھا گیا ہے اور صاحبِ 'سیر الصحابیات' نے بیان کیا ہے کہ: ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ اس سراپا صبر وشکر، جرأت واستقلال کے مجسّمے، جوراستی کی پیکر، فہم وفراست اور صلہ رحمی کرنے والی خاتون نے سوسال کی عمر گزار کر ۲۷/ جمادی الاوّل ۷۳ھ کو مستقل رختِ سفر باندھ لیا اور آپؓ کی روح اس جہانِ فانی سے حیاتِ جاودانی کی سمت پرواز کرگئی۔

فاطمہ بنت منذرؒ سے مروی ہے کہ: حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ نے وصیت کی کہ جب میری روح پرواز کرجائے تو مجھے غسل دینا، کفن پہنانا، حنوط لگانا لیکن یاد رہے حنوط کفن پر نہ چھڑکنا اور نہ جنازے کے پیچھے آگ لے کر چلنا۔ چنانچہ آپؓ کی وصیّت کے مطابق ایسا ہی کیا گیا اور مکہ ہی میں آپؓ کی تدفین ہوئی۔

سوسال کی عمر میں بھی آپؓ کے سارے دانت صحیح وسالم تھے۔ ہوش وحواس بالکل درست تھے؛ لیکن بعض روایات کے مطابق اخیر عمر میں بینائی کے اندر نقص آ گیا تھا۔

حلیہ

دراز قد اور لحیم و شحیم تھیں۔ بڑی عبادت گذار، سخی و فیاض اور متواضع تھیں۔ ہر ایک کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرتی تھیں۔ فہم و فراست کی مالک تھیں۔

اولاد

حضرت اسماءؓ کے بطنِ مبارک سے کل آٹھ اولاد نے جنم لیا۔ ان میں سے پانچ لڑکے: حضرت عبداللہؓ، عروہؒ، منذرؒ، عاصمؒ اور مہاجرؒ تھے، اور تین لڑکیاں: حضرت خدیجہؒ، ام الحسنؒ اور عائشہؒ ہیں۔ ان میں سے حضرت عبداللہؓ اور عروہؒ نے تاریخ میں بڑی شہرت پائی۔

اوصاف و کمالات

آپؓ ایک نیک اور صالح خاتون تھیں، دینی اُمور میں بڑے احتیاط سے کام لیتیں۔ آپؓ کمال درجے کی عابدہ اور زاہدہ تھیں، یہاں تک کہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے آپؓ عابدہ اور زاہدہ مشہور ہوگئی تھیں۔

عبادت کی جھلکیاں

ایک مرتبہ رسولِ اکرم ﷺ کسوف (سورج گرہن) کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کے پیچھے بہت سی صحابیات تھیں جن میں خود حضرت اسماءؓ بھی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے نماز بہت طویل کی۔ آپؓ کمزور ہونے کے باعث تھک کر چور چور ہوگئیں لیکن بڑے استقلال کے ساتھ کھڑی رہیں۔ جب نماز ختم ہوئی تو غش کھا کر گر گئیں۔ چہرے اور سر پر پانی چھڑکا گیا تو ہوش میں آئیں۔

صحیح بخاری میں حضرت اسماءؓ خود فرماتی ہیں کہ: ایک دفعہ سورج کو گرہن لگا تو میں عائشہؓ کے یہاں گئی، وہاں دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور عائشہؓ بھی نماز میں مشغول تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا؟ انھوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: کیا یہ خدائی نشانی ہے؟ انھوں نے اشارے سے اثبات

میں جواب دیا۔ چنانچہ میں بھی نماز کے لیے کھڑی ہوگئی۔ نماز اتنی طویل کی کہ تھکاوٹ کی وجہ سے مجھے غش آ گیا اور بعد میں سر پر پانی ڈالا گیا تب جا کر ہوش آیا۔ نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: میں نے ابھی جو کچھ دیکھا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ دوزخ اور جنت بھی میرے مشاہدے میں آئے۔ مجھے بتایا گیا کہ: تم لوگ قبروں میں آزمائش میں ڈالے جاؤ گے جیسا کہ فتنۂ دجال کے موقع پر تمہاری آزمائش ہوگی۔ فرشتے تم میں سے ہر ایک کی طرف آئیں گے اور (میری صورت دکھا کر) پوچھیں گے، کیا تم ان کو جانتے ہو؟ مؤمن جواب دے گا، یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو ہماری طرف واضح حق اور ہدایت کے ساتھ آئے۔ ہم ان پر ایمان لائے اور ان کی متابعت کی۔ پس فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم اب چین کی نیند سو جاؤ؛ کیونکہ ہمیں معلوم ہوگیا ہے کہ تم مؤمن ہو اس کے برعکس ایک منافق یا شک رکھنے والا آدمی جواب دے گا کہ مجھے معلوم نہیں لیکن میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا اور میں نے بھی (ان کے دیکھا دیکھی) اسی طرح کہہ دیا۔ (پس وہ فرشتوں کے عتاب کی زد میں آ جائے گا)۔

حضرت اسماءؓ کی عبادت کا حال بتلاتے ہوئے حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ: ایک روز جب میں گھر میں داخل ہوا تو اپنی بیوی اسماءؓ کو نماز میں مشغول پایا، وہ یہ آیت: فمن اللہ علینا ووقٰنا عذاب السّموم بار بار پڑھ رہی تھیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں جھلسا دینے والی ہوا کے عذاب سے بچا لیا۔

حضرت زبیرؓ ابن العوام فرماتے ہیں کہ وہ یہ آیت بار بار پڑھ رہی تھیں اور زار وقطار روئے جا رہی تھیں۔ چنانچہ میں انھیں عبادت میں منہمک دیکھ کر بازار چلا گیا۔ کافی دیر کے بعد جب دوبارہ واپس آیا تو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا کہ وہ اسی طرح عبادت میں مصروف ہیں۔

بیماری کا علاج: دعا وصدقہ اور تبرکاتِ رسول ﷺ

مریض آپؓ کے پاس دعائے خیر کروانے کے لیے آتے۔ کوئی بخار کا مریض آتا تو اس کے لیے دُعا کرتیں، پھر اس کے سینے پر پانی کا چھینٹا دیتیں تو مریض شفایاب ہو جاتا

اور یہ فرماتیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ بخارنارِ جہنم کی گرمی ہے، اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔

آپؓ کو جب کبھی دردِ سر ہوتا تو اپنا سر ہاتھ سے پکڑ کر اللہ سے عاجزی کرتیں کہ الٰہی! اگرچہ میں بہت خطا کار اور سیہ کار ہوں؛ لیکن تیرا فضل بے پایاں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ انھیں شفایاب فرما دیتا۔

ابن ابی ملیکہؒ سے مروی ہے کہ حضرت اسماءؓ کے سر میں درد ہوتا تو وہ اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر کہتیں: یہ درد گناہوں کی وجہ سے ہے اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔

ایک دفعہ آپؓ کی گردن میں ورم آ گیا تو حضور ﷺ نے اپنا دستِ مبارک ان کی گردن پر پھیرتے ہوئے دُعا فرمائی کہ: اللہ تم کو اس تکلیف سے نجات دے، تو ان کی وہ تکلیف دور ہوگئی۔

آپؓ کو جب کبھی کوئی بیماری لاحق ہوتی تو اپنے غلام آزاد کر دیا کرتی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ایک جبّہ حضرت عائشہؓ کے پاس تھا، جب حضرت عائشہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اسے حضرت اسماءؓ کے سپرد کر دیا۔ سرکارِ دوجہاں ﷺ کا جبّہ ہی کیا کچھ کم تھا، اُسے اپنی آنکھوں سے لگایا اور اُسے حفاظت سے رکھ دیا۔ جب کوئی بیمار ہو جاتا تو جبّہ دھو کر مریض کو اس کا پانی پلا دیتی تھیں جس کی برکت سے مریض شفایاب ہو جاتا تھا۔

جود و سخا کی جھلکیاں

ہجرت کے بعد ابتدائی ایام میں عسرت و تنگی کی وجہ سے آپؓ بچا بچا کر مال خرچ کرتی تھیں، مگر حضور ﷺ کے منع فرمانے کے بعد آپؓ راہِ خدا میں بے دریغ خرچ کرنے لگیں اور اپنے بچوں کو بھی جمع نہ کرنے کی ہدایت کرتیں۔ چنانچہ حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ: حضرت اسماءؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ: اے نبی!

میرے گھر زُبیر کی لائی ہوئی چیزوں کے سوا اور کچھ نہیں، اگر میں اس میں سے صدقہ خیرات کروں تو مجھ پر کوئی گناہ تو نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک ہو سکے صدقہ خیرات کرو اور تھیلی کا منہ باندھ کر نہ رکھا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر بھی تھیلی کا منہ باندھ دے گا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اللہ کی راہ میں زیادہ خرچ کرنے کی فضیلتیں ارشاد فرمائیں تو حضرت اسماءؓ نے اپنی لونڈی فروخت کر کے اسے راہِ خدا میں دے دیا۔ حضرت زبیرؓ نے آ کر پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میں نے صدقہ کر دیا ہے۔ آپؓ کو بھی چونکہ خوشنودیٔ خدا اور رضا مندیٔ رسول مقصود تھی، اس لیے کچھ نہ کہا۔

آپؓ پیکرِ سخاوت تھیں لیکن چونکہ حضرت زبیرؓ کے مزاج میں ذرا ترشی تھی، اس لیے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنے شوہر کے مال میں سے صدقہ کر سکتی ہوں۔'' تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! کر سکتی ہو۔

حضرت اسماءؓ اپنے بچوں کو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی خوب تلقین کیا کرتی تھیں اور مال جمع کرنے کو منع کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ کہا کہ: اگر تم بخل کرو گے تو اللہ تمھیں بھی اپنے فضل و کرم سے محروم رکھے گا اور اگر تم صدقہ کرو گے تو وہی تمہارے لیے آخرت میں کام آوے گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ: میں نے اپنی خالہ عائشہؓ اور ماں اسماءؓ سے زیادہ سخی اور کریم النفس کسی کو نہیں پایا۔ فرق دونوں کی سخاوت میں صرف اتنا تھا کہ حضرت اسماءؓ کے پاس جب بھی مال آتا اسی وقت غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیتیں اور حضرت عائشہؓ جوڑ جوڑ کر رکھتیں، جب کثیر رقم جمع ہو جاتی تو اکٹھا اُسے صدقہ کرتیں۔

حضرت عائشہؓ کی وفات کے بعد اُن کے ترکے سے حضرت اسماءؓ کو ایک جائیداد ملی تھی جس کو انھوں نے ایک لاکھ درہم میں فروخت کر کے ساری رقم اپنے دو محتاج رشتے دار قاسم بن محمدؒ اور ابن ابی عتیقؒ کو دے دی۔

سادہ زندگی اور تواضع کی جھلکیاں

تواضع کا تو یہ حال تھا کہ باوجود آسودگی کے ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتیں، روکھی سوکھی روٹی پر قناعت کرلیتیں اور یہی حال زندگی کی آخری سانس تک رہا۔ 'طبقاتِ ابن سعد' میں ہے کہ: زندگی کے آخری دور میں آپؓ کے صاحبزدے منذرؓ فتحِ عراق کے بعد آئے تو مالِ غنیمت میں سے کچھ قیمتی زنانہ کپڑے اپنی والدہ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپؓ نے سختی سے منع فرمادیا اور کہا: بیٹا! مجھے موٹا کپڑا ہی پسند ہے۔ چنانچہ آپؓ نے انھیں سادے موٹے کپڑے پہنائے جس سے انھیں بہت خوشی ہوئی۔

حضرت فاطمہ بنت منذرؓ فرماتی ہیں کہ: میں نے حضرت اسماءؓ کو ہمیشہ عصفر میں رنگے ہوئے کپڑے میں ہی دیکھا؛ یہاں تک کہ وہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ البتہ کبھی کبھی ایسا لباس پہن لیا کرتی تھیں جو عصفر کے قائم تھام ہوتا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے فرماتی ہیں: حضرت اسماءؓ عصفر کے گہرے رنگ میں رنگے ہوئے لباس میں احرام باندھا کرتی تھیں۔

والدہ سے حسنِ سلوک

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی پہلی بیوی قتیلہ بنتِ عبدالعزّی کو اسلام نہ لانے کے سبب طلاق دے دی تو وہ اپنے گھر چلی گئیں۔ ایک موقع پر وہ مدینۂ منوّرہ روپے لینے کی غرض سے اپنی بیٹی حضرت اسماءؓ کے پاس آئیں۔ آپؓ ان کے مشرکہ ہونے کی وجہ سے متأمل ہوئیں اور حضور اکرم ﷺ سے مسئلہ دریافت فرمایا تو نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ اللہ تعالیٰ صلہ رحمی سے نہیں روکتا۔

دوسری روایت میں کچھ اس طرح ہے کہ سیّدہ اسماءؓ فرماتی ہیں کہ: جس زمانہ میں آپ ﷺ نے قریش سے معاہدہ کررکھا تھا میری والدہ میرے پاس آئیں ان کے مشرکہ ہونے کی وجہ سے میں نے نبیٔ کریم ﷺ سے فتویٰ طلب کیا کہ میری والدہ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں۔ کیا میں ان سے مل سکتی ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم اپنی والدہ سے ملو۔

'طبقات ابن سعد' میں بیان ہے کہ: کسی موقع پر آپؓ کی والدہ کچھ تحائف کشمش، گھی، سلم کے پتے وغیرہ لے کر آپؓ کے پاس آئیں تو آپؓ نے حضورِ اکرم ﷺ سے اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ آیت نازل فرمائی:

لَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡھُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡھِمۡ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ○ اِنَّمَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ قَاتَلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَاَخۡرَجُوۡکُمۡ مِنۡ دِیَارِکُمۡ وَظٰھَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِکُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡھُمۡ وَمَنۡ یَتَوَلَّھُمۡ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ نیکی وعدل کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو دین کے مقابلے میں تم سے نہیں لڑے اور نہ تمھیں گھروں سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کے ساتھ دوستی وتعلق سے منع فرماتا ہے جس نے دین کے بارے میں تم سے مقابلہ کیا یا تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو یا نکالنے والوں کی امداد کی ہو، جو لوگ ایسوں کو دوست بنا کر رکھیں وہ بڑے ظالم اور گنہگار ہیں۔ چنانچہ آپؓ نے ہدیہ قبول کیا اور انھیں بڑے اکرام سے گھر میں بلایا اور ان کی خاطر خواہ خدمت کی۔

شرم وحیا

ایک مرتبہ حضرت اسماءؓ اپنی اس زمین سے جو حضور ﷺ نے مرحمت فرمائی تھی کھجور کی گٹھلیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے آرہی تھیں۔ راستے میں حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب مل گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو دیکھ کر اونٹنی کو بٹھا دیا اور ان سے سے کہا کہ: میرے پیچھے سوار ہو جاؤ۔ آپؓ کہتی ہیں کہ: مجھے زبیرؓ کی غیرت یاد آ گئی اور شرم کی وجہ سے میں اونٹنی پر نہ بیٹھی۔ جب میں گھر پہنچی تو اپنے خاوند کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ انھوں نے کہا: ''سبحان اللہ! سر پر بوجھ لادنے سے شرم نہ آئی لیکن رسول اللہ ﷺ کے اونٹ پر بیٹھنے میں شرم وحیا مانع

ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد آپؓ کے والد حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو ایک غلام عطا کیا۔ آپؓ فرماتی ہیں: مجھے اس کی وجہ سے قدرے آرام وسکون ملا، وہ گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کی دیکھ بھال کرلیتا تھا۔

جرأت و بے باکی

جنگ کے موقع پر بھی آپؓ نے اپنی بہادری کا ثبوت پیش کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ: حضور ﷺ کے وصال کے بعد جب آپ کے شوہر یرموک کی ہولناک لڑائی میں تشریف لے گئے تو آپؓ بھی دوسری خواتین کی طرح ساتھ ساتھ رہیں اور جنگی خدمات پیش کیں۔ صحابیٔ رسول ابوواقد لیثیؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ: جنگِ یرموک میں وہ زبیرؓ سے کہہ رہی تھیں: اے ابوعبداللہ! بہ خدا! دُشمن کا ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اس کا پاؤں میرے خیمے کی رسیوں میں اُلجھ گیا اور منہ کے بل گر کر جہنم رسید ہوگیا، حالانکہ اس نے اسلحہ وغیرہ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

حضرت سعید بن عاص کے دورِ امارت میں جب مدینۂ منوّرہ میں بہت بدامنی پھیل گئی اور چوروں کی کثرت ہوگئی تو آپؓ اپنے سرہانے خنجر رکھ کر سویا کرتی تھیں۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر بڑی بے باکی سے جواب دیا کہ: اگر کوئی چور یا ڈاکو آئے گا تو اس خنجر سے اس کا شکم چاک کردوں گی۔

فہم وفراست

حضرت ابوبکرؓ کے مدینہ چلے جانے کے بعد آپؓ کے دادا ابوقحافہ نے (جو مسلمان نہ تھے) آپؓ سے کہا: بیٹی اسماء! ابوبکر ہمیں داغِ مفارقت دے گیا، اس نے اخراجات کے لیے کچھ چھوڑا بھی ہے یا نہیں؟ آپؓ فرماتی ہیں کہ: گھر میں پانچ یا چھ ہزار دینار تھے جو ابّا جان لے کر چلے گئے تھے۔ چنانچہ میں نے اپنے نابینا دادا کی تسلّی کے لیے تھیلی میں کچھ کنکر

ڈال کر اس الماری میں رکھ دیے جہاں دینار کی تھیلی رکھی جاتی تھیں۔ دادا کے پوچھنے پر میں نے اپنے نابینا دادا کا ہاتھ لے جا کر اس تھیلی پر رکھا اور کہا کہ: گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ ہے، کسی چیز کی کمی نہیں۔ دادا بھی خوش ہو گئے اور کہا: یہ ابوبکرؓ نے اچھا کیا۔ یہ ہمیں کام آئے گا۔ یہ آپؓ کی فہم اور عقلمندی کا ثبوت ہے۔ آپؓ کا یہ طرزِ عمل محض اپنے دادا کو مطمئن کرنے کے لیے تھا ورنہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اللہ پر پورا بھروسہ کر کے سارا مال لے گئے تھے؛ تا کہ اسے راہِ خدا میں خرچ کریں۔

قوتِ حافظہ

حضرت اسماءؓ کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ وہ اپنے بچپن اور جوانی کے واقعات بڑی دلچسپی سے سنایا کرتی تھیں۔ واقعہ فیل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: یہ ایک تاریخ کا مشہور قصّہ ہے جس کا ذکر خود اللہ ربّ العزت نے اپنے کلام میں بیان فرمایا ہے۔ اس وقت یمن کے حبشی حاکم ابرہہ مع اپنے لشکر کے مکہ معظّمہ پر حملہ آور ہوا، اس کے لشکر میں محمود نامی ایک دیو پیکر ہاتھی تھا اور چند دوسرے ہاتھی بھی تھے۔ اللہ نے اس کے لشکر پر ابابیلوں کے غول کے غول بھیج دیے جو ان ہاتھیوں والے پر کنکریوں کی بوچھار کرنے لگے اور چند ہی لمحوں میں انھیں کھائے ہوئے بھوسے (عصفِ ماکول) کی طرح کر کے رکھ دیا۔ اس میں سے دو فیل بان کسی طرح بچ گئے لیکن ان کی زندگی موت سے بھی بدتر تھی کیونکہ وہ اندھے اور لونجے ہو گئے تھے۔

حضرت اسماءؓ سے ۵۶/حدیثیں مروی ہیں جو صحیحین اور سنن میں موجود ہیں۔ راویوں میں سے حسبِ ذیل اصحاب ہیں: عبداللہ، عروہ (پسران)، عباد بن عبداللہ، عبداللہ بن عروہ (دو پوتے)، فاطمہ بنتِ منذر، ابن زبیرؓ، عبادہ بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن کیسان (غلام)، ابنِ عباس، صفیہ بنت شیبہ، ابن ابی ملیکہ، ابوبکر و عامر (پسرانِ عبداللہؓ) مطلب بن خطب، محمد منکدر، مسلم معریٰ ابونوفل ابن ابوعقرب، وہب بن کیسان۔

حضرت اسماءؓ اور قرآن

حضرت اسماءؓ کو قرآن فہمی میں زبردست درک حاصل تھا۔ آیاتِ قرآنی کے معانی و مفہوم کو اچھی طرح سمجھتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کے پوتے عبداللہ بن عروہؒ نے دریافت فرمایا کہ: صحابۂ کرامؓ کے سامنے جب قرآنِ کریم کی تلاوت کی جاتی تو ان کی کیا کیفیت ہوا کرتی تھی؟ تو آپؓ نے فرمایا: ان کی حالت ویسی ہی ہوتی جیسی اللہ نے قرآن میں ان کی صفت بیان کی کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور اللہ کے خوف وخشیت سے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے۔ حضرت عبداللہؒ نے دریافت فرمایا: آج کل تو لوگ قرآن سن کر بے ہوش ہوجاتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: نہیں، صحابہ کی یہ حالت نہ تھی، قرآن ایسی چیز نہیں جس کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو، اس کے لیے زیبا یہی ہے کہ اسے سن کر آنکھیں بھر آئیں اور دل میں خوف وخشیتِ الٰہی پیدا ہو۔

۞۞

مآخذ و مصادر:

(۱) طبقات ابن سعد اُردو
(۲) تذکارِ صحابیات
(۳) سیر الصحابیات
(۴) حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو
(۵) ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا
(۶) سیّدات مبشرات بالجنۃ
(۷) نساء مبشرات بالجنۃ
(۸) صحابیات مبشرات
(۹) صحابیات
(۱۰) نامور مسلمان خواتین
(۱۱) زندگیاں صحابہؓ کی

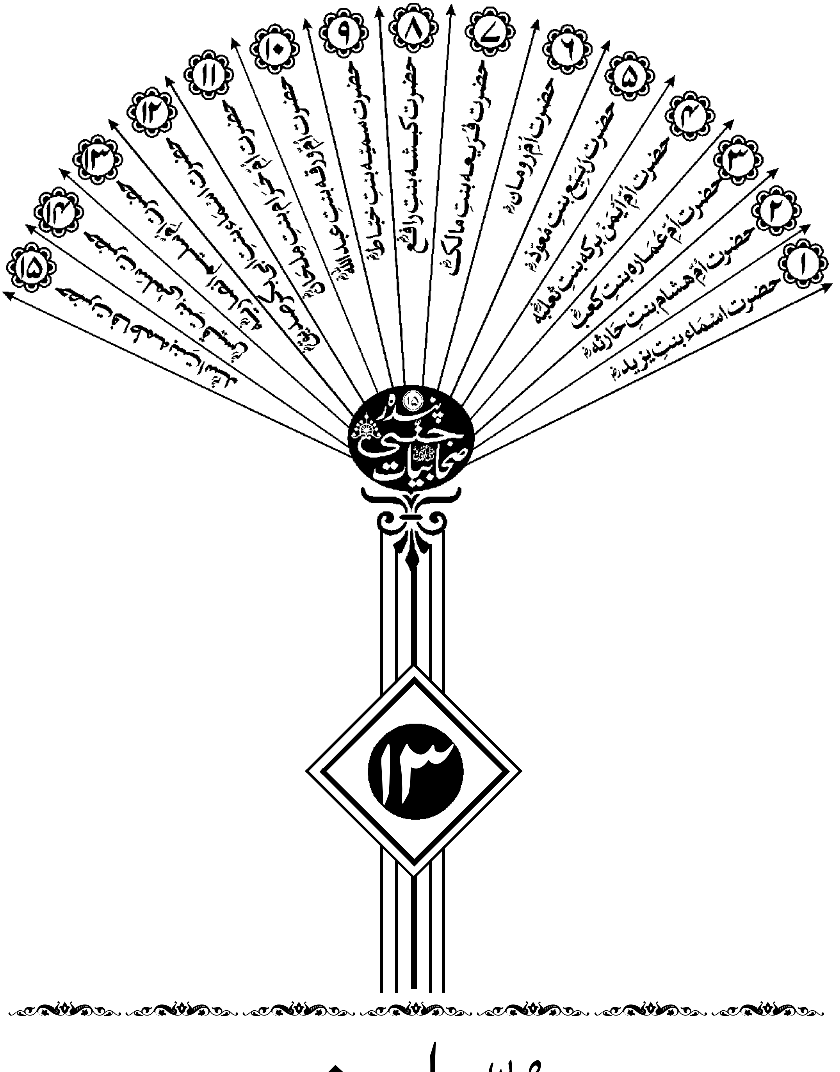

حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

نام : غمیصا
کنیت : اُمّ سلیم واُمّ انسؓ
والد کا نام : ملحان
والدہ کا نام : ملیکہ

آغازِ اسلام میں مسلمان ہوکر ''السابقون الاوّلون'' میں شامل ہوئیں۔ آپ نے دو نکاح کیے۔ پہلا نکاح مالک بن نضر سے اور دوسرا نکاح حضرت ابوطلحہؓ سے۔ آپ بنونجار سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ کے بطن سے حضرت انسؓ، ابوعمیر، عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ آپ نے غزوۂ اُحد، خیبر وحنین جیسے معرکوں میں بڑے جوش وخروش کے ساتھ حصہ لیا۔ وفات کے بارے میں اربابِ سیر نے کوئی صراحت نہیں کی۔ عشقِ رسول ﷺ آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اس کے علاوہ آپ علم وفضل، فہم وبصیرت، صبر وتحمل، جود وسخا جیسے اوصاف کی حامل تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے قدموں کی آہٹ سنی۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا: کون ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا: یہ انس بن مالک کی والدہ غمیصاء بنت ملحان ہے۔

حضرت اُمِّ سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا

ریحان بمبوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر دَور میں انبیا کی محنت سے ایک ایسی مختصر سی جماعت ضرور تیار ہوئی جس نے ضلالت و جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والی انسانیت کو رشد و ہدایت کے راستے پر گامزن کیا۔ وہ خاکدانِ ظلمانی میں اطاعتِ خداوندی کی بدولت بشارتِ الٰہی کے مظہر ثابت ہوئے اور عالمِ فانی ہی میں تمغۂ بہشتِ بریں کے مژدۂ جانفزا سے سرفراز ہوئے۔ خاتم الانبیا سیّد الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب پاک طینت نفوس تیار ہوئے جن میں کا ہر ایک فردِ واحد 'انجمن' کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان ہی انفاسِ قدسیہ میں سے ایک بابرکت ذات حضرت اُمِّ سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ ذیل میں آپ کی حیاتِ طیبہ کے چند گوشے ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں:

نام ونسب

آپ کا نام غمیصاء تھا، نیز رمیصاء، سہیلہ، رمیلہ، انیضہ اور رمیشہ بھی منقول ہے۔ کنیت اُمِّ سلیم اور لقب اُمِّ انس تھا۔ والدِ گرامی کا نام ملحان اور والدۂ محترمہ کا نام مُلَیکہ تھا۔ والد کی جانب سے آپ کا نسب یہ ہے: اُمِّ سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ اور والدۂ محترمہ کی جانب سے سلسلۂ نسب یوں بنتا ہے: مُلَیکہ بنت مالک بن عدی بن زید مناۃ۔ آپ رضی اللہ عنہا ایک انصاری صحابیہ ہیں قبیلۂ خزرج کی شاخ بنی نجار سے تعلق رکھتی ہیں۔ (سیر الصحابیات: ۱۲۹)

آبائی سلسلے سے آپ سلمیٰ بنتِ زید کی پوتی تھیں اور سلمیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب

کی والدہ تھیں۔اسی وجہ سے اُمّ سلیمؓ حضور ﷺ کی خالہ سے مشہور تھیں۔(تذکارِصحابیات:ص ۴۲۸)

نکاح واولاد

آپؓ کا پہلا نکاح مالک بن نضر سے ہوا جو آپ ہی کے قبیلہ بنی نجار سے تھے اور ان سے ایک صاحبزادے انسؓ پیدا ہوئے۔(صحابیات:ص ۲۰۵)

قبولِ اسلام کا پس منظر

ایک دفعہ مالک تجارت کی غرض سے شام گئے ہوئے تھے، اسی اثنا میں چند سعید الفطرت یثربی حضرات کی تبلیغ سے- جنھوں نے محسن عالم ﷺ کے دستِ بابرکت پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی- آپ حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئیں اور آپ کا شمار انصار کے ''السابقون الاوّلون'' میں ہوگیا۔اسی بنا پر حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے:

"اسلمت مع السابقين إلى الإسلام من الانصار."

جب شوہر ملک شام سے واپس آیا اور اس کے پردۂ سماعت سے یہ بات ٹکرائی کہ میری بیوی آبا وٗاجداد کے دین سے پھر گئی ہے، تو وہ نفرت وعناد کی سلگتی انگیٹھی میں جھلس کر کہنے لگا: کیا تم بے دین ہوگئی ہو؟ تو آپ نے بے خوف وخطر بڑی جرأت سے یہ جواب دیا: نہیں، میں بے دین نہیں ہوئی؛ بلکہ میں تو ایمان لے آئی ہوں۔مالک یہ جواب سن کر دم بخود رہ گیا اور طرح طرح کی دھمکیاں دینے لگا، مگر ان دھمکیوں کا آپؓ پر کوئی اثر نہ ہوسکا؛ کیونکہ اسلام کی محبت دل کے نہاں خانوں میں رچ بس چکی تھی۔

بیٹے کی اسلامی تربیت

اس واقعہ کے بعد اکثر اپنے فرزندِ ارجمند حضرت انسؓ کی تربیت کی طرف متوجہ رہتیں اور انھیں اسلام کی بنیادی تعلیمات اور شعائرِ اسلام کی تعلیم دیتیں۔اسی دَور کا ایک واقعہ ہے کہ اُمّ سلیمؓ اپنے بیٹے انسؓ کو کلمہ سکھا رہی تھیں اور حضرت انسؓ بار بار یہ کلمات دہرائے جا رہے تھے: " لا إله إلا الله محمد رسول الله ﷺ" مالک یہ منظر دیکھ کر

اپنی بیوی سے کہنے لگا: کیا تم میرے بیٹے کو بھی بے دین بنا رہی ہوں؟ سیّدہ اُمّ سلیمؓ نے بڑے پُر اعتماد لہجے میں کہا: میں اُسے بے دین نہیں بنا رہی ہوں؛ بلکہ سچّے دین اسلام کی تعلیم دے رہی ہوں اور اس کی تربیت کر رہی ہوں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اپنے لختِ جگر کو دین سے بیزار کردوں!

مالک روزانہ اسی طرح اپنے بیٹے کو اسلام کی تعلیم دینے سے منع کرتا رہا، لیکن حضرت اُمّ سلیمؓ اسلام کے رنگ میں کامل طور پر رنگ چکی تھیں؛ اس لیے انھوں نے نہایت استقامت و پامردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے قدموں کو اسلام پر جمائے رکھا اور اپنے فرزند انسؓ کو بھی اسی رنگ میں رنگتی رہیں اور بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئیں۔

مشرک شوہر سے علیحدگی

یہ کامیابی مالک کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ چنانچہ اس کی وجہ سے میاں بیوی میں سخت ناچاقی اور کشیدگی ہوگئی۔ مالک نے تنگ آکر اُمّ سلیمؓ کو یہ دھمکی دے دی کہ اگر تو اپنے اس فعل سے باز نہ آئی تو میں تجھے اور تیرے بیٹے کو چھوڑ کر شام چلا ؤں گا۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نے اس دھمکی کی بھی مطلق پروا نہ کی؛ کیونکہ ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی اپنے خاوند کو خوش کرنے سے ہزار درجہ بہتر و مقدّم تھی۔ جب مالک نے یہ دیکھا کہ بیوی کسی حال میں بات سننے کو تیار نہیں ہے تو وہ ناراض اور خفا ہو کر شام چلا گیا اور کچھ عرصہ زندہ رہ کر وہیں پیوندِ خاک ہوا۔ ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس کے کسی دُشمن نے موقع پا کر راستہ ہی میں موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ بہرحال دونوں میں سے جو بھی روایت صحیح ہو، اس میں کوئی شک نہیں کہ میاں بیوی کی یہ کشیدگی علیحدگی میں تبدیل ہوگئی تھی۔ (حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو: ص ۱۴۲)

دیکھیں کیا گزری ہے قطرے پہ گُہر ہونے تک

سیّدہ اُمّ سلیمؓ کو خاوند کے فوت ہوجانے کی خبر سن کر بڑا صدمہ ہوا۔ حالانکہ ان

کے اسلام قبول کرنے کے بعد خاوند اُن کے ساتھ ظالمانہ سلوک اور وحشیانہ برتاؤ کیا کرتا تھا، مگر چونکہ زندگی کے کئی سال اپنے خاوند کے ہمراہ ایک چھت تلے گزارے تھے۔ دونوں نے مل کر سرد وگرم حالات جھیلے تھے۔ حیاتِ فانی کے اس رفیقِ بے وفا کا بغیر دولتِ ایمان کے چلا جانا سخت حسرت وافسوس اور رنج وغم کا سبب بنا۔ خاوند کی وفات کے بعد بہت سے لوگوں نے آپؓ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی اور پیغامات بھیجے۔ مگر آپؓ نے بڑے استقلال اور کمالِ حوصلہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام لوگوں کے پیغامات کو یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ: جب تک میرا معصوم بچہ مجلسوں میں اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہ ہوجائے تب تک میں کسی سے نکاح نہیں کروں گی؛ کیونکہ میں یہ نہیں چاہتی کہ میرے بیٹے کو سوتیلے باپ کی وجہ سے ذراسی بھی تکلیف ہو۔ آپ ایسے وقت میں اگر نکاح کرلیتیں تو ہرگز قابلِ الزام نہ ہوتیں مگر پھر بھی آپ نے بیٹے کی تربیت کی خاطر دوسرا نکاح کرنا گوارا نہ کیا اور حضرت انسؓ کو کتابِ الٰہی کی غذا فراہم کرنے لگیں اور سیّدنا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے سیراب کرنے لگیں یہاں تک کہ انسؓ مجلسوں میں اٹھنے بیٹھنے کے قابل ہوگئے۔

خادمِ رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ

چند ماہ کے بعد جب سرکارِ دوعالم ﷺ ہجرت کرکے مدینۂ منورہ تشریف لائے تو حضرت اُمّ سلیمؓ اپنے صاحبزادے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرا لختِ جگر ہے، آپ اس کے لیے دُعا فرمائیں تو آپ ﷺ نے دُعا فرمائی۔ حضرت انسؓ کی عمر کم وبیش دس سال کی تھی، سیّدہ اُمّ سلیمؓ اپنے فرزند انسؓ کو لے کر حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میں نے اس کو بڑے ارمانوں سے پالا ہے۔ میں نے اپنی کڑیل جوانی کا خون دے کر اس کے چراغِ زندگی کو روشن کیا ہے۔ میری دِلی تمنّا ہے کہ یہ تادمِ حیات آپ کی خدمت کا فریضہ انجام دے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُمّ سلیمؓ کی اس سعادت مندانہ

درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور حضرت انسؓ کو زندگی کے آخری لمحہ تک اپنی خدمت کے لیے منتخب فرمایا۔(نامور مسلمان خواتین:ص ۵۵)

حضرت اُمّ سلیمؓ کی اس قابلِ رشک تربیت و پرورش کے متعلق خود حضرت انسؓ فرماتے تھے: اللہ تبارک وتعالیٰ میری والدہ کو بہترین بدلہ عنایت فرمائیں کہ انھوں نے بڑی خوبی سے میری پرورش اور تربیت کی ہے۔(تذکارِ صحابیات:ص ۴۳۹)

یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے

ہجرت کے چند ماہ بعد حضرت اُمّ سلیمؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ انصار اور مہاجرین کے مابین بھائی چارہ (مواخات) قائم کرنے کے لیے آپ کے مکان میں جمع ہوئے۔(تذکارِ صحابیات:ص ۴۳۱)

دوسرا نکاح اور سب سے انوکھا و نرالا مہر

آپؓ کے قبیلہ کے ایک صاحب زید بن سہیل۔ جو'ابوطلحہ' کنیت سے مشہور تھے۔ وہ ایک مدّت سے آپؓ کے ساتھ نکاح کرنے کا خواہاں تھے۔انھوں نے سیّدہ اُمّ سلیمؓ کی سلیقہ شعاری، صدق و وفا اور شجاعت و جرأت اور صبر و تحمل سے متأثر ہو کر نکاح کا پیغام دیا اور دل میں یہ عہد کرلیا کہ اُمّ سلیمؓ جس قدر بھی مہر کا مطالبہ کرے گی میں اس کو پورا کروں گا۔اس کا یہ خیال تھا کہ مالدار ہونے کی بنا پر میرا نکاح اُمّ سلیمؓ سے بہ آسانی ہو جائے گا۔لیکن اُمّ سلیمؓ صدق وصفا اور تقویٰ و پرہیز گاری کی بنا پر اس سے بالکل برعکس تھیں۔ انھیں مال و دولت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

جب ابوطلحہ نے اُمّ سلیمؓ کو اس کی پیشکش کی تو حضرت اُمّ سلیمؓ نے آبِ زر سے لکھنے کے قابل یہ خوبصورت ایمان افروز جواب دیا: میرا مہر تو اسلام ہے۔ پھر حضرت اُمّ سلیمؓ نے کہا کہ: اے ابوطلحہ! تم جس خدا کی پوجا کرتے ہو وہ ایک لکڑی ہے جو زمین سے اُگتی ہے۔ پھر بڑھئی اس کو تراش کر بُت کی شکل دے دیتا ہے، جو کسی کو نہ نقصان پہنچا

سکتا ہے نہ نفع، اور میں خدائے واحد کی پرستار ہوں، کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرسکتی۔ بھلا تم ہی سوچو میرا اور تمہارا ملاپ کیسے ہوسکتا ہے؟ ابوطلحہ نے اصرار کیا، تو حضرت اُمّ سلیمؓ نے صاف کہہ دیا کہ: اے ابوطلحہ! تمھیں شرم نہیں آتی کہ تم ایک ایسی لکڑی کی پوجا کرتے ہو جو زمین سے اُگتی ہے، پھر ایک حبشی اسے چیر پھاڑ کر بُت کی شکل دے دیتا ہے۔ ابوطلحہ خاموش ہوگئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اُمّ سلیمؓ نے فرمایا: اگر تم کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوجاؤ تو میں بہ خوشی نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں؛ بلکہ تمہارا اسلام لانا ہی میرے لیے کسی مہر سے کم نہ ہوگا۔ ابوطلحہ نے سوچنے اور غور فکر کرنے کے لیے وقت مانگا۔

حضرت اُمّ سلیمؓ نے یہ باتیں ایسے حکیمانہ انداز میں کہی تھیں کہ: ابوطلحہ کے قلب میں اسلام کی محبت سرایت کرگئی اور اسی سوچ و فکر میں اپنے گھر کی طرف چل دیے۔ پھر کچھ اور غور و فکر کرنے کے بعد اُمّ سلیمؓ کی خدمت میں حاضری دی اور بہ آوازِ بلند کلمۂ شہادت پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا۔

حضرت اُمّ سلیمؓ نے اپنے لائق فائق بیٹے انسؓ سے کہا کہ جاؤ ابوطلحہؓ کے ساتھ میرے نکاح کا اہتمام کرو۔ چنانچہ اسلام ہی کو 'مہر' مان کر دونوں کا باہم نکاح کردیا گیا۔ صاحبزادے حضرت انسؓ فرمایا کرتے تھے کہ: یہ عجیب و غریب مہر تھا۔ اسلام کو بطور مہر مقرر کیے جانے کا اعزاز اسلامی تاریخ میں صرف اُمّ سلیمؓ کو حاصل ہوا۔ اس فضل اور خصوصیت میں کوئی اور ان کا شریک نہیں۔ حضرت ثابتؒ کہا کرتے تھے کہ: میں نے اُمّ سلیمؓ سے افضل کسی کا مہر نہیں سنا۔ نکاح کے بعد حضرت ابوطلحہؓ نے بیعتِ عقبہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ (صحابیات: ص۲۰۶)

مہمان کی آمد

حضرت ابوطلحہؓ سے نکاح کے بعد زندگی کا وہ گوشہ بھی مکمل ہوگیا جو مالک کے چلے

جانے کے بعد ایک مدّت تک تشنۂ تکمیل رہا۔ شوہر نامدار کی نسبت وموجودگی سے ہر لمحہ آسودگی کا احساس چھایا رہتا۔ دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے، اسی دوران اُمّ سلیمؓ کے بطن سے ایک خوبصورت حسین وجمیل بچّے نے جنم لیا۔ دونوں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، بڑی مدّت کے بعد یہ گود ہری ہوئی تھی۔ ہردم بچہ آنکھوں کا تارا اور دل کا سہارا بن کر نگاہوں کے سامنے رہتا۔ ابوطلحہؓ اپنے ننھے منّے معصوم لختِ جگر 'ابوعمیر' کے لیے ایک چھوٹا سا خوبصورت پرندہ لے آئے تھے جس کے ذریعے وہ کھیلا کرتا تھا۔ ایک دن وہ پرندہ اچانک فوت ہوگیا۔ معصوم بچے کو اس کے فوت ہوجانے کا بڑا صدمہ ہوا؛ کیونکہ وہ اس کے ذریعے کھیلا کرتا تھا جس کی وجہ سے اس سے بے انتہا اُنس و محبت ہوگئی تھی۔ حضرت ثابتؓ سیّدنا انس بن مالکؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے گھر تشریف لائے تو بچے کو افسردہ وغمگین دیکھ کر آپ ﷺ نے اہلِ خانہ سے دریافت کیا کہ بچہ غمزدہ کیوں ہے؟ اہلِ خانہ نے بتلایا کہ اس کا پرندہ مرگیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے بچّے کے سر پر دستِ شفقت رکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا: "یا ابا عمیر مافعل النغیر؟" اے ابوعمر! تیرے چھوٹے پرندے کا کیا ہوا؟ حضور ﷺ کے اس مایوس کن انداز سے ابوعمیر ہنس دیے اور پھر کھیل کود میں مشغول ہوگئے۔ بعد میں یہی جملہ عربی زبان وادب میں ضرب المثل بن گیا۔

پیکرِ صبر وتحمل

یہی ابوعمیر کچھ مدّت بعد بیمار رہنے لگے۔ ایک دن صبح کے وقت طبیعت بڑی خراب ہوگئی۔ حضرت ابوطلحہؓ کسی ضروری کام سے مدینے سے باہر گئے ہوئے تھے اور یہاں لختِ جگر دارِ فانی سے کوچ کرگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

میں کیسے کہوں یارِ مہرباں تجھ سے
کہ تو ہی علاج تھا میری ہر اُداسی کا

بڑی اُمیدوں اور تمنّاؤں کے بعد وجود پانے والی گلشنِ اُمّ سلیمؓ کی یہ کلی بِن کھلے مرجھا گئی؛ مگر اس قدر اندوہناک حادثے کے باوجود اُمّ سلیمؓ نہ روئیں، نہ چلائیں؛ بلکہ صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے گھر کے دوسرے افراد تک کو منع فرما دیا کہ ابوطلحہؓ کو کوئی اس حادثے کی خبر نہ دے، میں خود ان کو خبر دوں گی۔ پھر اپنے لختِ جگر کو نہلا دُھلا کر کفنایا اور قبرستان میں ابدی نیند سلا دیا۔ شام کے وقت حضرت ابوطلحہؓ جب گھر پہنچے تو انھوں نے آتے ہی اپنی زوجۂ محترمہ سے دریافت کیا کہ ابوعمیر کا کیا حال ہے؟ تو آپؓ نے بڑا عجیب جواب دیا کہ: جس حالت میں تم اس کو چھوڑ کر گئے تھے اس سے بہتر حالت میں ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ یہ سمجھے کہ اب بچّے کی طبیعت ٹھیک ہوگئی ہے۔ آپ نے ہاتھ منہ دھو کر سفر کی تھکان اُتاری۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نے جلدی جلدی آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد آپ بستر پر لیٹے اور بیوی کا حق ادا کیا۔ پھر آخری شب میں جب حضرت ابوطلحہؓ غسل سے فارغ ہوگئے تو سیّدہ اُمّ سلیم نے ان سے کہا کہ: کوئی آدمی کسی چیز کو امانت میں دے دے، پھر وہ اس کی واپسی کا مطالبہ کرے تو کیا ہمیں وہ چیز واپس دے دینی چاہیے؟ حضرت ابوطلحہؓ نے کہا؛ کیوں نہیں وہ تو اس کا حق ہے۔ تب حضرت اُمّ سلیمؓ نے کہا کہ: ہمارے پاس بھی ابوعمیر اللہ کی امانت تھا، اب وہ واپس لے لیا گیا۔ ابوطلحہؓ یہ سن کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ حیرت واستعجاب اور غم واندوہ کی تیز آندھیاں صبر وتحمل کے مضبوط محل کو پاش پاش کر گئیں اور ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اپنی بیوی سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ صبح ہوتے ہی حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سارا واقعہ کہہ سنایا تو حضور ﷺ نے تسلّی دیتے ہوئے ابوطلحہؓ کو دعائیں دیں کہ: اللہ تعالیٰ آپ کو ابوعمیر کا نعم البدل عطا فرمائیں اور اس رات میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین! (تذکارِ صحابیات: ص ۴۳۵)

اور قسمت جاگ اٹھی

حضور ﷺ کی دعا ہی کی برکت تھی کہ حضرت اُمّ سلیمؓ کو پھر حمل ٹھہرا۔ حمل کے دن پورے ہونے کے قریب تھے۔ حضرت اُمّ سلیمؓ اور ان کے خاوند حضرت ابوطلحہؓ دونوں حضور ﷺ کے ہمراہ ایک سفر سے لوٹ رہے تھے۔ دورانِ سفر حضرت اُمّ سلیمؓ کو دردِ زہ شروع ہوگیا۔ حضرت ابوطلحہؓ حضرت اُمّ سلیمؓ کے ہمراہ اسی جگہ ٹھہر گئے۔ پھر حضرت ابوطلحہؓ نے اپنا چہرہ آسمان کی جانب اٹھایا اور کہا: اے باری تعالیٰ! آپ جانتے ہیں کہ مجھے یہ پسند ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نکلیں تو میں بھی ان کے ساتھ نکلوں اور جب وہ داخل ہوں تو میں بھی داخل ہوں اور اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ مجھے اس چیز نے رسول اللہ ﷺ کی محبت سے روکے رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت اُمّ سلیمؓ نے حضرت ابوطلحہؓ سے کہا کہ: اب میں دردِ زہ محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ میری وجہ سے آپ آقائے نامدار ﷺ کی صحبت کو نہ چھوڑیئے۔ پھر دونوں نے دوبارہ رختِ سفر باندھا اور منزلِ مقصود پر پہنچ گئے۔ منزل پر پہنچ کر حضرت اُمّ سلیمؓ کے بطن سے ایک بچہ کی ولادت ہوئی۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نے اپنے اِردگرد عورتوں سے کہا کہ: کوئی بھی اس بچہ کو دودھ نہ پلائے جب تک کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ لے جایا جائے۔ صبح ہوتے ہی حضرت انسؓ اس بچّے کو لے کر سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب انسؓ کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ: شاید اُمّ سلیمؓ کے یہاں کسی بچّے نے جنم لیا ہے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا: جی ہاں یارسول اللہ! چنانچہ حضور ﷺ نے مدینہ کی سب سے عمدہ کھجور 'عجوہ' منگوائی اور اس کو اپنے دہنِ مبارک میں رکھا یہاں تک کہ وہ پگھل کر نرم ہوگئی پھر اس کو اس بچّے کے منہ میں رکھا، فوراً بچہ اس کھجور کو چوسنے لگا۔ آپ ﷺ نے اس بچہ کا نام 'عبداللہ' رکھا۔ حضور ﷺ کی بابرکت دُعا کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان ہی عبداللہ کی پشت سے دس ماہر علمائے کرام کو پیدا فرمایا اور ایک روایت کے مطابق سات حافظِ

قرآن کو۔(صور من حیاۃ الصحابیات:ص۱۰۱)

پھر گلستاں گلستاں بہار آ گئی
اور چمن کا چمن مسکرانے لگا

غزوۂ احد

۲ھ میں حضرت اُمّ سلیمؓ اپنے شوہر حضرت ابوطلحہؓ کے ہمراہ بڑے جوش وخروش کے ساتھ جنگِ احد میں شریک ہوئیں۔ حضرت ابوطلحہؓ سرورِ کونین رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں سینہ سپر ہو کر دشمنوں کے تیر اپنے سینے پر روک رہے تھے اور سیّدہ اُمّ سلیمؓ بڑی مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے زخمیوں کو پانی پلاتی پھر رہی تھیں۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ: میں نے دورانِ جنگ حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلیمؓ کو مشک بھر بھر کر لاتے ہوئے دیکھا۔ مشکیزوں میں پانی ختم ہو جاتا تو دوبارہ وہ دوڑ کر بھر لاتیں اور زخمیوں کو سیراب کرتیں۔(صحابیات:ص۲۰۶)

غزوۂ خیبر

۶ھ میں محمد عربی ﷺ غزوۂ خیبر کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت اُمّ سلیمؓ بھی دیگر صحابیات کے ہمراہ اسلامی لشکر کے پیچھے روانہ ہوئیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے خفا ہو کر پوچھا کہ تم کس کی اجازت سے اور کس کے ساتھ آئی ہو؟ حضرت اُمّ سلیمؓ نے عرض کیا کہ: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان! ہم لوگ اون کاتنے کا کام کرتے ہیں اور اس کی آمدنی سے خدا کی راہ میں اعانت کرتے ہیں، ہمارے پاس زخمیوں کا سامان بھی موجود ہیں جس سے ہم زخمیوں کی مرہم پٹّی کرتے ہیں، لوگوں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے ہیں اور ستّو گھول گھول کر پلاتے ہیں۔ ہمیں شریک ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ یہ جواب سن کر حضور ﷺ نے سیّدہ اُمّ سلیمؓ کو معرکے میں شرکت کی اجازت دے دی۔(تذکارِ صحابیات:ص۴۳۱)

غزوۂ خیبر کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا تو اُس وقت حضرت صفیہؓ کو نہلا دُھلا کر اور بالوں میں کنگھی کر کے دُلہن کا رُوپ دینے کی خدمت بھی آپ ہی نے انجام دی۔ (سیر الصحابیات: ص ۱۳۰)

غزوۂ حنین

۸ ہجری میں فتحِ مکہ کے بعد حنین کا معرکہ پیش آیا، جس میں سیّدہ اُمّ سلیمؓ نے بڑی ہمّت و جرأت کا مظاہرہ کیا۔ جنگ کا آغاز ہوتے ہی بنو ہوازن کے ماہر تیر اندازوں نے ایسے تیر برسائے کہ مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں اور لوگ اُلٹے پاؤں بھاگنے لگے۔ اس وقت چند جاں نثار صحابہؓ بے خوف و خطر شمعِ نبوت کے اِرد گرد پروانہ وار لڑ رہے تھے اور آپ ﷺ کی لسانِ مبارک پر یہ کلمات جاری تھے:

أنا النبی لا کذب انا بن عبدالمطلب

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضور ﷺ نے حضرت عباسؓ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو آواز دو۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے تعمیلِ حکم میں بہ آوازِ بلند پکارا کہ: اے جماعتِ انصار! اے اصحابِ شجرہ! تم لوگ کہاں ہو؟ یہ سن کر سب نئے جوش و خروش کے ساتھ حضور ﷺ کے اِرد گرد جمع ہو گئے اور متحد ہو کر ایک ساتھ کفار پر اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ دُشمن کو دانتوں تلے پسینہ آ گیا۔

گھمسان کا رن پڑا۔ حضور ﷺ کے دائیں بائیں حضرت ابوطلحہؓ نہایت جوانمردی کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ وہیں قریب میں حضرت اُمّ سلیمؓ خنجر لیے ہوئے شمعِ نبوت پر جاں نثار کرنے کے لیے تیار کھڑی تھیں۔ جب لڑائی کا زور کم ہوا تو حضرت ابوطلحہؓ نے سیّدہ اُمّ سلیمؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: دیکھئے یا رسول اللہ! اُمّ سلیمؓ خنجر ہاتھ میں لیے کھڑی ہیں۔ حضور ﷺ نے سیّدہ اُمّ سلیمؓ سے پوچھا: خنجر سے کیا کرو گی؟ تو

حضرت اُمّ سلیمؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! اگر کوئی مشرک سامنے آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔ یہ سن کر رسالتِ مآب ﷺ کے چہرے پر مارے فرطِ مسرّت کے نجومِ تبسم جگمگا اُٹھے۔ پھر حضرت اُمّ سلیمؓ نے کہا: یا رسول اللہ! جو لوگ فرار ہو گئے ہیں ان کے قتل کا حکم فرما دیجیے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا نے خود ان کا انتظام کر دیا ہے۔

(حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو: ص ۱۵۹)

دیگر غزوات میں شرکت

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوات میں حضرت اُمّ سلیمؓ اور بعض انصاری خواتین کو ساتھ رکھتے، جو معرکے میں شریک ہو کر زخمیوں کو پانی پلاتیں اور مرہم پٹّی کرتیں۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُحد، خیبر، اور حنین کے علاوہ بھی حضرت اُمّ سلیمؓ نے کئی دوسرے غزوات میں حصہ لیا ہو گا۔ (صحابیات: ص ۲۰۷)

قابلِ رشک ایثار و قربانی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور شدّتِ بھوک کا سوال کیا؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کی طرف پیغام بھیجا کہ کھانے کی جو چیز گھر میں موجود ہو وہ بھیج دیں تاکہ حاجت مند کی حاجت برآری کی جاسکے۔ لیکن تمام ازواجِ مطہرات کی جانب سے ایک ہی جواب آیا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر سرکارِ دو جہاں ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کی طرف متوجّہ ہو کر فرمایا کہ: کون اس شخص کو اپنا مہمان بنائے گا؟ یہ سنتے ہی مجلس میں سے حضرت ابوطلحہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس خدمت کے لیے تیار ہوں، چنانچہ اس شخص کو لے کر اپنے گھر گئے اور اپنی زوجۂ محترمہ سے کہا: کیا گھر میں کچھ کھانا موجود ہے؟ بیوی نے کہا: صرف بچوں کا کھانا موجود ہے؛ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے ارشاد فرمایا کہ: بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو، جب وہ سو جائیں گے

تو ہم ان کا کھانا مہمان کے سامنے پیش کر دیں گے اور تم چراغ درست کرنے کے بہانے سے اُسے بجھا دینا اور ہم اندھیرے میں مہمان کے ساتھ بیٹھ کر یہ ظاہر کریں گے کہ ہم بھی ساتھ میں کھانا کھا رہے ہیں۔ چنانچہ میاں بیوی نے ایسا ہی کیا اور خود بچوں سمیت بھوکے رہ کر رسولِ خدا ﷺ کے مہمان کو سیراب کیا۔ صبح حضور ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ کو دیکھتے ہی یہ ارشاد فرمایا کہ: تم دونوں نے مہمان کے ساتھ جس حسنِ سلوک سے کام لیا وہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا۔ اور تمہارے حق میں یہ آیتِ شریفہ نازل فرمائی:

"وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ."

ترجمہ: اور وہ اپنے آپ پر مہاجرین کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود ان کے ساتھ فاقہ ہی کیوں نہ ہو۔ (حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو: ص ۱۴۹)

توکّل و مہمان نوازی

ایک دفعہ حضرت ابوطلحہؓ گھر آئے اور حضرت اُمّ سلیمؓ سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں، کچھ کھانے کے لیے بھیج دو۔ انھوں نے کچھ روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر فرزند انسؓ کو دیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دے۔ جب حضرت انسؓ مسجد میں پہنچے تو اس وقت سرکارِ دو عالم ﷺ کے اِرد گرد صحابۂ کرامؓ کا مجمع بھی بیٹھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت انسؓ کو دیکھتے ہی فرمایا: کیا تمھیں ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا: جی ہاں! ارشاد فرمایا: تم جاؤ، ہم آ رہے ہیں۔ پھر رسولِ عربی ﷺ تمام صحابۂ کرامؓ کو لے کر اُمّ سلیمؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔

حضرت ابوطلحہؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دیگر صحابۂ کرامؓ کو آتا دیکھ کر پریشان و حیران ہوگئے۔ حضرت اُمّ سلیمؓ سے مشورہ کیا کہ اب کونسی تدبیر اختیار کی جائے کہ ہر ایک کو سیراب کیا جا سکے، تو حضرت اُمّ سلیمؓ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ: ان باتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضور ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ صحابۂ کرامؓ کے

ہمراہ حضرت اُمّ سلیمؓ کے مکان میں داخل ہوئے تو حضرت اُمّ سلیمؓ نے ماحضر روٹیاں اور سالن خدمتِ اقدس میں پیش کردیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کھانے میں اس قدر برکت عطا فرمائی کہ ہر ایک نے سیر ہوکر کھایا اور اس کے بعد بھی بچ رہا۔ (سیر الصحابیات: ص ۱۳۳)

سخاوت اور خدمتِ اقدس میں ہدیہ پیش کرنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: میری والدہ کے پاس ایک بکری تھی، جس کے دودھ سے وہ گھی بنا کر ایک کپّی میں جمع کرتی تھی۔ جب وہ کپّی گھی سے بھرگئی تو حضرت اُمّ سلیمؓ نے اپنی زیرِ کفالت لڑکی کے ہاتھ وہ کپّی حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بھیجی۔ جب وہ لڑکی حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اہلِ خانہ سے ارشاد فرمایا کہ اس کپّی میں سے گھی نکال کر یہ کپّی اس لڑکی کو واپس کردو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ کپّی واپس کردی گئی۔ جب وہ لڑکی اس کپّی کو لے کر گھر آئی تو حضرت اُمّ سلیمؓ گھر میں موجود نہ تھی۔ پھر جس وقت حضرت اُمّ سلیمؓ گھر آئیں تو کپّی کو لبالب بھرا ہوا دیکھا، جس میں سے گھی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ حضرت اُمّ سلیمؓ نے فوراً لڑکی سے پوچھا کہ: اے بیٹی! کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ یہ کپّی حضور ﷺ کی خدمت میں دے آؤ۔ لڑکی نے کہا: میں دے آئی تھی۔ اگر آپ کو مجھ پر اعتماد نہ ہو تو آپ حضور ﷺ سے پوچھ لیں۔

چنانچہ حضرت اُمّ سلیمؓ اس لڑکی کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہا یارسول اللہ! میں نے اس لڑکی کے ذریعے آپ کی خدمت میں ایک کپّی بھیجی تھی جس میں گھی تھا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ لڑکی آئی تھی اور گھی دے گئی تھی۔ یہ سنتے ہی حضرت اُمّ سلیمؓ نے قسم کھا کر فرمایا کہ وہ کپّی ایسی ہی بھری ہوئی ہے، اس میں سے گھی بھی ٹپک رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: اے اُمّ سلیم! تجھے اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے رزق دیا ہے۔ کھا اور کھلا۔ حضرت اُمّ سلیمؓ

فرماتی ہیں کہ: میں گھر آئی اور اس گھی کو عزیز واقارب میں تقسیم کر دیا۔ پھر بھی اتنا بچ گیا کہ دو ماہ تک ہم اس سے سالن بنانے کا کام لیتے رہے۔ (تذکارِ صحابیات: ص ۴۳۸)

۵ھ میں جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا تو اُمِّ سلیمؓ نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر صاحبزادے انسؓ کے ہاتھوں خدمتِ اقدس میں یہ کہہ کر بھیجا کہ: اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمالیں۔ حضور ﷺ نے بخوشی اسے قبول فرمالیا۔

اسی طرح جب انصار نے مہاجرین کی مدد کرتے ہوئے اپنے کھجور کے درخت دیے تھے اُس وقت حضرت اُمِّ سلیمؓ نے بھی ایک کھجور کا درخت حضور ﷺ کو ہدیہ میں دیا تھا۔ پھر جب مہاجرین نے انصار کی عطیہ کی ہوئی چیزیں لوٹا دیں تو اس وقت حضور ﷺ نے بھی حضرت اُمِّ سلیمؓ کو وہ باغ لوٹا دیا۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۲۷۴)

محمد ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت اُمِّ سلیمؓ سے مشک عطر ہدیتاً مانگا تو حضرت اُمِّ سلیمؓ نے مجھے وہ عطر ہدیتاً دے دیا۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص ۲۷۹)

حضرت انسؓ کے لیے دُعا کی درخواست

ایک مرتبہ جب رسول اللہ ﷺ حضرت اُمِّ سلیمؓ کے مکان پر تشریف لائے تو حضرت اُمِّ سلیمؓ نے حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں کھجوریں اور مکھن پیش کیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: میں روزہ سے ہوں۔ پھر کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ نفل نماز ادا کی اور اُمِّ سلیمؓ کے گھرانے کے لیے دُعا فرمائی۔ حضرت اُمِّ سلیمؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! مجھے اپنے لختِ جگر سے بہت محبت و پیار ہے؛ اس کے لیے خصوصی دُعا فرمائیں۔ چنانچہ رحمتِ نبی جوش میں آگئی اور آپ ﷺ نے دوبارہ دستِ بابرکت اٹھائے اور حضرت انسؓ کے حق میں ان الفاظ میں دُعا فرمائی: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں برکت عطا فرما اور اس کی عمر میں بھی برکت عطا فرما۔ اس دُعا کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسؓ کو مال اور اولاد میں بہت برکت دی اور طویل عمر عطا فرمائی۔ (تذکارِ صحابیات: ص ۴۴۶)

انس رضی اللہ عنہ کو راز داری کی نصیحت کرنا

ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو کسی مخصوص کام کے لیے بھیجا اور خود ایک درخت کے سائے میں حضرت انسؓ کا انتظار فرمانے لگے۔ جب حضرت انسؓ اس کام سے فارغ ہوکر واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو گھر کی طرف روانہ کردیا اور خود کاشانۂ اقدس کی طرف تشریف لے گئے۔ جب حضرت انسؓ گھر پہنچے تو حضرت اُمّ سلیمؓ نے ان سے پوچھا کہ: آج واپس آنے میں کیوں تاخیر ہوگئی؟ تو حضرت انسؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مخصوص کام کے لیے گیا ہوا تھا۔ پھر حضرت اُمّ سلیمؓ نے حضرت انسؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ راز کسی سے نہ کہنا۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے زندگی بھر اس راز کو اپنے سینے میں محفوظ رکھا۔ (تذکارِ صحابیات: ص ۴۳۸)

سیّدہ اُمّ سلیمؓ کا عشقِ رسول

سیّدہ اُمّ سلیمؓ ہر گھڑی اور ہر لمحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سمیٹنے کی فکر میں سرگرداں رہتی تھیں۔ براء بن زید بن انس بن مالکؓ سے روایت ہے، وہ اپنی والدہ اُمّ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے غریب خانے پر تشریف لائے، وہاں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشکیزہ کو اپنے دہن مبارک سے لگا کر پانی پیا۔ حضرت اُمّ سلیمؓ یہ دیکھ کر اُٹھیں اور مشکیزہ کا وہ حصہ جسے لب ہائے نبوت سے مس ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا، کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا۔

اسی طرح ایک دفعہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضرت اُمّ سلیمؓ کو گھر میں موجود نہ پاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چمڑے کے بستر پر لیٹ کر آرام فرمانے لگے۔ بستر پر لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ اِدھر جب اُمّ سلیمؓ گھر میں داخل ہوئیں تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں اور پسینہ مبارک نکل کر ایک چمڑے کے ٹکڑے میں جمع ہو رہا ہے۔ حضرت اُمّ سلیمؓ جھٹ پٹ چھوٹی چھوٹی شیشیوں کو لاکر اس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ جمع کرنے

لگیں۔ اچانک حضور ﷺ بیدار ہوگئے تو حضرت اُمّ سلیمؓ سے فرمایا: کیا کررہی ہو؟ حضرت اُمّ سلیمؓ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! آپ کا پسینہ مبارک جمع کررہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے۔(نساءمبشرات بالجنۃ:ص۲۷۹)

حضرت انسؓ کو بھی سرکارِ دو عالم ﷺ سے نہایت محبت تھی۔ جب اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ: میرے غسل کے پانی میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے پسینۂ مبارک کو ملا دیا جائے۔(صحابیات مبشرات بالجنۃ:ص۲۸۳)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ: جب رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں حلق کروایا تو حضرت اُمّ سلیمؓ نے حضرت ابوطلحہؓ کو وہاں بھیج کران موہائے مبارک کو منگوالیا اور اُنھیں ایک عطر کی شیشی میں ملا دیا۔(طبقات ابن سعد:۸/۲۱)

روایتِ حدیث میں آپؓ کا مقام

سیّدہ اُمّ سلیمؓ کو حضور ﷺ سے روایتِ حدیث کا بھی شرف حاصل ہوا۔ آپؓ نے کل چودہ روایتیں نقل کی ہیں، جن میں سے دو صحیحین میں مذکور ہیں، اس کے علاوہ امام بخاریؒ نے ایک اور امام مسلمؒ نے دو اور روایتیں بھی ذکر کی ہیں۔(نساءمبشرات بالجنۃ:ص۲۸۸)

حضرت انسؓ، حضرت ابن عباسؓ، زید بن ثابتؓ، ابوسلمہؓ اور عمرو بن عاصمؒ وغیرہ آپؓ کے راویوں میں شامل ہیں۔ لوگ آپؓ سے مسائل بھی دریافت کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ثابتؓ کے مابین ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا تھا تو ان بزرگوں نے ان ہی کو حَکم مانا تھا۔

علم کے حاصل کرنے کا جذبہ فراواں اس قدر تھا کہ مسائل کے پوچھنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ اور عار محسوس نہ کرتیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا خواب میں عورت پر غسل واجب ہوتا ہے؟ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ ان باتوں کو سن رہی تھیں، بے اختیار ہنس پڑیں اور کہا: تم نے عورتوں کی

بڑی رُسوائی کی۔ بھلا عورتوں کو بھی کبھی ایسا ہوتا ہے! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں، آخر بچّے ماں کے ہم شکل کیوں ہوتے ہیں۔ (سیر الصحابیات: ص ۱۳۱)

حضور ﷺ کی حضرت اُمّ سلیم سے محبت

حضور ﷺ کو حضرت اُمّ سلیمؓ سے بے انتہا محبت تھی۔ انھیں یہ شرف بھی حاصل تھا کہ حضور ﷺ ازواجِ مطہرات کے علاوہ جن عورتوں کے گھر وقتاً فوقتاً تشریف لے جاتے تھے، اُن میں آپ کا گھر بھی تھا۔ بہت سی مرتبہ حضور ﷺ دوپہر کو قیلولہ بھی فرماتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ازواجِ مطہرات کے علاوہ کسی عورت کے یہاں نہیں جاتے تھے لیکن اُمّ سلیمؓ مستثنیٰ تھیں۔ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا: مجھے ان پر رحم آتا ہے کہ ان کے بھائی حرامؓ نے میری حمایت شہادت پائی ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ حج کے لیے تشریف لے جانے لگے تو سیّدہ اُمّ سلیمؓ سے پوچھا کہ: اُمّ سلیم! کیا تم حج کے لیے نہ جاؤ گی؟ حضرت اُمّ سلیمؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس دو ہی سواریاں تھیں جن میں سے ایک پر میرے خاوند سوار ہو کر حج کو گئے اور دوسرے کو ہمارے لیے چھوڑ دیا جس پر ہم بوجھ لاد کر لاتے ہیں، اب میرے پاس کوئی سواری نہیں۔ یہ سنتے ہی حضور ﷺ نے حضرت اُمّ سلیمؓ کو ازواجِ مطہرات کے ہمراہ سوار کرا دیا اور اپنے ساتھ حج کو لے گئے۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ نے ان کو حج کی فضیلت حاصل کرنے کا طریقہ بتلایا کہ: جب رمضان کا مہینہ آوے تو اس میں عمرہ کرنا؛ کیونکہ اس میں عمرہ حج کے برابر ہوتا ہے۔ اثنائے سفر حضور ﷺ کے غلام انجشہ نے اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے حدی خوانی شروع کر دی، جس کی وجہ سے اونٹ تیز دوڑنے لگے۔ حضور ﷺ نے جونہی اونٹوں کو تیز بھاگتے ہوئے دیکھا، انجشہ کو حکم فرمایا: انجشہ! آہستہ آہستہ، اونٹوں پر نازک اندام خواتین سوار ہیں۔ (تذکارِ صحابیات: ص ۴۳۴)

اسی طرح حضور ﷺ کبھی کبھی دینی امور اور عبادات کے متعلق بھی تعلیم دیا کرتے

تھے۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ حضرت اُمّ سلیمؓ کے پاس تشریف لائے اور اُن کے مکان میں نفل نماز ادا کی اور فرمایا: اُمّ سلیم! جب تم فرض نماز ادا کرلو تو کہو سبحان اللہ دس مرتبہ، اللہ اکبر دس مرتبہ اور الحمد للہ دس مرتبہ، پھر جو چاہو اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگو، تمہاری دُعا ضرور قبول ہوگی۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص۲۸۲)

جب حضور ﷺ حضرت اُمّ سلیمؓ کے گھر تشریف لاتے تو فرش پر جو چادر بچھی ہوئی ہوتی اسی پر نماز ادا کرتے۔سیّدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اُمّ سلیمؓ کے مکان کے پاس سے گزرتے تو وہاں ٹھہرتے اور سلام کرتے۔حضرت اُمّ سلیمؓ خود حضور ﷺ کی محبت وشفقت کے متعلق فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے اس قدر دعائیں فرمائی ہیں کہ میں اس سے زیادہ کا تصور نہیں کرسکتی۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ص۲۷۷)

جنّت کی بشارت

سیّدہ اُمّ سلیمؓ ایک صالح خاتون تھیں، عشقِ رسول، علم وفضل، فہم وبصیرت، جرأت وشجاعت، صبر وتحمل اور جود وسخا کی پیکر تھیں۔انصاری خواتین میں اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ یہی وہ خوبیاں تھیں جن کی بنا پر ابوطلحہؓ آپؓ سے نکاح کرنے کے لیے بے چین تھے۔ان سب اوصاف کے علاوہ آپؓ حضور ﷺ کی چہیتی خالہ بھی تھیں۔صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ ازواجِ مطہرات کے علاوہ کسی اور کے گھر تشریف نہیں لے جاتے تھے سوائے حضرت اُمّ سلیمؓ کے۔حضور ﷺ کی صحبتِ بابرکت میں رہ کر ان اوصاف میں چار چاند لگ گئے، یہاں تک کہ آپؓ کو دُنیا ہی میں جنت کا پروانہ مل گیا۔صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے قدموں کی آہٹ سنی۔فرشتوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا: یہ انس بن مالک کی والدہ غمیصاء بنت ملحان ہے:

شرف میں بڑھ کر ثریا سے مشتِ خاک اس کی

(حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو: ص۱۶۰)

وفات

سیّدہ اُمّ سلیمؓ کی وفات کے بارے میں اربابِ سیر نے کچھ صراحت نہیں کی ہے، صرف اتنا معلوم ہوسکا ہے کہ آپؓ حضرت صدیقِ اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں اس دارِفانی کو خیرباد کہہ کر مالکِ حقیقی سے جاملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ. (سیر الصحابیات: ص۱۳۱)

زندگانی تھی تیری مہتاب سے بھی تابندہ تر
خوب تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

خلاصہ

یہ تھی حضرت اُمّ سلیمؓ جو مدینہ کی اُن سعید الفطرت خواتین میں سے ہیں جو پہلے پہل حلقہ بگوشِ اسلام ہوئیں اور تمام تر دھمکیوں اور تکالیف کے باوجود اسلام پر ثابت قدم رہیں اور ایسے جاں گداز حالات میں بھی اپنے بیٹے کی اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت فرمائی اور اپنے جگر گوشے کو آپ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کردیا، نیز دوسرے بیٹے کے انتقال پر صبر وتحمل کا وہ عظیم تر کارنامہ انجام دیا، جس کی نظیر پیش کرنا ناممکن ہے۔ جہاں آپ زندگی بھر عبادات وریاضت میں مشغول رہیں وہیں جہاد فی سبیل اللہ میں بھی پیش پیش رہتی تھیں، اسی وجہ سے آپؓ نے غزوۂ اُحد، خیبر اور حنین جیسے عظیم معرکوں میں بڑے جوش وخروش کے ساتھ شرکت کی۔ صبر وتوکل اور عشقِ رسول ﷺ آپ کی زندگی میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ روایتِ حدیث میں بھی ایک اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ ان ہی اوصاف کی بنا پر آپؓ کو دُنیا ہی میں نجات کا پروانہ مل گیا۔

۞۞

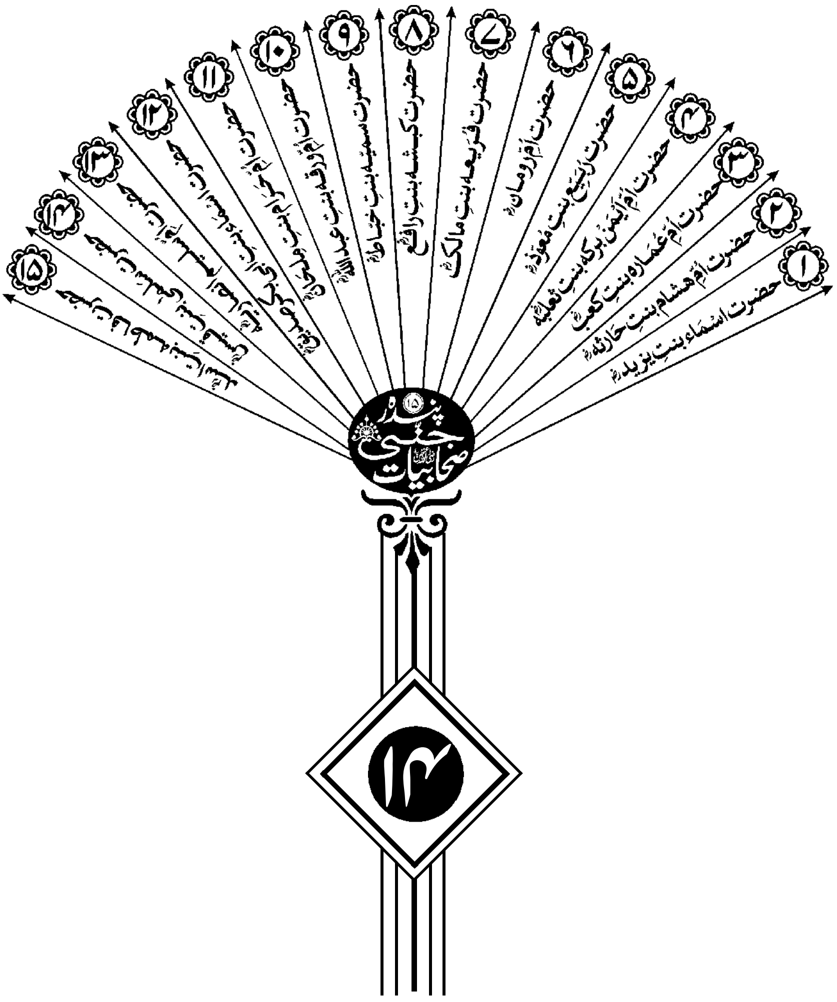

حضرت سلمیٰ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

حضرت سلمٰی بنت قیس رضی اللہ عنہا بڑی پرہیزگار اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشقِ زار خاتون تھیں۔
آپؓ قبیلۂ بنونجار سے تھیں۔
آپؓ کا نکاح قیس بن صعصعہ سے ہوا۔ آپؓ کا ایک لڑکا تھا جس کا نام منذر تھا، اسی کی بنا پر آپؓ کی کنیت 'اُمّ المنذر' رکھی گئی۔
آپؓ سلیط بن قیس (جو جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابی ہیں) کی بہن ہیں۔ آپؓ ''السابقون الاوّلون'' میں سے ہیں۔
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر بالکل ابتدائی دَور میں مسلمان ہوئیں۔
آپؓ قرابت داری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے گھر جاتے تھے اور کھانا بھی تناول کرتے تھے۔
آپؓ نے دومرتبہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی: ایک ابتدائی دَور میں اور ایک صلح حدیبیہ کے موقع پر۔
اسی کے طفیل آپؓ نے دُنیا ہی میں جنت کی بشارت پالی تھی۔

حضرت سلمٰی بنتِ قیس رضی اللہ عنہا

محمد سعد شکیل کولہا پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اونچی ہے ثریّا سے یہ خاکِ پُراسرار

غیر معمولی اشخاص زمانۂ طفولیت ہی سے اپنی حرکات وسکنات اور نشو ونما میں ممتاز ہوا کرتے ہیں۔ ان کے ایک ایک خدوخال میں جاذبیت سی رچی بسی ہوتی ہے۔ ان کے ناصیۂ اقبال سے مستقبل کا نورِ مہتاب کی کرنوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روشن کردار کا پتہ دیتا ہے۔ حضرت سلمی بنت قیسؓ بھی اسی قسم کے لوگوں میں سے تھیں۔ ان سطور میں آپؓ ہی کی حیاتِ طیبہ نذرِ قارئین کی جارہی ہے:

نام ونسب

نام: سلمٰی بنت قیس، کنیت: اُمّ المنذر۔

والد کی جانب سے نسب یہ ہے: سلمٰی بنت قیس بن عمر بن عبید بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔

والدہ کی جانب سے یہ ہے: رغیبہ بنتِ زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار۔ (طبقات ابن سعد: ۸/ ۳۰۸)

نکاح واولاد

آپؓ کا نکاح قیس بن صعصعہ بن وہب سے ہوا۔ آپؓ کے بیٹے کا نام منذر تھا جس کی وجہ سے آپؓ کی کنیت ’اُمّ المنذر‘ رکھی گئی۔ (صحابیات مبشرات: ص ۳۴۹)

قبولِ اسلام

آپؓ بالکل ابتدائی دَور میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دعوت سے مُتاثر ہوکر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئیں۔ آپؓ کے ساتھ آپؓ کی دو بہنیں: حضرت اُمّ سلیم بنتِ قیسؓ اور حضرت عمیرہ بنت قیسؓ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ (صحابیاتِ مبشرات: ص ۳۴۷)

وقت نے جس پہ بٹھائے تھے فنا کے پہرے

چشمِ فلک نے مدینۂ منوّرہ میں خواتینِ اسلام کے ذوق وشوق کا یہ منظر بھی دیکھا کہ جس طرح مردوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی اُسی طرح عورتوں کے دِل میں بھی یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ جب خواتین کی جانب سے مسلسل اصرار ہونے لگا کہ ہمیں بھی بیعت کی سعادت میں شریک کرلیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ آیت شریفہ نازل ہوئی:

”یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآئَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَأْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَحِیْمٌ ○

ترجمہ: اے نبی! جب آئیں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں اور نہ طوفان لائیں باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں اور تیری نافرمانی نہ کریں کسی بھلے کام میں تو اُن کو بیعت کرلے اور معافی مانگ اُن کے واسطے اللہ سے، بے شک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند: پارہ ۲۸، ص ۷۱۴)

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں سے اجتناب کے معاہدے پر خواتین سے بیعت لے لی۔ جو خواتین اس مقدس بیعت سے سرفراز ہوئیں ان سعادت یافتہ خواتین

میں حضرت سلمٰی بنت قیس رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں۔(صحابیاتِ مبشرات:۳۴۸)

پہلی بیعت کے بعد کا ایک واقعہ

اُمّ المنذر سلمٰی بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ: میں انصار کی عورتوں کے ساتھ حضورِ اکرم ﷺ کے پاس بیعت کے لیے گئی۔ حضور ﷺ نے ہم سے چند شرائط پر بیعت لی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور نہ چوریں کریں گے اور نہ زنا کریں گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے، نہ بہتان باندھیں گے، کسی کارِ خیر میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے اور نہ اپنے شوہروں کے ساتھ دھوکا بازی کریں گے۔ بیعت کے بعد جب ہم لوٹنے لگے تو میں نے ان عورتوں میں سے ایک کو کہا کہ: جاؤ اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھو کہ شوہروں کے ساتھ دھوکا بازی کیا ہے؟ اس عورت نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ: یا رسول اللہ! شوہروں کے ساتھ دھوکا بازی کیا ہے؟ نبیٔ اکرم ﷺ نے عرض کیا: شوہروں کے ساتھ دھوکا بازی یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کے مال میں سے دوسروں کو ہدیہ دے دے۔(نساء مبشرات بالجنۃ:۲۴۴)

حضرت سلمٰی بنتِ قیس رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور ﷺ کا نکاح

حضرت اُمّ المنذرؓ کے گھر میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا حضرت ریحانہ بنتِ زید سے نکاح ہوا تھا جس کا واقعہ خود حضرت ریحانہؓ یوں بیان فرماتی ہیں کہ: جب بنو قریظہ کے قیدیوں کو لایا گیا اور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو ان قیدیوں میں میں بھی تھی۔ جب حضور ﷺ نے مجھے دیکھا تو مجھے علاحدہ کرنے کا حکم دیا۔ مجھے الگ کیا گیا اور سلمٰی بنتِ قیسؓ کے گھر بھیج دیا گیا۔ چند دن کے بعد حضور ﷺ وہاں تشریف لائے تو میں شرم کی وجہ سے چھپ گئی۔ آپ ﷺ نے مجھے بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ: اگر تم ایمان لے آتی ہو تو اللہ کا رسول تمھیں اپنی زوجیت کے لیے پسند کرے گا۔ میں نے فوراً کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئی، پھر آپ ﷺ نے مجھے آزاد کیا اور مجھ

سے نکاح فرمالیا۔ حضرت سلمٰی بنتِ قیس ہی کے گھر میں شبِ زفاف گزاری۔

(نساء مبشرات بالجنۃ: ۲۴۷)

آخر وہ شاہیں زیرِ دام آیا

غزوۂ احزاب کے بعد غزوۂ بنوقریظہ واقع ہوا۔ دونوں ہی غزوات میں حضرت سلمٰی بنتِ قیس رضی اللہ عنہا شریک رہیں۔ آپؓ نے بیماروں کی دیکھ بھال، زخمیوں کا علاج، ان کو پانی پلانا وغیرہ خدمات اپنے ذمہ لے رکھی تھیں۔ غزوۂ بنوقریظہ میں مسلسل پچیس روز تک مجاہدینِ اسلام نے بنوقریظہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ بالآخر انھوں نے مجبور ہوکر ہتھیار ڈال دیے اور اپنے آپ کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کردیا۔ چونکہ بنوقریظہ قبیلۂ اوس کے حلیف تھے، ان کی درخواست ہی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: تم فیصلہ کرو کہ بنوقریظہ کے ساتھ کیا کیا جائے۔ حضرت سعدؓ اُس وقت زخمی تھے اور مسجدِ نبوی کے صحن میں زیرِ علاج تھے۔ چنانچہ آپؓ نے حاضر ہوکر یہ فیصلہ کیا کہ جنگ میں لڑائی کرنے والوں کے سرتن سے جدا کیے جائیں۔ ان کی اولاد کو قید کرلیا جائے اور ان کے اموال پر قبضہ کرلیا جائے۔ اس فیصلہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پسند فرمایا۔ چنانچہ اس دوٹوک فیصلہ پر عمل درآمد کا موقع آیا اور مجاہدینِ اسلام نے بنوقریظہ کے جنگجو افراد کے سرتن سے جدا کرنے شروع کردیے۔

ان نازک حالات میں بنوقریظہ کے ایک شخص رفاعہ بن سموال قرظی (جو حضرت اُمّ المنذرؓ کے برادر گرامی سلیط بن قیس کا پرانا دوست تھا) نے حضرت اُمّ المنذرؓ سے درخواست کی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آپ کا درجہ ماں کا سا ہے۔ آپ مجھے پناہ دے دیجیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان کی درخواست کیجیے۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ چنانچہ حضرت اُمّ المنذرؓ کو اس شخص پر ترس آ گیا اور آپؓ دربارِ نبوت میں حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ: اُمّ المنذر! کیسے آنا ہوا؟ آپؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ!

میرے ماں باپ آپ پر قربان، رفاعہ ہمارے یہاں آمدورفت رکھتا تھا، میں نے اسے پناہ دی ہے۔ آپ اسے قبول فرمالیجیے۔ آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول کرلی اور ضمانت عطا کردی۔ اس طرح وہ شخص قتل ہونے سے بچ گیا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت سلمٰی بنتِ قیس رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! جو شخص میرے یہاں پناہ گزیں ہے وہ نماز بھی پڑھتا ہے اور اُونٹ کا گوشت بھی کھاتا ہے۔ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ: اگر وہ نماز پڑھتا ہے تو بہتر ہے لیکن اگر وہ اپنے قدیم دین پر بدستور قائم رہا تو بہتر نہ ہوگا۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد آپؓ کے حسنِ سلوک سے متاثر ہوکر رفاعہ اسلام کی عظیم نعمت سے سرفراز ہوئے۔ یہ رفاعہ رشتہ میں اُمّ المومنین حضرت صفیہ بنت حیی کے ماموں ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کا اجر بھی حضرت اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا کے حق میں لکھا جائے گا۔ اس لیے کہ آپؓ ہی کی سفارش، نوازش اور خلقِ حسنہ کی بدولت وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے؛ ورنہ اگر اسی وقت قتل کردیے جاتے تو بغیر ایمان کے ہی دُنیا سے چلے جاتے۔ (صحابیاتِ مبشرات: ص ۳۴۹)

سلمٰی بنتِ قیسؓ کا آپ ﷺ سے تعلق

آپ ﷺ کو حضرت اُمّ المنذرؓ سے بہت خاص تعلق تھا۔ حضور ﷺ بیسیوں مرتبہ آپؓ کے گھر تشریف لے گئے اور کھانا تناول کیا۔ آپ ﷺ کو ان کا بنایا ہوا کھانا بہت پسند تھا۔ حضرت اُمّ المنذرؓ جمعہ کے روز بطور خاص کھانا بنایا کرتی تھیں۔ حضور ﷺ اور آپ کے ساتھ موجود دیگر صحابہؓ بھی اس کو تناول کرتے تھے۔

حضرت اُمّ المنذرؓ فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ حضورِ اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بھی تھے۔ حضرت علیؓ کی طبیعت میں نقاہت تھی اور ہمارے یہاں کھجور کے کچھ خوشے لٹکے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ اُسے کھانے لگے تو حضرت علیؓ بھی کھانے لگے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کھانے سے روکا

اور فرمایا کہ: تم ابھی بیماری سے اُٹھے ہو۔ تمہاری طبیعت اس غذا کی متحمل نہیں ہے۔
حضرت اُمّ المنذرؓ فرماتی ہیں کہ: میں نے چقندر اور جَو ملا کر ایک قسم کا کھانا تیار کیا اور ان کے سامنے پیش کیا تو حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ: اس میں سے کھاؤ، یہ تمہاری طبیعت کے لیے مفید ہوگا۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ۲۴۸)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم میں ایک عورت تھی جو اپنے کھیت میں چقندر اُگاتی، پھر جب جمعہ کا دن آتا تو چقندر کی جڑوں کو اکھاڑتی اور ہانڈی میں ڈال دیتی، پھر ایک مٹھی جَو پیس کر اس میں ڈال دیتی اور ہم جمعہ کی نماز کے بعد اس کے پاس جاتے اور سلام کرتے تو وہ عورت یہ کھانا ہمارے سامنے پیش کرتی۔ ہمیں ہر جمعہ ان کے اس کھانے کا انتظار رہتا اور ہم اس کھانے کو کھا کر بہت خوش ہوتے تھے۔ قرینِ قیاس یہ ہے کہ یہ فیاض خاتون سلمٰی بنتِ قیس رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ (نساء مبشرات بالجنۃ: ۲۴۹)

حضرت اُمّ المنذرؓ کے برادر سلیط بن قیس کی شجاعت وشہادت

روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو سپہ سالار بنا کر عراق پر لشکر کشی کے لیے بھیجا تو حضرت ابوعبیدہؓ سے عرض کیا کہ: اے ابوعبیدہ! میں نے سلیط کو محض اس لیے امیر مقرر نہیں کیا کہ وہ جلد باز آدمی ہیں اور سپہ سالاری کے لیے سنجیدہ طبیعت کے آدمی کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا تم ان سے مشورہ لیتے رہنا اور گفت وشنید کرتے رہنا۔ چنانچہ یہ لشکر روانہ ہوا اور جب دریائے فرات پر پہنچا تو طوفانی موجوں کے حائل ہونے کی وجہ سے پُل بننے تک وہیں رُکا رہا۔ جب فریقین کی رضامندی سے پُل تیار ہوا تو بہمن جادویہ نے ابوعبیدہؓ سے دریافت کیا کہ آپ دریا عبور کر کے آئیں گے یا ہم آجائیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ کا ارادہ دریا عبور کرنے کا تھا لیکن حضرت سلیط بن قیس اور دیگر سردارانِ لشکر کی رائے دریا عبور نہ کرنے کی تھی مگر حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر کو دریا عبور کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ مسلمان دریا پار کرکے اہلِ عراق پر حملہ آور ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر میں زمین پیادہ لڑنے والوں اور سواروں سے ایسی بھر گئی کہ پاؤں رکھنے کی جگہ تک نہ رہی۔ صف بندی کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔ ایک طویل لڑائی ہوئی، جس میں ایک مرحلے پر مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ سپہ سالار شہید ہوگئے۔ سات علمبرداروں کی شہادت کے بعد مثنّیٰ نے علم سنبھالا، ادھر ایک صاحب نے مسلمانوں کو بھاگتے دیکھ کر فرات کا پُل توڑ دیا، بھاگتے ہوئے مسلمان دریا میں ڈوبنے لگے۔ حضرت مثنّیٰ نے یہ حالات دیکھے تو سلیط بن قیسؓ اور چند بہادر ساتھیوں کو لے کر دشمنوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور اُدھر چند مسلمانوں کو بھیج کر جلدی سے دوبارہ پُل تیار کرنے کا حکم دیا۔ ایرانیوں نے پُل بنتا دیکھ کر تیزی سے حملے شروع کردیے؛ تاکہ مسلمان بھاگ کر اُس پار نہ جاسکیں۔ مگر حضرت سلیط بن قیسؓ اور ان کی شجاعت کے سامنے ان کی ایک نہ چلی؛ یہاں تک کہ پُل تیار ہوگیا اور مسلمان رفتہ رفتہ اُس پار اُترنے لگے حتیٰ کہ پورا لشکر پار اُتر گیا اور یہ حضرات بہادری کے ساتھ ڈٹے رہے اور اسی دفاعی کوشش میں حضرت اُمّ المنذر بنتِ قیسؓ کے برادرِ گرامی حضرت سلیطؓ شہید ہوگئے۔

(مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے تاریخ ابن خلدون: ۱/ ۲۸۹، سیداتِ مبشرات بالجنۃ: ص ۱۴۸)

خصوصی نسبتیں

(۱) حضرت اُمّ المنذر سلمٰی بنتِ قیس رضی اللہ عنہا وہ عظیم المرتبت خاتون ہیں جو قرابت داری میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہوتی ہیں، بایں طور کہ ہاشم بن عبدِ مناف جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہوتے ہیں یہ بڑے تاجر اور صاحبِ ثروت آدمی تھے، تجارت کے لیے اکثر شام جایا کرتے تھے۔ مدینہ شام کے راستے میں پڑتا ہے۔ مدینہ میں قبیلۂ بنونجار میں ہاشم کے دوست تھے۔ ہاشم سے تعلقات کی وجہ سے وہاں رکتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ شام کو جاتے ہوئے مدینہ میں رُکے، اسی دوران آپ کی نظر ایک عورت پر پڑی جو بڑی

خوبصورت اور اعلیٰ خاندان کی ہونے کی وجہ سے آپ کو پسند آ گئی تو آپ نے نکاح کا پیغام دیا۔ اس شرط پر یہ پیغام قبول ہوا کہ دلہن شادی کے بعد اپنے میکے ہی میں رہے گی۔ نکاح ہوگیا، کچھ دن بعد ہاشم کو ایک لڑکا ہوا، اس کا نام 'شیبہ' رکھا گیا جو بہت خوبصورت تھا لیکن ہاشم کا شام کے سفر میں انتقال ہوگیا۔ اب یہ بچہ اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال ہی میں رہنے لگا۔

چند سالوں بعد مطلب کو- جو ہاشم کے بھائی تھے- پتہ چلا کہ ان کے بھائی نے شیبہ نامی ایک نشانی چھوڑی ہے تو وہ شیبہ کو لینے گئے۔ جب شیبہ کو لے کر مدینہ سے واپس ہوئے تو شیبہ کے کپڑوں پر گرد وغبار لگا تھا جس سے مکہ کے لوگ سمجھے کہ یہ مطلب کا غلام ہے اور 'عبدالمطلب' کہہ کر پکارنے لگے۔ بعد میں مطلب نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے مگر پھر شیبہ 'عبدالمطّلب' کے ہی کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہی عبدالمطلب حضور ﷺ کے دادا ہوتے ہیں جن کی والدہ قبیلۂ بنونجار سے تھیں۔ گویا بنونجار والد کی طرف سے آپ ﷺ کے ننھیالی ہوئے اسی وجہ سے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بنونجار میرے ماموں ہیں۔

(نساء مبشرات بالجنۃ: ۲۴۱)

(۲) آپؓ غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابی حضرت سلیط بن قیس کی بہن ہوتی ہیں۔

(۳) آپؓ اس نماز میں نبیٔ کریم ﷺ کی شریک رہیں جس میں تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا، گویا آپؓ کو دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے کا شرف حاصل رہا۔

(۴) آپؓ کے گھر میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا ایک نکاح ہوا۔

(۵) آپؓ نے حضور ﷺ کے دستِ حق پرست پر دو مرتبہ بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ایک مرتبہ ابتدائے اسلام میں اور دوسری مرتبہ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر۔

(۶) آپؓ ''السابقون الاوّلون'' میں سے تھیں جن کے بارے میں قرآنِ کریم میں ارشادِ خداوندی ہے:

اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ وَاَعَدَّ لَھُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ.

ترجمہ: جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھی ہے واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں انہی میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی کامیابی۔ (ترجمہ شیخ الہند، پارہ:۱۱ص ۲۶۲)

بیعتِ رضوان اور بشارتِ جنّت

صلحِ حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر مکہ بھیجا۔ اِدھر مکہ والوں نے آپؓ کو روک لیا اُدھر تاخیر کے باعث یہ بات مشہور ہوگئی کہ آپؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ جب آپ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ بڑے غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ: آج ہم ان لوگوں سے بدلہ لے کر رہیں گے۔ چنانچہ آپ بیری کے درخت کے نیچے تشریف لے گئے اور صحابۂ کرامؓ کو بیعت کے لیے پکارا۔ تمام صحابہؓ نے حضور ﷺ کے دستِ بابرکت پر بیعت کی۔ ان صحابہ کو ''شجری صحابہ'' کہا جاتا ہے اور یہ بیعت بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡیُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَافِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ فَأَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ عَلَیۡھِمۡ وَأَثَابَھُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا.

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا؛ اس لیے اس نے ان پر سکونت اُتار دی اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرما دی۔ (آسان ترجمہ قرآن)

حضرت اُمّ المنذر سلمٰی بنتِ قیسؓ نے بھی بیعتِ رضوان میں شرکت کی سعادت

حاصل کی تھی۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لایدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرة.

ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔

عن جابر ابن عبداللّٰه رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوم الحدیبیة؟ أنتم خیر أهل الارض.

آپ ﷺ نے حدیبیہ کے دن صحابہؓ سے فرمایا: تم لوگ زمین والوں میں سب سے بہتر ہو۔ (بخاری، کتاب المغازی)

وقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: لیدخلن الجنة من بایع تحت الشجرة إلا صاحب الجمل الأحمر. (ترمذی)

جو لوگ درخت کے نیچے بیعت سے سرفراز ہوئے وہ ضرور بالضرور جنت میں داخل ہوں گے سوائے سرخ اونٹ والے کے (یعنی جدّ بن قیس جو منافق تھا اور اپنے اونٹ کی تلاش میں آیا تھا)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے ایک غلام اپنے آقا کی شکایت لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: لیدخلن الحاطب النار . ترجمہ: حاطب تو ضرور جہنم میں جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کذبت لا یدخلها شهد بدراً والحدیبیة . ترجمہ: تم نے غلط کہا، وہ دوزخ میں نہیں جاسکتے، انھوں نے بدر میں بھی شرکت کی ہے اور صلحِ حدیبیہ میں بھی حاضر رہے ہیں۔ (مسلم شریف)

اس طرح سلمیٰ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے دُنیا ہی میں جنت کی بشارت پالی تھی۔

عام کتبِ سیر میں ان کے حالات میں صرف اسی قدر ملتا ہے۔ صلحِ حدیبیہ کے بعد کی زندگی کے احوال اور وفات وغیرہ کے سلسلے میں تاریخ کا قلم خاموش ہے۔

۞۞

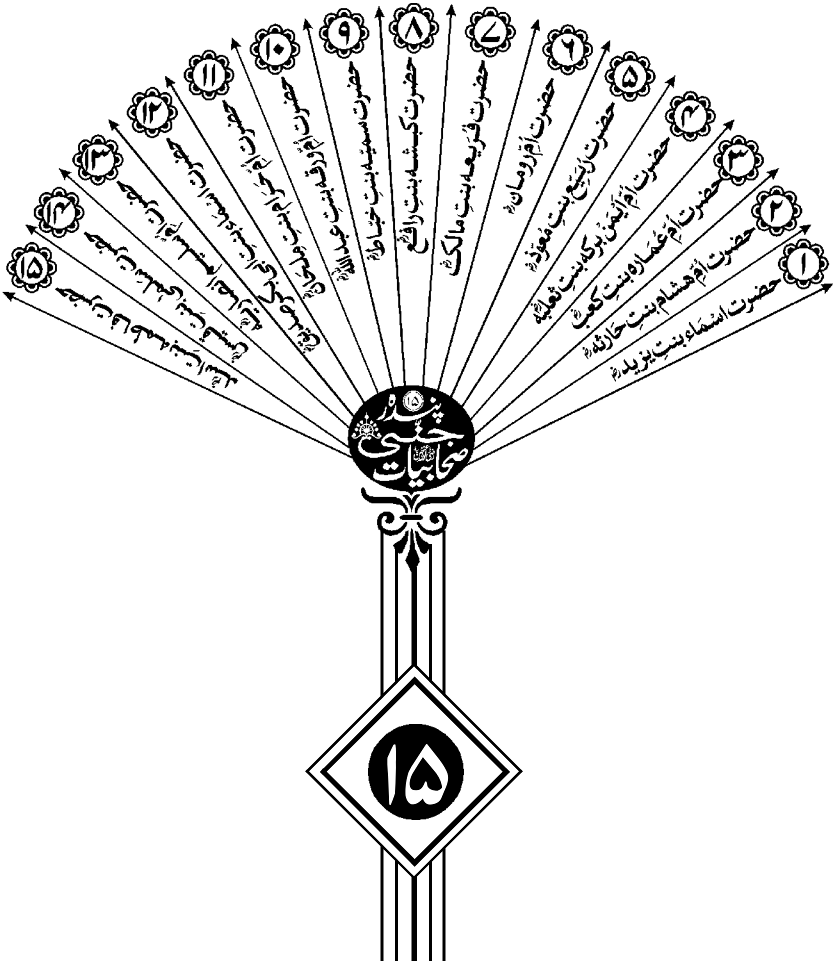

حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

اسم گرامی : فاطمہ

والد کا نام : اسد

والدہ کا نام : قیس

کنیت : اُمّ طالب

نسب : ہاشمی

مکہ میں بنو ہاشم کے قبیلۂ قریش میں آنکھیں کھولیں۔ حضور ﷺ کی چچی ہونے کے ساتھ ساتھ سمدھن بھی تھیں۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہو کر سابقینِ اسلام میں اپنا شمار کروایا۔ حفاظتِ دین کی خاطر مدینہ کی جانب ہجرت کی۔

پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن سے ہاشمی اولاد پیدا ہوئی۔ کل اولاد سات ہیں، چار لڑکے: طالب، عقیلؓ، جعفرؓ، علیؓ اور تین لڑکیاں: اُمّ ہانیؓ، جمانہؓ، ریطہ۔

زندگی بھر عبدِ مناف (ابو طالب) کے نکاح میں رہیں۔ شوہر کے انتقال کے بعد بچوں کی تربیت خود فرمائی۔ ہجرتِ مدینہ کے چند سال گزرے تھے کہ آپ کا پیمانۂ زندگی لبریز ہو گیا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

آپ نہایت صالح اور نیک فطرت خاتون تھیں۔ اکثر حضور ﷺ آپ کی زیارت کے لیے تشریف لاتے اور آپ کے گھر آرام فرماتے۔ کبھی کبھی چھوٹے بڑے تحفے آپ کے یہاں بھیج دیتے۔ آپ کی نمازِ جنازہ بھی حضور ﷺ ہی نے پڑھائی۔

حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا

زبیر دیواوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ چھیڑوں داستاں کیسے؟''

حضرت علی المرتضیٰؓ کی والدۂ ماجدہ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی خوش دامن، نوجوانانِ جنت کے سردار حضراتِ حسنینؓ کی دادی، جلیل القدر جرنیل صحابی حضرت جعفر طیارؓ کی والدہ، نبوت کے ابتدائی کٹھن حالات میں رسولِ اقدس ﷺ پر جاں نچھاور کرنے والی ایک عظیم خاتون جس نے آپ ﷺ کو ماں جیسا پیار دیا اور ایسے بے مثال اور قابلِ رشک انداز میں آپ ﷺ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا جیسے انسان کا دل اس کے سینہ میں محفوظ ہوتا ہے، جسے مدینۂ منوّرہ کی جانب ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، جس کا نسب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ 'ہاشم' میں جاکر مل جاتا ہے، جس نے حضرت آمنہ کی رحلت فرما جانے کے بعد رسولِ اقدس ﷺ کو ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دی، جس کے بارے میں رسولِ اقدس ﷺ یہ دُعا کیا کرتے تھے: الٰہی! میری ماں......کو بخش دے۔

جس نے اوّل مرحلے میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی، جس نے شعبِ ابی طالب میں تین سال کا عرصہ انتہائی صبر وشکر کے ساتھ گزارا، جس کے گھر حضور ﷺ اکثر و بیشتر تشریف لایا کرتے تھے، جس کے کفن میں رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی قمیص بھی شامل کردی تاکہ اُسے جنت کا لباس پہنا دیا جائے، جس کی قبر میں رسولِ اقدس ﷺ نے خود اُتر کر جائزہ لیا اور اپنے ہاتھوں سے دفن کیا، جس کی آمد پر سرورِ کونین ﷺ احتراماً کھڑے ہوجاتے اور آگے بڑھ کر استقبال کیا کرتے تھے:

کون ہے یہ خاتون، ارے یہ وہی تو ہے جس نے زمانے کے سینے پر اپنی روشن

تاریخ ثبت کی، جس کی ضیا پاشیوں سے تاریخ کے گوشے چمک اُٹھے، جس کی سیرت کا ہر پہلو درخشاں ہے، جس کو آستانۂ ختمِ نبوت سے اس عالمِ فانی ہی میں ''عالمِ جاوداں کے سدا بہار باغات'' کی خوش خبری دی گئی۔ کسی نے صحیح کہا ہے:

قدم بوسی کی دولت مل گئی تھی چند ذرّوں کو
ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہو کر

کون ہے یہ بشارت یافتہ خاتون؟ ہاں! یہ کوئی اور نہیں؛ بلکہ رسول اللہ ﷺ کی چچی، منہ بولی ماں، حضرت فاطمہ بنت اسدؓ ہیں۔ جنھوں نے حضور ﷺ کا ایسا ساتھ دیا کہ تاریخ آج بھی اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان کی مثال اپنے خاندان میں ایسی ہے جیسے کہ آسمانی ستاروں میں کہکشاں اور کہکشاں کا ایک روشن ستارہ۔

قارئین کرام!

راقم الحروف نے اس مقالے میں آپؓ ہی کی حیاتِ طیبہ کی کچھ جھلکیاں ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے بایں اُمید کہ ہم اسے اپنی زندگی کے لیے مشعلِ راہ اور سنگِ میل کی حیثیت دیں گے۔

نام و نسب اور خاندانی پس منظر

نام: فاطمہ، کنیت: اُمّ طالب، والد کا نام: اسد، دادا کا نام: ہاشم ہے۔ آپ کا پدری نسب اس طرح ہے: فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قصی۔ اور مادری نسب یوں ہے: فاطمہ بنتِ قیس بن ہدم بن رواح بن حجر بن عبد بن بغض بن عامر بن لوئی۔

آپ نسباً ہاشمیہ ہیں، آپ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن سے ہاشمی اولاد پیدا ہوئی۔ آپ کا نسب رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ بنو ہاشم میں جا کر مل جاتا ہے۔

حضور ﷺ کے ساتھ رشتۂ قرابت

حضور ﷺ کے ساتھ آپ کو دو خصوصی نسبتیں حاصل تھیں:

(۱) ایک تو یہ کہ آپؓ حضورِ اکرم ﷺ کی حقیقی چچی تھیں۔
(۲) دوسری یہ کہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ ہوا تھا اس بنا پر ان کا آپ ﷺ کے ساتھ سمدھن کا رشتہ قائم تھا۔

آپ ہاشمی خاندان کی چشم و چراغ اور ایک مہاجر صحابیہ تھیں۔ آپ کے نسب نامہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا گھرانہ قریش کے معزز گھرانوں میں سے تھا۔ آپ کا خاندان عزّت وشرافت، گھوڑسواری وسرفروشی، شجاعت وبہادری اور مہمان نوازی و خدمت گزاری میں بہت مشہور وممتاز تھا۔

تربیت

عزّت وشرافت والے قریش کے معزز ترین گھرانے بنو ہاشم میں آپؓ نے آنکھیں کھولیں۔ آپ کا بچپن مکہ کی پہاڑیوں اور وادیوں ہی میں گزرا۔ آپؓ کی تربیت وتعمیر میں آپؓ کے پورے گھرانے کا بہت بڑا کردار رہا۔ اسی وجہ سے آپ بچپن ہی سے نہایت اعلیٰ اوصاف وخصائل کی مالک تھیں:

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر میرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا

نکاح

پھر جوں جوں پروان چڑھتی گئیں عقل وشعور، فہم وفراست اور شرم وحیا میں اضافہ ہوتا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب آپ نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو قریش کے سردار عبدالمطلب کی نگاہِ گوہر شناس نے انھیں اپنی بہو بنانے کے لیے منتخب کیا اور اپنے فرزندِ ارجمند ابوطالب (جن کا نام 'عبدمناف' تھا) سے ان کا نکاح کردیا۔

کیوں لہو کے چراغ جلتے ہیں

یثرب سے واپسی پر مقام ابوا میں آپ ﷺ کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ منوں وزنی

خاک اوڑھ کر سوگئیں۔ ماں کے انتقال کے بعد دادا عبدالمطلب جو عبداللہ کے دُرِّ یتیم کے واحد کفیل تھے، دنیا سے چل بسے، عبدالمطلب کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے آپ کو اپنی نگرانی اور کفالت میں لے لیا۔

چچا ابوطالب اور چچی فاطمہ بنت اسد کی شفقت و محبت کے سائے میں رسول اللہ ﷺ نے پرورش پائی۔ حضرت فاطمہؓ نے اپنے بچوں سے زیادہ آپ ﷺ کو شفقت و محبت کے ساتھ پالا۔ اِس دُرِّ یتیم کو غموں کی ذرا سی بھی ہوا لگے یہ بات چچی کو ہرگز گوارا نہیں تھی۔ بڑے لاڈ پیار سے آپ کی پرورش کرتی تھیں۔

قسمت جاگ اُٹھی

حضرت فاطمہؓ کا مشاہدہ ہے کہ جب حضور ﷺ کی غیر موجودگی میں ان کے بچوں کے سامنے کھانا رکھا جاتا تو وہ کھانا ان کے لیے کافی نہیں ہوتا تھا، وہ سب بھوکے رہ جاتے البتہ جب حضور ﷺ ان کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تو کھانے میں اس قدر برکت ہوتی کہ سبھی پیٹ بھر کر کھاتے اور بچ بھی جاتا۔ اس لیے ابوطالب نے اپنے بچوں کو حکم دے رکھا تھا کہ تم انتظار کرو اور محمد کے ساتھ مل کر کھانا کھایا کرو۔ ابوطالب کہتے ہیں کہ: جب عام بچے صبح اُٹھتے تو ان کی آنکھوں میں کیچڑ ہوتا؛ مگر جب آپ ﷺ صبح کرتے تو آپ کی آنکھیں ایسی ہوتیں جیسے چکنا سرمہ لگا یا ہو۔

حضرت فاطمہؓ اس قسم کے بیسیوں واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھتی تھیں اور حضور ﷺ کے بابرکت اور صاحبِ فضل ہونے کا یقین دل میں اُترتا جاتا تھا۔ جب ننھی سی عمر میں آپ ﷺ ابوطالب کے ہمراہ ایک تجارتی سفر میں سرزمینِ شام کی طرف گئے تو حیرت انگیز واقعات پیش آئے، جن کا تذکرہ ابوطالب نے سفر کی واپسی پر اپنی اہلیہ فاطمہ بنت اسدؓ سے کیا تو وہ بہت متاثر ہوئیں۔ اس کے بعد نگرانی و نگہبانی میں اضافہ کر دیا، شفقت کی بارش موسلا دھار برسنے لگی۔ اپنے نسبی بچوں سے زیادہ حضور ﷺ کا

خیال رکھا۔اس طرح حضرت فاطمہؓ نے حضورﷺ کے بچپن سے لے کر عہدِ شباب تک خدمت کا شرف حاصل کیا۔

ع مثال ان کی نہیں مل پائے گی بندہ نوازی میں

حضرت علیؓ کی کفالت

جب آپﷺ بڑے ہو گئے اور کمانے لگے تو آپ نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب سے کہا کہ: چچا ابو طالب کثیر العیال اور مالی اعتبار سے تنگ دست و مفلس ہیں، کیا ہی اچھا ہو کہ ہم چچا کی کچھ اولاد اپنی اپنی کفالت میں لے لیں۔ چنانچہ آپﷺ نے حضرت علیؓ کی اور چچا عباس نے حضرت جعفرؓ کی کفالت اپنے ذمّے لے لی۔

اسلام کے سایۂ عاطفت میں

نبوت سے پہلے ظلمت و تیرگی کا طوفان شباب پر تھا۔آتش کدے مسلسل سلگتے ہی جارہے تھے۔کوئی ستاروں کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔کوئی آفتاب کے سامنے سرخم کیے ہوئے تھا تو کوئی بے جان بتوں کے سامنے نذرانہ پیش کررہا تھا۔مختصر یہ کہ انسانیت ضلالت و گمراہی کی وادی میں حیران و سرگشتہ ٹامک ٹوئیاں ماررہی تھی، لیکن بالآخر انسانیت کی تاریخ کا آخری اور سب سے زیادہ روشن ورق اُلٹنے کے لیے قدرت کے ہاتھ جنبش میں آئے۔اندھیرا آپ ہی آپ کپکپاتا اور سمٹتا جارہا تھا کہ اُجالے کے لیے جگہ خالی کرنی ہے۔برائیاں پسینہ پسینہ ہوتی جارہی تھیں کہ نیکیوں کا دور شروع ہونے والا ہے۔گمراہی جاں بہ لب تھی کہ ہدایت کا ستارا انقلاب کے جھروکے سے جھانک رہا ہے۔کائنات کا ایک ایک ذرّہ تبدیلی محسوس کررہا تھا اور:

جب اپنی پوری جوانی پہ آ چکی دنیا
جہاں کے واسطے ایک آخری نظام آیا

کا پیام فضا میں گونج اُٹھا۔

پہلے جب داعیٔ اسلام ﷺ نے قریشِ مکہ کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور تمام معبودانِ باطلہ کا انکار کرتے ہوئے ایک سچے اللہ کی پرستش کا نظریہ بیان کیا تو وہ تڑپ اُٹھی۔ چونکہ بچپن سے رسول ﷺ کے رہن سہن، طور وطریق، چال چلن، صداقت و امانت، راست بازی اور صدق گوئی سے بخوبی واقف تھیں۔ اور خود بھی سلیم الطبع، شریف النفس، پاک طینت و پاک باز خاتون تھیں۔ اس لیے صدائے حق کانوں میں پڑتے ہی انھوں نے اس کو دل و جان سے قبول کیا اور رحمتِ دو عالم ﷺ کے دستِ بابرکت پر بیعت کر کے ''السابقون الاولون'' کی مقدس جماعت میں شامل ہوگئیں۔ اتنا ہی نہیں؛ بلکہ آپ کے ساتھ آپ کی بعض اولاد بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمان انگلیوں پر گنے جاتے تھے اور دعوتِ نبوی اپنے بالکل ابتدائی مرحلہ میں تھی۔

حق پرستی کے جرم میں

بعثتِ نبوی کے سات سال بعد جب قریش نے دیکھا کہ اسلام کا آفتابِ عالم تاب ان کے خاک ڈالنے سے مکدّر نہیں ہوتا، آئے دن اس کی تابناکی میں اضافہ ہورہا ہے، دینِ اسلام کا یہ مقدس کارواں جانکاہ قربانیوں کے ساتھ آگے قدم بڑھائے چلا جارہا ہے تو قریشِ مکہ نے ظلم و بے رحمی کی انتہا کرتے ہوئے بنو ہاشم کو شعبِ ابی طالب میں محصور کر کے مکمل بائیکاٹ کر دیا۔ یہ بائیکاٹ مسلسل تین سال تک جاری رہا۔ یہ عرصہ اقتصادی اعتبار سے مسلمانوں کے لیے بہت کٹھن تھا۔ درختوں کے پتّے اور گھاس کھا کر اور گیلے چمڑے کو چوس کر آتشِ شکم کو ٹھنڈا کیا جاتا۔ بھوک سے بچے بلبلاتے تو بڑوں کی بے بسی دیکھی نہ جاتی۔ یہ دور دیگر اہلِ اسلام کی طرح فاطمہ بنت اسدؓ نے بھی انتہائی صبر وتحمل سے گزارا اور جبر وتشدد کی بلاخیز آندھی میں بھی ان کے پائے استقلال میں ذرّہ برابر جنبش نہ آسکی؛ بلکہ تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبِ ابی طالب سے

رہائی کے بعد جب ابوطالب کا انتقال ہوگیا تو حضرت فاطمہؓ ان کی جگہ حضورﷺ کا دست و بازو بن گئیں۔

مدینہ کی طرف ہجرت

جوں جوں مکہ میں اسلام پھیلنے لگا، کفارِ مکہ کے تیور بھی بدلنے لگے۔ اس دور میں کوئی ظلم ایسا نہ ہوگا جو دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں پر ڈھایا نہ گیا ہو۔ کوئی ستم ایسا نہ ہوگا کہ نوآموزانِ اسلام کو اس کی چکّی میں پیسا نہ گیا ہو۔ کوئی تدبیر ایسی نہ ہوگی جو مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے اختیار نہ کی گئی ہو۔ آتشِ انتقام میں کفر باؤلا ہوگیا، ظلم و ستم کا ہر وہ حربہ جو استعمال کیا جاسکتا ہے آزمایا گیا۔ اس نازک ترین دور میں بھی حضرت فاطمہؓ نے آپﷺ کا دامن نہیں چھوڑا، بالآخر ظلم و ستم کی انتہا ہوگئی، صبر کا پیمانہ چھلکنے لگا اور ہجرتِ مدینہ کا اشارہ ہوگیا، چنانچہ آپﷺ نے اپنے یارانِ باصفا، شہیدانِ عشق و وفا کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ مظلوموں کا قافلہ رفتہ رفتہ متفرق طور پر ہجرت کرکے مدینہ پہنچتا رہا۔ ان ہی قافلوں میں سے ایک قافلہ میں حضرت فاطمہ بنت اسدؓ بھی شامل ہوئیں اور اس طرح 'سبقتِ اسلام' کے بعد 'ہجرت' کی دولت سے بھی مالا مال ہوئیں۔

مدینہ پہنچ کر حضرت علیؓ کا نکاح

مدینۂ منوّرہ کو اپنا مسکن بنانے کے دو یا تین سال بعد آپؓ نے اپنے فرزند حضرت علیؓ کا نکاح رحمتِ دوعالمﷺ کی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے کرادیا۔ اسی موقع پر حضرت علیؓ نے اپنی والدہ سے فرمایا: كفى فاطمة بنت رسول الله سقالية الماء و الذهاب فى الحاجة و يكفك الداخل الطحن و العجن.

ترجمہ: میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کرلوں گا اور فاطمہ بنت رسول اللہ چکّی پیسنے

اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کرے گی۔

اس رشتہ سے آپ حضور ﷺ کی حقیقی چچی ہونے کے ساتھ ساتھ رسالت مآب ﷺ کی سمدھن بھی بن گئیں۔

سفرِ آخرت

کسی نے کیا خوب کہا ہے: 'موت کی حقیقت ایسی ہے کہ اس کی دوا نے ہر ماہر وحاذق طبیب کو تھکا کر رکھ دیا ہے۔

چنانچہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ نے بھی ہجرت کے چند سال بعد رسول ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں وفات پائی۔ آقا ﷺ پر ان کی جدائی بڑی شاق گزری۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ: ہم رسول ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! جعفر اور عقیل کے والدہ فاطمہ بنتِ اسدؓ فوت ہوگئی ہیں۔ یہ اندوہناک خبر سن کر آپ سخت ملول ومحزون ہوئے اور آپ کی چشم ہائے مقدس سے سیلِ اشک رواں ہوگیا۔ فرمایا:

"قوموا إلى امّي" چلو! میری امّی جان کے پاس چلتے ہیں۔

ہم سب اُٹھ کھڑے ہوئے، ہم اس طرح سہمے ہوئے تھے جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ: جب فاطمہ بنت اسدؓ کے سانحۂ وفات کا حضور ﷺ کو علم ہوا تو آپ اسی وقت ان کے گھر پہنچے اور میّت کے پاس بیٹھ کر غمزدہ انداز میں فرمانے لگے: ''اماں جان! اللہ آپ کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے، میری والدہ کے بعد کتنی مرتبہ آپ خود بھوکی رہیں، لیکن مجھے خوب کھانے کو دیا، پہننے کو لباس دیا، کھانے کے لیے عمدہ چیزیں مہیّا کیں اور خود ان سب چیزوں سے محروم رہیں۔ یقیناً اس سے آپ کو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنّت مطلوب تھی۔

حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کے لیے آپ ﷺ کا خود قبر کھودنا

آپ ﷺ نے اپنی ماں کی وفات کی غمناک خبر سنتے ہی اپنی قمیص کفن کے لیے دے دی اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کو حکم دیا کہ جنت البقیع میں جا کر قبر کھودیں۔ جب وہ اوپر کا حصہ کھود چکے تو آپ ﷺ خود نیچے اُترے اور اپنے دستِ مبارک سے لحد کھودی اور خود ہی مٹّی نکالی۔ اس کام کو انجام دے کر آپ ﷺ لحد کے اندر لیٹ گئے اور دُعا مانگی: ''الٰہی! میری ماں کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو وسیع کر دے۔'' یہ دُعا مانگ کر آپ ﷺ قبر سے باہر نکلے تو شدتِ غم سے ریش مبارک ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور رخسار پر آنسو بہہ رہے تھے۔

تجہیز و تکفین اور جنت کی بشارت

ایک روایت میں ہے کہ وفات کی خبر پانے کے بعد حضور ﷺ وہاں سے اُٹھے اور اپنی قمیص مبارک اُتار کر عنایت فرمائی اور کہا: جب تم غسل دے چکو تو کفن سے پہلے انھیں یہ قمیص پہنا دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

جب جنازہ قبرستان پہنچا تو حضور ﷺ تدفین سے پہلے قبر میں اُتر کر لیٹ گئے۔ لوگوں نے اس پر تعجب کیا تو فرمایا: ''ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ کسی نے مہربانی نہیں کی۔ میں نے اپنی قمیص ان کو اس لیے پہنائی؛ تاکہ جنت میں انھیں حُلّہ ملے اور قبر میں اس لیے لیٹا کہ شدائدِ قبر میں آسانی ہو۔

پانچ خواتین جن کی قبر میں آپ خود اُترے

تاریخ میں ایسی خوش نصیب شخصیات انگلیوں پر گنی جاتی ہے جن کی قبر میں رسول اللہ ﷺ خود اترے ہیں، ان کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ (۲) عبداللہ مزنیؓ

جو ’ذوالبجادین‘ کے نام سے مشہور ہیں (۳) حضرت اُمّ رومان جو آپ ﷺ کی خوش دامن اور حضرت عائشہ کی والدہ تھیں (۴) حضرت فاطمہ بنت اسدؓ (۵) حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہونے والے صاحبزادے۔

آپ ﷺ نے سیّدہ فاطمہ بنت اسدؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اپنے چچا عباسؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی مدد سے انھیں قبر میں اُتارا۔ اکثر سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کو مدینۂ منوّرہ کے مقام روحاء میں دفن کیا گیا۔

تدفین کے وقت دُعا

آپ ﷺ نے تدفین کے بعد ہاتھ اُٹھائے اور دُعا فرمائی: ’’اے اللہ! وہ ذات جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے اور خود ہمیشہ زندہ ہے کبھی وفات نہ پائے گا۔ اے اللہ! میری والدۂ ماجدہ فاطمہ بنت اسدؓ کی مغفرت فرما اور ان کو فرشتوں کے جواب کی تلقین فرما اور ان پر ان کی قبر کو وسیع فرما۔ اپنے نبی کے وسیلے اور سابقہ انبیاء علیہ السلام کے وسیلے سے بے شک آپ ارحم الراحمین ہیں۔

قبر تک جاتے ہوئے رسول ﷺ کا عمل

پھر جب لوگ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کو جنازہ پر لے کر نکلے تو رسول ﷺ کبھی ان کے جنازہ کے آگے چلتے اور کبھی جنازہ سے پیچھے چلتے، یہاں تک کہ ہم قبر تک پہنچ گئے، تو آپ ﷺ قبر میں اُترے، پھر آپ باہر آ گئے اور کہا کہ: تم ان کو ’’بسم اللہ وعلی ملّہ رسول اللّٰہ‘‘ کہہ کر قبر میں داخل کرو۔ پھر جب لوگوں نے ان کو دفن کیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور یہ ارشاد فرمایا: اللہ آپ کو والدہ اور ربیبہ ہونے کی وجہ سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ میرے لیے کتنی ہی اچھی ماں اور کتنی ہی اچھی ربیبہ تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ: ’’اے اللہ کے رسول! آپ نے دو ایسے کام کیے کہ اس طرح سے ہم نے

آپ کو کبھی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: وہ دو کام کیا ہے؟ ہم نے کہا! آپ ﷺ نے اپنا کرتہ نکالا اور قبر میں آپ لیٹے تو آپ ﷺ نے جواب دیا۔ میں نے کرتہ اس لیے دیا کہ اس کرتہ کی وجہ سے انشاء اللہ کبھی بھی ان کو آگ نہیں چھوئے گی اور قبر میں اس لیے لیٹا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو وسیع فرمادے۔

خراجِ تحسین

جب ان کی تدفین مکمل ہوچکی تو دو جہاں کے سردار ﷺ نے قبر پر کھڑے ہوکر سیّدہ فاطمہؓ کو ان الفاظ میں تحسین پیش کی:

جزاك الله من اُمّ و ربيبة خيراً فتعم الام و الربيعة.

اے میری ماں! اور میری پرورش کرنے والی! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ آپ میرے لیے بڑی بہترین ماں اور پرورش کرنے والی تھیں۔

جس خاتون کو سیّد المرسلین، فخرِ موجودات ﷺ کی قمیص مبارک کا کفن ملا ہو اور جسے آخری آرام گاہ جنت البقیع کے اس مقدس گہوارہ میں نصیب ہوئی ہو، جس کے ذرّے ذرّے میں شمس وقمر خوابیدہ ہیں اس کے علوِ مرتبت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

اخلاق وعادات

آپؓ پاک طینت، نیک فطرت، نہایت نرم مزاج اور شریف خاتون تھیں۔ اخلاقی جواہر پاروں سے مالا مال تھیں۔ حبِ رسولؐ، صدق، وفا شعاری، تقویٰ، پارسائی، احسان پذیری اور صاف گوئی آپؓ کے مخصوص اوصاف تھے۔ احباب اور رشتہ داروں کا بے حد خیال رکھتی تھیں۔

کہا جاتا ہے کہ آپ شعر وشاعری میں بھی درک رکھتی تھیں۔ چنانچہ یہ شعر ان سے منسوب ہے جو اپنے فرزند کے بارے میں کہا تھا۔

انت تکون ساجدٌ نبیل
اذا تھبّ شمال بلیل

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ خاتون میرے لیے میری حقیقی ماں کی طرح تھیں۔ ابوطالب کے لیے جب دسترخوان بچھ جاتا تو وہ ہم سب کو اپنے ساتھ کھانے میں شامل کرتے تو یہ خاتون اس کھانے میں سے تھوڑا بچا لیتی جو مجھے بعد میں دے دیتی اور میں اسے اپنے ساتھ لے آتا۔

فضائل ومناقب

آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کی بہت عزت کرتے اور ان کے ساتھ اپنی والدہ کی طرح حسنِ سلوک سے پیش آتے۔ حضرت فاطمہؓ نے اسلامی ثقافت کی دولت کو اپنے اندر سمیٹا اور احادیثِ رسول ﷺ کو روایت کرنے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ آپ سے تقریباً ۴۰ یا ۴۶؍ احادیث منقول ہیں جن میں سے دو حدیثیں بخاری ومسلم میں بھی ہیں۔ آپ ﷺ اکثر و بیشتر حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور بعض اوقات وہاں دوپہر کے وقت آرام بھی کر لیتے۔

علامہ ابن سعد اپنی کتاب 'طبقات' میں لکھتے ہیں:

اسلمت فاطمة بنت اسد کانت امرأة صالحة و کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یزورھا و یقیل فی بیتھا.

فاطمہ بنت اسدؓ نے اسلام قبول کیا اور وہ بڑی صالح خاتون تھیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور دوپہر کے وقت ان کے گھر آرام بھی کیا کرتے تھے۔

اس طرح کی ایک عبارت اصابہ میں بھی ہے:

کانت امرأة صالحة و کان النبی ﷺ یزورھا و یقیل فی بیتھا.

وہ نہایت صالح بی بی تھیں۔ آنحضرت ﷺ ان کی زیارت کو تشریف لاتے اور ان کے گھر میں آرام فرماتے تھے۔

رسول ﷺ سیّدہ فاطمہؓ کو بعض اوقات تحائف بھی دیا کرتے تھے۔'الاصابہ' میں جعدہ بن ہبیرہ حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں، سیّدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ نے مجھے موٹے ریشم کا چوغہ بطور تحفہ دیا اور فرمایا اسے فاطمہ نامی خواتین میں تقسیم کر دیں۔ میں نے اسے پھاڑ کر چار دوپٹے بنائے۔ ایک دوپٹہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کو، دوسرا فاطمہ بنتِ اسدؓ کو، تیسرا دوپٹہ فاطمہؓ بنت حمزہ کو دیا۔ چوتھی فاطمہ کا ذکر نہیں مگر ابن حجر کہتے ہیں چوتھی خاتون شاید فاطمہ بنت عقیل تھیں جو عقیل بن ابی طالب کی بیوی تھیں۔

اس طرح آپ ﷺ کبھی چھوٹے کبھی بڑے تحفے ان کے یہاں بھیج دیتے تھے۔ سیّدہ فاطمہؓ اپنے اخلاقِ حمیدہ کی بدولت بارگاہِ رسالت میں درجۂ محبوبیت حاصل کر چکی تھیں۔ حضور ﷺ کئی بار ان کی شفقت و شرافت اور خصائلِ حمیدہ کی تحسین بھی فرماتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ستّر ہزار فرشتوں کو فاطمہ بنت اسدؓ پر درود پڑھنے کا حکم دیا۔

حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کا ذکر اشعار میں

شاعرِ رسول حسان بن ثابتؓ بھی آپؓ کی تعریف کرنے سے خاموش نہ رہ سکے:

للّٰـه أيّ مـذنـب عـن حـربـه   أعنى ابن فاطمة المعم المخولا

جـادت يـداك له بحاجل طعنة   تـر كت طليحة للجبين مجندلا

وشددت شدة باسل فكشفتهم   بـالـحق إذ يهوون أخول أخولا

و عللت سيفك بالدماء و لم تكن   لـتـردة حـران حتّى يـنـهـلا

اولاد

آپ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ چار بیٹوں کے نام یہ ہیں: طالب، عقیل،

جعفراور علی۔ان میں سے سوائے طالب کے باقی تین کو صحابیت کا شرف حاصل ہوا۔

تین بیٹیوں کے نام یہ ہیں: امّ ہانی (اصل نام بہ اختلافِ روایات فاختہ، ہند، فاطمہ) جمانہ اور ریطہ ہیں، جن میں سے اُمّ ہانی اور جمانہ کو قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی اور ریطہ کے حالات سے تاریخ کا دامن خالی ہے۔

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا سطور میں حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کے اخلاق وکردار، حلم و بردباری، عشقِ الٰہی وعشقِ رسول ﷺ وغیرہ اوصاف وکمالات کی جھلکیاں پیش کی گئیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ربّ کریم ہم تمام کو حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کی مبارک زندگی سے سبق حاصل کرنے کی توفیق بخشے اور آپؓ کے تمام خصائلِ حمیدہ کو اپنے اندر پیدا کرنے اور ان نفوسِ قدسیہ کی پیروی کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔آمین بجاہِ سیّد المرسلین۔

۞۞

ماخذ و مراجع:

(۱) طبقات ابن سعد
(۲) نساء مبشرات بالجنۃ
(۳) صور میں سیر الصحابیات
(۴) ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا
(۵) سیر الصحابیات
(۶) تذکارِ صحابیات
(۷) عشرون مبشرون بالجنۃ
(۸) حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو
(۹) صحابیات
(۱۰) سیدات مبشرات بالجنۃ
(۱۱) صحابیات مبشرات